برکات رضا گروپ کی انقلابی آواز

مسلک اعلیٰ حضرت اور مشرب صدر الافاضل کا بے باک نقیب

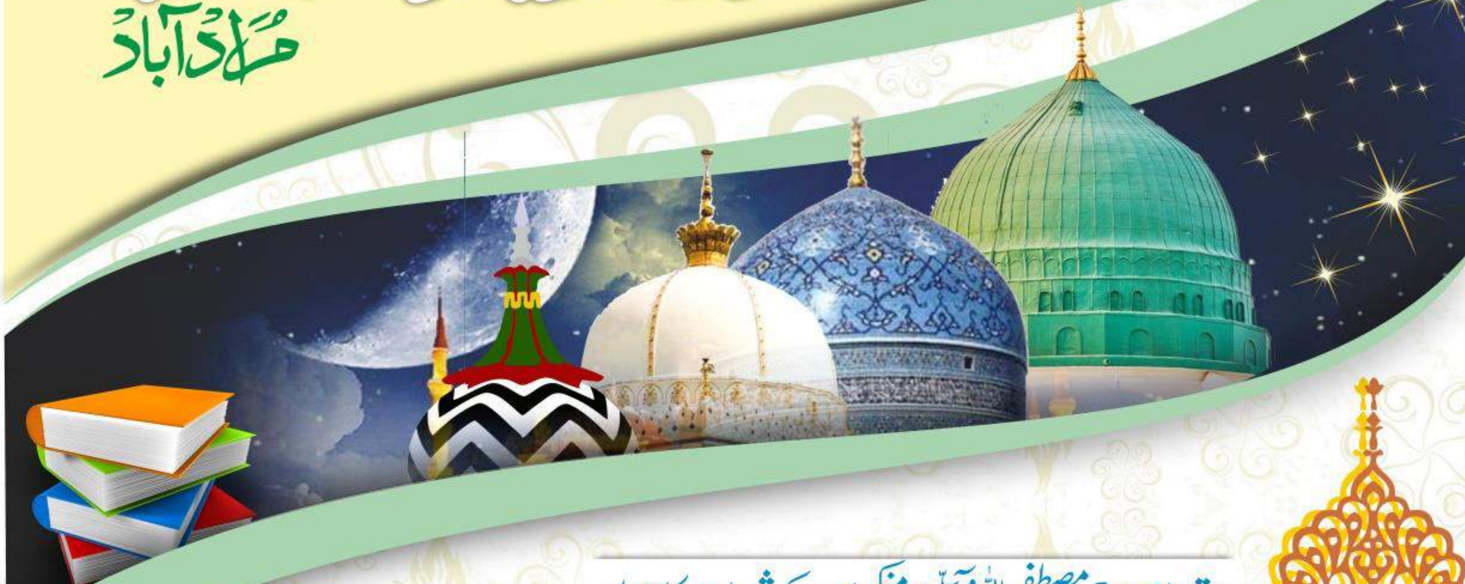
سہ ماہی

عرفانِ رضا

مرادآباد

اپریل، مئی، جون

2021



واقعۂ معراج مصطفیٰ ﷺ اور منکرین کے شبہات کا ازالہ

حضور اقدس ﷺ کے تعدد ازواج کی حکمتیں

عظمت صحابہ واہل بیت ورد روافض وخوارج

علم طب میں اعلیٰ حضرت کی مہارت

شیخ معقولات علامہ محمد ہاشم نعیمی تعارف وشخصیت

مسلمانوں کا سیاسی بحران، نئی صبح کی نوید

درس سورۂ حجرات آیت نمبر ۱

شرح حدیث إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

پہلا شمارہ

آن لائن

مدیر اعلیٰ محمد نفیس القادری امجدی

مدیر اعزازی محمد ناظر القادری مصباحی

برکاتِ رضا گروپ کی انقلابی آواز مسلکِ اعلیٰ حضرت اور مشربِ صدر الافاضل کا بے باک نقیب

سہ ماہی

عرفانِ رضا

مُرادآباد

APIL,MAY,JUN 2021

پہلا شمارہ

آن لائن

اپریل، مئی، جون ۲۰۲۱ء

زیرِ سرپرستی

جامع معقول ومنقول استاذ العلما حضرت علامہ مولانا

مُفتی محمد عاقل رضوی مصباحی

پرنسپل وشیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

مجلسِ ادارت

مدیر اعلیٰ	محمد نفیس القادری امجدی مرادآباد، یوپی
مدیر اعزازی	محمد ناظر القادری مصباحی
مدیر	محمد آصف رضا مصباحی
مدیر معاون	محمد شہباز مصباحی
مدیر مسؤل	محمد افتخار امجدی
تزیین کار	محمد رضاء المصطفیٰ امجدی

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد سلیمان نعیمی مرادآباد
مفتی محمد حنیف مصباحی بھوجپور
مفتی محمد اشفاق القادری مصباحی بھوجپور
مفتی اشتیاق احمد مصباحی بھوجپور
مفتی محمد سلیم مصباحی الہ آباد
مولانا محفوظ رضا نعیمی نجیب آباد
مولانا محمد اکبر علی نعیمی مرادآباد
مفتی ناظر حسین نعیمی پسکھا
مفتی محمد علی نعیمی ماریشش
مفتی محمد مشتاق احمد امجدی ناسک
مفتی محمد ایوب ازہری
مولانا محمد عاشق مصباحی
مولانا محمد غیاث الدین مصباحی
مولانا محمد ازہر القادری سدھارتھ نگر
مولانا محمد اسلم نعیمی ڈھکیا
قاری محمد خیر الدین رضوی بھوجپور
قاری محمد ناظر حسین رضوی

مجلسِ معاونت

مفتی محمد سلیم مصباحی
مفتی محمد ذیشان رضا مصباحی
مولانا محمد عظمت علی نعیمی
مفتی محمد رضا منظری
مولانا حسن عالم مصباحی
مولانا محمد مظفر حسین مصباحی
مولانا محمد شمیم اختر سعدی
مفتی محمد رضوان نوری مصباحی
مولانا محمد راشد حسین مصباحی
مولانا محمد دانش سعدی
مفتی محمد نعیم منظری
مولانا محمد سردار عالم تحسینی
مولانا ساجد القادری منظری
مولانا محمد مستقیم رضا
قاری عبد السلام رضوی
مولانا عبد القادر مصباحی
مولانا محمد عارف رضا نعیمی
مولانا اعظم رضا نعیمی
مولانا محمد مظاہر حسین نجیبی
مولانا جنید عالم

نوٹ

ادارے کا مصمون نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ویب سائٹ بنام "ہماری آواز" پر اپلوڈ کر دیا گیا ہے۔

Www.humariaawaz.com

ONLINE

SEH-MAHI

IRFAN-E RAZA

Dolpuri, Moradabad, UP-244001

9719267190 8923604732

فہرست مضامین

نوٹ: جس مقالہ نگار کا مضمون مطالعہ کرنا ہو تو یہاں فہرست مضامین میں اسی مضمون کے نام پر دبائیں آپ کے سامنے وہی مضمون کھل کر آئے گا۔

تشجیعی کلمات

جامع معقول و منقول استاد العلما حضرت مفتی محمد عاقل رضوی مصباحی صاحب
پرنسپل جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

رفیع القدر، برادر عزیز، ادیب شہیر حضرت علامہ مولانا محمد نفیس القادری صاحب امجدی مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ

عصر حاضر میں تمام تر باطل پرست جماعتیں لوح و قلم کی مظبوط قوت وتوانائی سے لیس ہو کر اپنے غیر اسلامی افکار و نظریات کی ترویج واشاعت میں مصروف ہیں، قرطاس و قلم کے سہارے حق و باطل کی درمیان خط امتیاز کو دبانے کی کوشش کی جارہی ہے، نت نئے فتنے جگائے جارہے ہیں، معتقدات اہل سنت پر شب خون مارا جارہا ہے ان حالات میں ضروری ہے کہ مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ فکر و قلم کے ذریعہ عقائدِ اہل سنت کی ترویج و تشہیر کی جاے، عقائدِ باطلہ کا رد بلیغ ہو، مسلک اعلیٰ حضرت، مشرب صدر الافاضل کو عام سے عام تر کیا جاے۔ ع

جہاں میں عام پیغام شہ احمد رضا کر دیں

اس تناظر میں آپ نے اپنے مخلص احباب کے ساتھ سہ ماہی عرفان رضا کی اشاعت کا جو اہم منصوبہ بنایا ہے اس پر آپ پوری ٹیم کے ساتھ ڈھیر ساری مبارک بادیوں کے مستحق ہیں۔

مسرت وشادمانی کی بات ہے کہ اس کا پہلا شمارہ تیاری کے بالکل آخری مرحلہ میں ہے۔

رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ آپ کی یہ گراں قدر دینی وعلمی خدمت کو شرف قبول کا اعزاز بخشے، مسلک اعلیٰ حضرت کی خوب سے خوب خدمت کی توفیق خیر سے نوازے اور ہم سب کے علم و عمر، اور عمل خیر میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے اور عرفان رضا کو رہبر و رہنما بنائے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

محمد عاقل رضوی غفرلہ القوی
صدر المدرسین جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

اداریہ

شکوۂ ظلمت شب سے تو کہیں بہتر تھا
اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاتے

محمد ناظر القادری مصباحی

مسلک حق اہلسنت وجماعت کی زبوں حالی پر صرف مایوسی کا اظہار کرنے والے بھی بہت ہیں اور ملت اسلامیہ کے مسائل سے آنکھیں موند کر ''سب کچھ بہت اچھے'' کا نعرہ لگانے والوں کی بھی کمی نہیں ہے، اس افراط و تفریط کے ٹھیک بیچ وبیچ، ارباب علم ودانش کی ایک بڑی جماعت ہے جوامت مسلمہ کے برہم گیسو سنوارنے میں مصروف عمل ہے، شبانہ روز رضائے الٰہی اور خوشنودی مصطفی کی خاطر، کلمۂ حق کی سربلندی، اسلام وسنیت کے فروغ، اصلاح فکرواعمال، کے لئے کوشاں ہے، اپنی تبلیغی، تعلیمی ، سماجی، دینی خدمات پر نہ تو وہ تعریف کرنے والوں کی مدح سرائی سے شاداں ہو کر غفلت کا شکار ہوتے ہیں اور نہ ہی ملامت گروں کے طعن و تشنیع کے تیر، ان کے جزبات کو ماند کرتے ہیں۔ اس جماعت کی مساعی جلیلہ، پوری دنیائے سنیت کی طرف سے لائق صد تحسین وآفرین بھی ہیں اور ہم جیسے کم علم وکم ہمت لوگوں کے لئے قابل تقلید واتباع بھی ہے، ان ہی خلوص مند، پاک باز، نفوس سے راہ نمائی حاصل کرتے ہوئے، بحمدہٖ تعالی شوشل میڈیا کے چند رفقاء نے مل کر گروپ برکات رضا کے پلیٹ فارم سے مسلک اعلی حضرت اور مشرب صدرالافاضل کے ترجمان، سہ ماہی عرفان رضا (آن لائن) جریدے کا منصوبہ بنایا جو اللہ تعالی کے فضل اور اس کے رسول ﷺ کی عنایت سے اب آخری مراحل میں ہے۔ کسی بھی قوم کے عقائد و نظریات، افکار وخیالات کے ابلاغ وترسیل میں رسائل و جرائد کی اہمیت وافادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یہ قوم و ملت کے عظیم ترین اثاثے اور ترجمان ہوتے ہیں جو مذہبی، مسلکی معاشرتی اور اقتصادی معلومات کا سرچشمہ ہوتے ہیں۔ یہ ابر باراں کی طرح گھر گھر پہونچ کر تشنگان علم وادب کو سیراب کرتے ہیں۔ آزادی کے بعد ہمارے وطن عزیز میں سنی جرائد ورسائل کی ایک روشن وزریں تاریخ ہے جس سے اردو زبان وادب مالامال ہے، ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور، ماہ نامہ اعلی حضرت بریلی شریف، فیض الرسول براؤں شریف، جام نور کلکتہ، جام کوثر کلکتہ ، امجدیہ گھوسی، جام نور دہلی، کنزالایمان دہلی، سواد اعظم دہلی، جیسے درجنوں رسالے مسلک اہل سنت وجماعت کے عقائد و نظریات کی نشرواشاعت اور بدعات وضلالات کے رد وابطال میں مصروف عمل رہے ہیں، تاہم مغربی اترپردیش کے اضلاع مرادآباد، رامپور، امروہہ، بجنور کی سطح پر اس وقت کوئی بھی ایسا سنی پرچہ نہیں ہے جس سے ہمارے سنی مسلمان بھائی استفادہ کر سکیں۔

اسی کمی کے پیش نظر فاضل گرامی، محب محترم حضرت مولانا محمد نفیس القادری امجدی صاحب نے مجدد اعظم سرکار اعلی حضرت امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی قدس سرہ اور صدرالافاضل، فخر الاماثل علامہ امام سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کے فیضان نسبت سے ایک سہ ماہی رسالے کے اجراء کے لئے اکابر علماء عظام اور مخلص احباب سے مشاورت کی جسے نہ صرف قبول کیا گیا بلکہ تشجیعی کلمات سے نوازا گیا، اس رسالے کے مقاصد حسب ذیل ہیں:

➢ **اسلامی عقائد و تعلیمات کی اشاعت:** ہماری زندگی کا اک اک لمحہ رب قدیر جل جلالہ کے بے پایاں احسانات کا مرہون ہے، لہذا اللہ تعالی کی دی ہوئی زبان و قلم کی قوت کو اس کے دین کی سر فرازی کے لئے استعمال کرنا تقاضۂ بندگی اور عین زندگی ہے، اس لیے ہماری اس کوشش کا بنیادی مقصد، عقائد حقہ کی ترویج، اسلامی تعلیمات کی اشاعت، رسول پاک ﷺ اور صحابہ و اہل بیت علیہم الرضوان کی پاکیزہ زندگیوں سے امت مسلمہ کو روشناس کرانا ہے۔

➢ **مذاھب باطلہ، فرق ضالہ کا رد و ابطال:** دور رواں میں اسلام دشمن طاقتوں اور مخالفین اہل سنت عناصر نے اسلام و سنیت کے خلاف ہر چہار جانب سے یلغار کر رکھی ہے، جس کے زیرِ اثر ارتداد و گمراہی کا ایک خوفناک سلسلہ جاری ہے، اس کا بر وقت سد باب کرنا ہر مسلمان کی انفرادی اور اجتماعی ذمے داری ہے، سہ ماہی عرفان رضا کی ٹیم اس حوالے سے بھی مقدور بھر کوشش کرنے کی نیت رکھتی ہے۔

➢ **اسلاف شناسی:** ضلع مرادآباد واطراف میں اکابرینِ اہل سنت کی کثیر تعداد ہے جنہوں نے اپنی حیات مستعار کو دین و مسلک کی خدمات کے لیے وقف کر دیا اور اپنی علمی، روحانی روشنی سے ان گنت لوگوں کے دلوں کو روشن فرمایا، مثلاً حضرت مولانا سید کفایت علی کافی، مولانا سید وہاج الدین، خطیب ملت حضرت مولانا شاہ محمد نذیر الاکرم نعیمی، رحمہ اللہ (مرادآباد) قطب وقت، حضرت مولانا خواجہ عبد السلام عباسی نقشبندی، حضرت مولانا صوفی محمد ابراھیم سلامی نقشبندی، رحمہااللہ (بہادر گنج شریف) حضرت قبلہ شاہ کابلی میاں، استاذ الحفاظ حضرت حافظ غلام نور صاحب والد ماجد حضور حافظ ملت، ولی کامل حضرت حافظ عبد الرحیم سلامی، عرف غنی میاں رحمھم اللہ (بھوجپور)، رفیق العلما حضرت مفتی محمد رفیق مصباحی (ڈھکیا)، استاذ العلما حضرت مفتی محمد ممتاز نعیمی صاحب (تمرٹیا) جیسے اربابِ فضل و کمال سے مرادآباد کی تاریخ روشن ہے، مگر موجودہ نسل، ان کے زریں کارناموں، مذہب و ملت کے لیے کی گئی ان کی کوششوں سے یکسر ناواقف ہے الا ماشاء اللہ، یہ پہلو نہایت افسوس ناک ہے، بلاشبہ ان کی تبلیغی خدمات، تعلیمی کوششیں، اصلاحی مساعی، احسان فراموشی کے دبیز پردوں میں چھپانے کے بجائے کھلے دل سے خراج تحسین کی حقدار ہیں۔ لہذا ایک محدود پیمانے پر تحریک اسلاف شناسی کو آگے بڑھاتے ہوئے ، ان علما و مشائخ کی حیات و خدمات سے نسل نو کو آگاہ کرنا بھی ہمارے عزائم میں شامل ہے۔

➢ **اعتراف خدمات:** علما اہل سنت، انبیا کرام کے وارث، اور مصطفی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے سچے نائب ہیں، احقاق حق، ابطال باطل، دعوت و تبلیغ، تدریسی فرائض، تعمیری کاز کے سلسلے میں ان کی گراں قدر کاوشوں کا اعتراف امر لازمی اور اخلاقی فریضہ ہے، اہل سنت میں بنیادی کام کرنے والوں کی جتنی ناقدری ہوتی ہے دوسری اقوام میں اس کی نظیر ملنا مشکل ہے، بندہ ایک پیر مغاں کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد سب کچھ اس پر نچھاور کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتا ہے، مگر خون جگر پلا کر پڑھانے والے، اساتذہ کرام کو خراج عقیدت پیش کرنا تو دور سلام و مصافحہ تک کرنے سے گریز کرتا ہے، حالانکہ ان حضرات کی ذات نہ تو کسی دنیاوی اجر کی محتاج ہے اور نہ مدح و ستائش کی خواہاں، اور نہ ہی ہم اپنے اساتذہ کرام کے احسانات کا حق ادا کر سکتے ہیں، صرف حصول سعادت کے لئے عرفان رضا ٹیم نے باہمی مشاورت کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ علاقائی سطح پر جو علمائے کرام اور اساتذہ ذوی الاحترام تدریس و افتا، تبلیغ و خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں ان کا جامع اور مختصر تعارف شائع کیا جائے۔ درج بالا اغراض کے علاوہ، روز مرہ پیش آنے والے مسائل کا شرعی جواب دینا، طلبائے مدارس میں مضمون نگاری کا ذوق و شوق بیدار کرنا، اردو زبان و ادب کو فروغ

دینا، معاشرے میں پھیلی غیر شرعی رسموں کے سدباب کی کوشش کرنا، جیسے مقاصد ہیں جنہیں اللہ تعالی کی توفیق سے بروئے کار لانے کی کوشش کریں گے ان شاء اللہ تعالی۔

اس جریدہ کو جامع معقول و منقول استاد العلما **حضرت مفتی محمد عاقل رضوی مصباحی** صاحب پرنسپل جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کی سرپرستی کے علاوہ مندرجہ ذیل ہمارے ان اساتذہ کرام و مشائخ عظام کی پر خلوص حمایت و مشاورت حاصل ہے۔

مجلسِ مشاورت

- حضرت مفتی محمد سلیمان نعیمی مرادآباد
- استاد محترم مفتی حنیف مصباحی بھوج پور
- استاد مکرم مفتی محمد اشفاق القادری مصباحی بھوج پور
- استاد گرامی مفتی اشتیاق احمد مصباحی بھوج پور
- استاد معظم مفتی محمد سلیم مصباحی الہ آباد
- استاد محتشم مولانا محفوظ رضا نعیمی نجیب آباد
- استاد عالی قدر قاری محمد خیر الدین رضوی بنکاوالا
- مولانا محمد اکبر علی نعیمی مرادآباد
- مفتی ناظر حسین محمدی نعیمی پنسکھا
- استاد ذی وقار مفتی محمد علی نعیمی ماریشش
- مفتی مشتاق احمد امجدی ناسک
- مولانا ازہر القادری سدھارتھ نگر
- مولانا محمد اسلم نعیمی ڈھکیا،

مجلسِ معاونت

- مفتی محمد ایوب ازہری
- مولانا محمد عاشق مصباحی
- مولانا محمد غیاث الدین مصباحی
- مفتی محمد سلیم مصباحی
- مفتی محمد ذیشان رضا مصباحی
- مولانا محمد عظمت علی نعیمی
- مفتی محمد رضا منظری
- مولانا حسن عالم مصباحی
- مولانا محمد مظفر حسین مصباحی

- ❖ مولانا محمد شمیم اختر سعدی
- ❖ مفتی محمد رضوان نوری مصباحی
- ❖ مولانا محمد راشد حسین مصباحی
- ❖ مولانا محمد دانش سعدی
- ❖ مفتی محمد نعیم منظری
- ❖ مولانا محمد سردار عالم تحسینی
- ❖ مولانا ساجد القادری منظری
- ❖ مفتی غلام برکاتی
- ❖ مولانا محمد مستقیم رضا
- ❖ قاری عبد السلام رضوی
- ❖ مولانا عبد القادر مصباحی
- ❖ مولانا محمد عارف رضا نعیمی
- ❖ مولانا محمد مظاہر حسین نجیبی

یہ ہمارے مخلص احباب ہیں جن کی معاونت و نصرت ہمارے لئے باعثِ فرحت و مسرت ہے۔

ادارتی بورڈ

ہماری ادارتی ٹیم میں محب محترم مولانا محمد نفیس القادری امجدی صاحب بطور مدیر اعلی شامل ہیں، موصوف بڑے ہی متحرک و فعال، دینی درد رکھنے والے، محنتی آدمی ہیں، اس رسالے کے اجرا کے لیے مشاورت، مضمون نگاروں سے رابطے، بار بار فون پر گزارشات کے علاوہ دو مضمون بھی لکھے ہیں۔ بطور مدیر حضرت مفتی محمد آصف رضا برکاتی مصباحی صاحب کی رفاقت حاصل ہے، آپ کی کئی قلمی نگارشات طبع ہو چکی ہیں، مضمون نگاری سے خوب شغف رکھتے ہیں، جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے شعبہ تدریب تدریس سے منسلک ہیں۔ بطور معاون مدیر، مولانا محمد شہباز رضا مصباحی، بجنوری، دہلی یونیورسٹی میں شعبہ فارسی کے ریسرچ اسکالر، بڑی خوش خصال شخصیت ہیں۔ مدیر مسئول کے فرائض، مفتی محمد افتخار بجنوری کے ذمے ہیں موصوف جامعہ امجدیہ گھوسی سے فارغ التحصیل ہیں جھانسی میں درس و خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں جبکہ مدیر اعزازی کی ذمہ داری فقیر کے ناتواں کاندھوں پر ہے۔

مفتی مشتاق احمد امجدی ناسک مہاراشٹر نے بھی کافی مفید مشوروں سے نوازا، حروف سازی، تزئین کاری کی ذمے داری مولانا رضاء المصطفی امجدی بھیونڈی کی ہے۔

ہمیں یہ دعوی یا غرہ نہیں ہے کہ ہم کوئی بڑا کام کر رہے ہیں، بلکہ اللہ تعالی کی عطا کردہ توفیق سے، یہ صرف ''شکوۂ ظلمت شب'' کے بجائے ''اپنے حصے کی شمع جلانے'' کی ایک حقیر کوشش ہے، اللہ تعالی کی رحمت سے شرف قبول کے متمنی ہیں، **سہ ماہی عرفان رضا کا پہلا شمارہ** پیش خدمت ہے، امید ہے آپ اسے پسند کریں گے اور اپنی بیش قیمت آرا سے ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں گے، ہماری پوری ٹیم کو خصوصی دعاؤں اور نیک تمناؤں میں شامل رکھیں، رب قدیر ہم سب کو توفیق خیر سے نوازے۔

عرفان قرآن

درس سورۂ حجرات آیت(۱)

مولانا محمد ناظر القادری مصباحی
استاد جامعہ قادریہ بشیر العلوم بھوجپور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ

عرفان قران کالم کے لیے فقیر نے امام عینی رحمہ اللہ کی عمدۃ القاری، قاضی شہاب الدین دولت آبادی علیہ الرحمہ کی مصدق الفضل، علامہ میر ٹھی رحمہ اللہ کی بشیر القاری جیسی کتب کی طرز سے فیض حاصل کرتے ہوئے درس قران لکھنے کی ایک حقیر کوشش کی ہے، گرچہ اس طالب علم کی یہ کوشش، ان ہستیوں کی مساعی جمیلہ کے کروڑویں حصے کے بھی برابر نہیں ہے تاہم بعض احباب کی خواہش کے مطابق، اپنے عزیز طلبا کے لیے درس قران میں قدرے جدت لانے کی سعی کی ہے، رب قدیر اسے پر خلوص بنا کر شرف قبول سے نوازے، استاد گرامی حضرت قبلہ علامہ اشفاق القادری مصباحی صاحب مد ظلہ، استاد العلما حضرت قبلہ مفتی محمد عاقل رضوی مصباحی صاحب دام ظلہ کی نظر ثانی کے بعد قارئین کی نذر ہے۔

مختصر تعارف سورۂ حجرات

حجرات، حجرۃ کی جمع ہے، حجرۃ کے معنی ہیں کمرہ، اس سورہ کی ایک آیت میں لفظ ''حجرات'' مذکور ہے، اس مناسبت سے اس کو ''سورہ حجرات'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔

اس سورہ مبارکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کے آداب، ادب کرنے والوں کے لئے بخشش و مغفرت کا وعدہ، ادب سے ناآشنا لوگوں کی سرزنش، بغیر تحقیق کے قبول خبر سے ممانعت، دو مسلمانوں میں تنازعہ ہونے کی صورت میں صلح صفائی کا حکم، کسی مسلمان کے مذاق اڑانے، نام بگاڑنے، غیبت، بدگمانی کرنے سے روک، حسب ونسب پر فخر کرنے والوں کو ہدایت، اسلام لانے پر احسان جتانے والوں کو تنبیہ، مومن کامل کی نشانیاں جیسے عظیم الشان مضامین بیان کیے گئے۔

علم لغت

اٰمن ایمان، دل سے سچا جاننا، **شرع میں** ان چیزوں کو سچا ماننا، جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی طرف سے لائے اور زبان سے اقرار کرنا۔

ثلاثی مجرد: أمن (س) الرجل أمْنًا و أمَانًا و أمَنَةً و أمْنَةً و أمَانَةً مطمئن، بے خوف ہونا۔(المعاني الجامع)

قدم: اس میں دو وجہیں ہیں:
(۱) متعدی جس کا معنی ہے آگے کرنا، اس تقدیر پر مفعول محذوف ہے۔(۲) لازم ہے، اس صورت میں قدم تقدم کے معنی میں ہے، اسی سے مقدمۃ الجیش، مقدمۃ الکتاب ہے۔(اعراب القرآن وبیانہ)

رسول: اللہ کا پیغام بر، جمع رسل، **شرع میں:** وہ نبی جس کی طرف وحی اور کتاب نازل کی گئی ہو، اور وہ تبلیغ کا مامور ہو۔

اللہ: لفظ اللہ میں چند اقوال ہیں:
(۱) اللہ اصل میں الہ تھا، ہمزہ تخفیفا حذف کردیا، اس پر لام تعریف داخل کر کے ادغام کیا گیا، اللہ ہو گیا، یہ باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ ''الہ'' کے اشتقاق میں کئی اقوال ہیں:

(۲)الہ یالہ(ف)سے جس کا معنی ہے عبادت کرنا اس بنا پر الہ بمعنی مالوہ یعنی معبود، جیسے خلق بمعنی مخلوق ۔الہ یالہ (س)متحیر ہونا سے ماخوذ ہے، تو اللہ تعالی کی ذات وصفات کے ادراک سے چوں کہ عقلیں حیران وششدر ہیں اس لیے اللہ کہا گیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تفکروا في آلاء الله ولا تفکروا في الله" اللہ تعالی کی نعمتوں میں غور وفکر کیا کرو اور اس کی ذات کے بارے میں نہ سوچو۔ دوم: بعض نے کہا الاہ اصل میں ولاہ تھا واؤ کو ہمزہ سے بدل کر الہ بنایا، ولہ یلہ (ض) کا معنی بے خود، وارفتہ ہونا، چونکہ تمام مخلوق کو اللہ سے والہانہ محبت ہے اس لیے اللہ کہا جاتا ہے۔ (۳) بعض نے کہا کہ لاہ یلوہ(ن) لیاھا سے ہے جس کا معنی ہے پردے میں چھپ جانا اور ذات باری تعالی بھی نگاہوں سے مستور ہے، اس لیے اللہ کہا گیا۔ (ملخص از تفسیر بیضاوی)

تقوی: اللہ تعالی سے ڈرنا اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہونا اور اسکے منہیات سے بچنا "وقی یقی"(ض) "وَقْيًا ووِقَايَةً فهو وَاقٍ" بچنا

ید: ہاتھ، جمع اید وایادی، **سمع:** سَمْعًا وسَمَاعًا وسَمَاعَةً سننا، **سمیع:** صفت جمع: سمعاء۔

علم:(س)علما جاننا علیم صفت جمع: علماء۔

علم صرف

اٰمنوا فعل ماضی معروف، صیغہ جمع مذکر غائب، مہموز فا از باب افعال، یہ اصل میں أَءْمَنُوْا تھا، ہمزہ ساکنہ ہمزہ متحرکہ مفتوحہ کے بعد واقع ہونے کی وجہ سے الف سے بدل دیا۔ مہموز کا قاعدہ نمبر ۲، ہمزہ ساکنہ، ہمزہ متحرکہ کے بعد واقع ہو تو اس کو ہمزہ کی حرکت کے موافق حرف علت سے بدلنا واجب ہے۔

لا تقدموا فعل مضارع مقرون بلام نہی صیغہ جمع مذکر حاضر صحیح از باب تفعیل۔ علامت باب فا کلمہ سے پہلے تا کا زائد ہونا اور عین کلمہ کا مشدد ہونا۔ اتقوا امر معروف، صیغہ جمع مذکر حاضر، لفیف مفروق، فا کلمہ کی جگہ واؤ اور لام کلمہ کی جگہ یا ہے، از باب افتعال۔ اتقاء مصدر اصل میں اوتقای تھا، واؤ اصلی افتعال کے فا کلمہ کی جگہ واقع ہونے کی وجہ سے تا سے مبدل ہو کر تا میں مدغم ہو گیا، اتقای ہو گیا۔ معتل کا قاعدہ نمبر ۴، واؤ، یا اصلی باب افتعال کے فا کلمہ کی جگہ واقع ہوں تو اس کو تا سے بدل کر تا میں ادغام کر دیتے ہیں۔ پھر یا الف زائدہ کے بعد طرف میں واقع ہونے کی وجہ سے ہمزہ ہو گئی۔ اتقاء ہو گیا۔

معتل کا قاعدہ نمبر (۱۹): یا اور واؤ، الف زائدہ کے بعد طرف میں واقع ہو تو انھیں ہمزہ سے بدل دیتے ہیں۔

اتقوا: اصل میں اوتقیوا تھا، واؤ افتعال کے فا کلمہ میں واقع ہے اس کو تا سے بدل کر تا میں ادغام کر دیا اتقیوا ہوا، بعدہ یا کسرے کے بعد واقع ہے، اس کے بعد واؤ ہے، لہذا یا کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دی پھر یا ساکن غیر مدغم ضمہ کے بعد واقع ہوئی اسے واؤ سے بدل دیا التقائے ساکنین کی وجہ سے ایک واؤ حذف کر دیا۔ اتقوا ہو گیا۔

معتل کا قاعدہ نمبر ۱۰ فعل کے لام کلمہ کی جگہ واؤ یا یاء ضمہ اور کسرہ کے بعد واقع ہوں تو ساکن کر دیتے ہیں، یا کسرے کے بعد ہو اس کے بعد (و) ہو تو یا کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دیدیتے ہیں۔

تقوی: اسم مصدر۔ از وقی، یقی اصل میں تقیا تھا فعلی بالفتح کے لام کلمہ کی جگہ یا واقع ہوئی قاعدہ نمبر ۲۶ سے واؤ سے بدل دیا تقوی ہوا۔ اور تقیا اصل میں وقیا تھا واؤ کو تا سے بدل دیا تقیا ہوا۔ قاعدہ نمبر ۲۶: فعلی بفتح فا کے لام کلمہ کی جگہ یا واقع ہو تو اس کو واؤ سے بدل دیتے ہیں۔ (مستفاد از علم الصیغہ)

علم نحو

یا حروف ندا وہ حروف ہیں: جن کے ذریعے کسی کی توجہ کو طلب کیا جائے۔ منادی کے عامل کے بارے میں تین قول ہیں:

(۱) علامہ مبرد کا مذہب کہ حروف نداء خود ناصب ہیں

(۲) مذہب علامہ ابوعلی کہ کلماتِ ندا ان کے نزدیک اسمائے افعال ہیں اور وہی ناصب ہیں۔

(۳) مذہب علامہ سیبویہ کہ فعل مقدر (ادعو) ناصب اور وجوبا محذوف، اس لیے کہ حرف ندا اس کا نائب مناب ہے،

اب اگر اس کو ذکر کیا جائے اصل اور قائم مقام کا اجتماع لازم آئے گا۔ (بشیر الناجیہ)

یہی مذہب مختار ہے ،اسی وجہ سے ترکیب میں ''الذین آمنوا'' کو ادعو کا مفعول بہ قرار دیا ہے۔ (ای) نکرہ مقصودہ: وہ ہے کہ حرف ندا کے ذریعے جس کی تعیین کا قصد کیا جائے۔(ھا) حرف تنبیہ: وہ ہے جس کے ذریعے مخاطب کو آگاہ کیا جائے۔(الذین): اسم موصول وہ اسم جو صلے کے بغیر جملے کا جزوتام نہ بن سکتا ہو۔

فائدہ: معرف باللام کی ندا کی صورت میں ای اور ہائے تنبیہ ، یا اسم اشارہ اور ہائے تنبیہ، یا ای اور اسم اشارہ مع ہائے تنبیہ کو وسیلہ بنایا جاتا ہے، تاکہ دو آلہ تعریف کا اجتماع بغیر فصل لازم نہ آئے۔ جیسے ''یاایھاالذین'' میں حرف ندا اور الذین کے درمیان میں ''ای اور ھاتنبیہ'' واسطہ ہیں۔(کافیہ) اٰمنوا ماضی وہ فعل ہے جو زمانۂ گزشتہ سے تعلق رکھے۔

فائدہ: ماضی مبنی بر ضم ہے ،حالانکہ مبنی میں اصل فتح ہے ،اس کی وجہ یہ ہے کہ واؤ ضمیر بارز ما قبل ضمے کا مقتضی ہے ،اس عارض کی بنیاد پر مبنی بر ضم ہوا۔

(لا تقدموا): فعل نہی وہ ہے جس کے ذریعے مخاطب کو کسی کام سے روکا جائے ۔اس میں لا جازمہ ہے ، حروفِ جازمہ ٦ ہیں: لم ،لما، لام امر ،لائے نہی، ان شرطیہ، ان مقدرہ۔

اعراب مضارع کی تین قسمیں ہیں: رفع، نصب، جزم ۔لا تقدموا حالت جزمی میں ہے، جزم کی علامت حذف نون ہے اس لیے کہ فعل مضارع کی وجوہ اعراب کے اعتبار سے چار قسموں میں یہ چوتھی قسم ہے یعنی صحیح باضمائر بارز جس کا اعراب حالت جزمی میں حذف نون کے ساتھ ھے۔(بین) ظرف مکان: وہ اسم جو فعل کے واقع ہونے کی جگہ پر دلالت کرے۔

(یدی) مثنی: وہ اسم جو دو پر دلالت کرے اس سبب سے کہ اس کے مفرد کے آخر میں الف یا یاما قبل مفتوح اور نون مکسور ہو۔یہ ید کا مثنی ہے۔

فائدہ: نون اضافت کے سبب ساقط ہو جاتا ہے ،اس لئے کہ اضافت اور نون تثنیہ کے مابین منافات ہے، کیوں کہ نون تثنیہ ،کلمے کی تمامیت اور اس کے مابعد سے منقطع ہونے کے لئے موجب ہے جبکہ اضافت مابعد سے متصل ہونے کے لیے موجب اور انقطاع و اتصال میں منافات ہے ۔ لہذا نون تثنیہ کو حذف کر دیا(بشیر الناجیہ از صدر العلماء علامہ میر ٹھی علیہ الرحمہ)

(اللہ) مضاف الیہ: وہ اسم صریح یا مؤول ہے جس کی طرف کوئی شی منسوب ہو حرف جر لفظی یا تقدیری کے واسطے۔

(و) حروف عطف: وہ حروف جن کے ذریعے دو کلموں یا دو جملوں کے درمیان ربط پیدا کیا جائے۔

(رسول) معطوف بحرف: وہ تابع جس کی طرف اس چیز کی نسبت کی جائے جس کی نسبت اس کے متبوع کی طرف کی گئی ہے اور دونوں نسبت سے مقصود ہوں۔

(ہ) ضمیر مجرور متصل: وہ ضمیر جو حالت جری میں ہو اور اپنے عامل کے ساتھ متصل ہو۔

(واتقو) امر: وہ فعل جس کے ذریعے مخاطب سے کوئی فعل طلب کیا جائے۔

(وا) ضمیر مرفوع متصل وہ ضمیر جو حالت رفعی میں ہو اور اپنے عامل سے متصل ہو۔

(اللہ) مفعول بہ: وہ اس (ذات) کا اسم جس پر فاعل کا فعل واقع ہو۔

(ان) حروفِ مشبہ بہ فعل : وہ حروف جو لفظا ، معنی فعل سے مشابہت رکھے۔

(اللہ) اسم اِنَّ: وہ اسم ہے جو دخول ان وغیرہ کے بعد مسند الیہ ہو۔

(سمیع علیم) خبر ان وغیرہ: وہ اسم مرفوع ہے جو ان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو۔

فائدہ: ایک اسم کی متعدد خبریں ہو سکتی ہیں کیونکہ خبر حکم ہے اور ایک شی پر متعدد احکام جاری ہو سکتے ہیں۔ تعدد دو قسم پر ہے۔

جائز: ہر ایک کو دوسرے کے بغیر خبر قرار دینا درست ہو جیسے مذکورہ مثال

واجب: جہاں ایک کو دوسرے کے بغیر خبر قرار دینا درست نہ ہو جیسے هذا حلو حامض۔ پہلی صورت میں اول کا ثانی پر عطف کیا جا سکتا ہے دوسری صورت میں ترک عطف واجب ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں تعدد خبر جائز ہے۔

علم الاعراب

یاأیهاالذین آمنوا یاحرف ندا، مبنی اصل بر سکون قائم مقام ادعو، ادعو فعل مضارع مثبت معروف صیغہ واحد متکلم، مفرد معتل واوی مجرد از ضمیر بارز، مرفوع بضمہ تقدیری، اس میں انا ضمیر متصل مرفوع محلا مشابہ مبنی بر سکون اس کا فاعل، ای نکرہ مقصودہ مشابہ مبنی بر ضم منصوب محلا منعوت، ها حرف تنبیہ مبنی اصل بر سکون، الذین اسم موصول مشابہ مبنی بر فتح، آمنوا فعل ماضی مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب مہموز فا از باب افعال، اصل مبنی بر ضم، اس میں واؤ ضمیر بارز مرفوع متصل، مشابہ مبنی بر سکون اس کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر نعت، منعوت نعت سے مل کر مفعول بہ فعل مضارع اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ، انشائیہ ندائیہ ہوا۔

لاتقدموا بین یدي الله ورسوله: لا نہی حرف جزم، مبنی اصل بر سکون، تقدموا فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر حاضر صحیح با ضمیر بارز، مجزوم بحذف نون، اس میں واؤ ضمیر بارز متصل مرفوع محلا مشابہ مبنی بر سکون اس کا فاعل، بین مفرد منصرف صحیح منصوب بفتحہ مضاف یدی مثنی مجرور بیا ما قبل مفتوح مضاف الیہ، مضاف، اس پر حرکت موجودہ کسرہ برائے تحرز اجتماع ساکنین، (نون تثنیہ اضافت کی وجہ سے ساقط ہو گیا) اسم جلالت مفرد منصرف صحیح مجرور بکسرہ متبوع معطوف علیہ و حرف عطف مبنی اصل بر فتح، رسول منفرد منصرف صحیح مجرور بکسرہ مضاف، ہا ضمیر مجرور متصل مشابہ مبنی بر سکون مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر تابع معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر بین کا مضاف الیہ، بین مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل مفعول فیہ مکانی، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ مکانی سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

واتقوا الله: و حرف عطف مبنی اصل بر فتح، اتقوا امر حاضر معروف، صیغہ جمع مذکر، مبنی اصل بر ضم، اس میں واؤ ضمیر بارز متصل مرفوع محلا مشابہ مبنی بر سکون اس کا فاعل، اسم جلالت مفرد منصرف صحیح منصوب بفتحہ مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

ان الله سمیع علیم: انّ حرف مشبہ بہ فعل مبنی اصل بر فتح، اسم جلالت، مفرد منصرف صحیح منصوب بفتحہ لفظا اس کا اسم، سمیع مفرد منصرف صحیح مرفوع بضمہ لفظا صفت مشبہ، اس میں ھو ضمیر مستتر متصل، مرفوع محلا، مشابہ مبنی بر ضم اس کا فاعل، صفت مشبہ اپنے فاعل سے مل کر شبہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر اول، علیم مفرد منصرف صحیح، مرفوع بضمہ لفظا، صفت مشبہ صیغہ واحد مذکر، اس میں ھو ضمیر متصل، مستتر، مرفوع محلا، اس کا فاعل صفت مشبہ اپنے فاعل سے مل کر شبہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر دوم، ان اپنے اسم اور دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

علم بیان

اس آیت کریمہ میں دو تجوز ہیں:

(۱) مجاز مرسل (۲) استعارہ تمثیلیہ

مجاز: لفظ کسی علاقے کی وجہ سے معنی موضوع لہ کے غیر میں استعمال ہو، اور ایسا قرینہ بھی ہو جو معنی حقیقی مراد لینے سے مانع ہو یہ مجاز ہے۔ وہ علاقہ اگر مشابہت کا ہو تو اس کو استعارہ کہتے ہیں اور مشابہت کے علاوہ کوئی اور علاقہ ہو تو اس کو مجاز مرسل کہتے ہیں۔

پہلا تجوز

"بین الیدین" کا حقیقی معنی ہے دونوں عضووں (ہاتھوں) کے درمیان کا فاصلہ، جب کہ اس سے مراد سامنے والی دائیں بائیں دونوں قریبی جہتیں ہیں، یدین، مشبہ، اور محاذی جہتیں، مشبہ بہ، تو یدین بول کر محاذی، قریبی جہتیں مراد لینا یہ مجاز مرسل ہے اس لیے کہ مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان غیر مشابہت، یعنی قرب و مجاورت کا علاقہ ہے۔

مجاز مرسل کے چوبیس علاقے ہیں

جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:
(۱)جزء بول کر کل مرادلینا (۲)کل بول کر جزمرادلینا
(۳)سبب بول کر مسبب مرادلینا
(۴)مسبب بول کر سبب مرادلینا
(۵)ماضی بول کر مستقبل مرادلینا
(۶)مستقبل بول ماضی مرادلینا
(۷)حال بول کر محل مرادلینا
(۸)محل بول کر حال مرادلینا (۹)قرب ومجاورت
(۱۰)علت بول کر معلول مرادلینا
(۱۱)معلول بول کر علت مرادلینا۔

دوسرا تجوز

اس آیت کریمہ میں استعارہ تمثیلیہ بھی ہے، استعارہ تمثیلیہ وہ ترکیب جو معنی موضوع لہ کے غیر میں مستعمل ہو علاقہ مشابہت کی وجہ سے ساتھ ہی ایسا قرینہ بھی ہو جو معنی حقیقی مراد لینے سے مانع ہو۔استعارہ تمثیلیہ میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں ہیئت ہوتے ہیں جن کا امور متعددہ سے انتزاع ہوتاہے۔(البلاغة الواضحة)

اس آیت کریمہ میں میں ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حال کو، جو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے بغیر ایک دینی معاملے میں سبقت کر رہے تھے،اس خادم کے حال سے تشبیہ دی گئی،جو مخدوم کی مرضی کے بغیر اس سے آگے آگے چل رہاہو، پھر اس ترکیب کا جو مشبہ بہ پر دال ہے، مشبہ کے لئے استعارہ کرلیا گیا۔ دونوں میں وجہ جامع یہ ہے کہ دونوں اپنے اپنے مالکوں کی رضا کے بغیر ہی آگے بڑھ رہے ہیں۔ یہ قرینہ حالیہ ہے۔(حاشیۂ خفاجی علی بیضاوی)

علم معانی

ہر کلام یا تو خبر ہوگا یا انشا، اس آیت کا پہلا جملہ ”یاایھاالذین آمنوا“ انشا طلبی کی قسم ندا کی قبیل سے ہے، ندا کہتے ہیں:”طلب الاقبال بحرف نائب مناب ادعوا“ (دروس البلاغہ)

کسی کی توجہ کو طلب کرنا ایسے حرف کے ذریعے جو ادعوا کے قائم مقام ہو، یہاں وہ حرف یاہے،اس کے ذریعے اہل ایمان کی توجہ مبذول کرائی جارہی ہے تاکہ حکم الہی پر گوش برآواز ہوجائیں۔

الذین:اسم موصول حقیقت میں اس وقت لایا جاتا ہے جب وہ بطورِ ایک طریقے کے متعین ہوتاہے، لیکن یہاں ایسا نہیں ہے، پھر اسم موصول کیوں ذکر کیا؟؟ تو دراصل اسم موصول کبھی دیگر مقاصد، مثلاً تعلیل، خطا پر تنبیہ، تھویل وغیرہ کے لئے بھی لایا جاتا ہے ،تو اس جملے میں تشویق و ترغیب کے لئے ہے،اللہ تعالی نے ان خوش نصیبوں کو ایمان کی نعمت سے سرفراز کیاہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کے اوامر پر عمل پیرا ہوں اور نواہی سے اجتناب کریں۔

آمنوا:جملہ خبریہ فعلیہ، مخصوص زمانے میں اختصار کے ساتھ حدوث کے افادے کے لئے موضوع ہوتا ہے لہذا یہ جملہ زمانۂ ماضی میں ایمان کے متحقق ہونے پر دال ہے یعنی اے وہ لوگوں! جو زمانہ گزشتہ میں وصف ایمان کے ساتھ متصف ہوچکے ہو۔

لاتقدموا:یہ انشا طلبی کی قسم نہی ہے، نہی کا معنی ہے: ”قول القائل لغیرہ علی سبیل الاستعلا(لاتفعل)“،یعنی قائل کا کسی دوسرے کو بطورِ استعلاء لاتفعل (تومت کر) کہنا، تو اللہ تعالی نے اہل ایمان کو رسول پاک ﷺ سے قولا، فعلا آگے بڑھنے سے روک دیا۔

اصول: جب بھی سامع کو کسی حکم کا افادہ مقصود ہو تو معنی پر دلالت کرنے والے ہر لفظ کا ذکر اصل ہے،اور جو لفظ کلام سے معلوم ہوتاہو بقیہ کلام کے دلالت کرنے کی وجہ سے تو اس کو حذف کرنا اصل ہے۔ اور جب دونوں اصلیں متعارض ہوں تو ایک کے مقتضی سے دوسرے کے مقتضی کی طرف کسی نہ کسی سبب اور داعی کی وجہ سے ہی عدول کیا جاتاہے، توکچھ ذکر کے دواعی ہیں اور کچھ حذف کے، بر تقدیر تعدیہ، لا تقدموا کا مفعول بہ محذوف ہے، تو اس میں داعی حذف،اختصار کے ساتھ فعل یا متعلقات فعل میں عموم پیدا کرناہے۔ جیسے یحیی،ویمیت کے مفعول بہ کا حذف، عموم کا فائدہ دیتاہے کہ وہی ہر ہر نفس کو جلاتاہے اور مارتاہے،ایسے ہی لاتقدموا کے مفعول کو حذف کرنے سے مفہوم یہ ہوا کہ

کسی بھی شئ کو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ کرو، نہ اپنے قول وفعل کو نہ ہی دوسرے کے قول وفعل کو نہ اور کسی چیز کو بین یدی اللہ ورسولہ: لا تقدموا مسند اور مسند الیہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے مطلق ہے لیکن اس کو ایک متعلق فعل یعنی مفعول فیہ سے مقید کیا گیا، اس مکان کو بیان کرنے کے لئے جس میں فعل کا وقوع ہوا۔

اصول: اطلاق اس مقام پر ہوتا ہے جہاں کسی بھی طریقے سے حکم کو مقید کرنے سے کوئی غرض متعلق نہ ہو، تاکہ سامع اس میں ہر ممکن طریقہ اختیار کر سکے اور تقیید وہاں ہوتی ہے جہاں حکم کو مخصوص طریقے سے مقید کرنے سے غرض وابستہ ہوتی ہے، اگر اس کی رعایت نہ کی جائے تو فائدہ مطلوبہ حاصل نہ ہو، (دروس البلاغة)

لہذا یہ جملہ اگر مطلق ہوتا تو مطلقًا آگے بڑھنے سے نہیں معلوم ہوتی جب کہ مقصود، اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ سے آگے بڑھنے کی ممانعت ہے، اس لیے ''لاتقدموا'' کو ''بین یدی اللہ'' سے مقید فرمایا۔

''یدي اللہ'' معرفہ لایا گیا کیونکہ یہاں غرض، کلام کو ذات معین (باری تعالی) کے ساتھ مربوط کرنے سے متعلق ہے۔ اوریدی کو اسم جلالت کی طرف مضاف کرکے معرفہ لایا گیا مضاف الیہ کی تعظیم کی وجہ سے اس لیے کہ یہاں اسم جلالت بطور ایک طریقہ متعین نہیں ہے۔

''ورسولہ'' اسم جلالت کو تابع معطوف ''ورسولہ'' سے مقید کیا گیا معطوف اور معطوف علیہ کو جمع کرنے کے لئے، جس کا فائدہ واؤ دے رہا ہے جو مطلق جمع کے لئے ہے۔ اور رسول کی، ضمیر غائب کی طرف اضافت، جس کا مرجع اسم جلالت ہے، تعظیم مضاف کی وجہ سے ہے۔ اور ضمیر اختصار کی وجہ سے لائی گئی، اور غائب کی ضمیر اس لئے کہ مقام غیوبت کا ہے۔

واتقوا اللہ یہ انشا طلبی کی قسم امر ہے، امر کہتے ہیں ''قول القائل لغیرہ علی سبیل الاستعلا افعل'' یعنی قائل کا کسی دوسرے کو بطور استعلاء ''افعل'' (تو کر) کہنا۔ امر حقیقی معنی میں مستعمل ہے، اس لیے کہ اللہ تعالی سے ڈرنا امر لابدی ہے۔ فاعل کو ضمیر کی صورت میں اختصار کی وجہ سے لایا گیا، اور ضمیر حاضر اس لیے کہ مقام خطاب کا ہے۔ فعل امر کو اللہ اسم جلالت مفعول بہ سے مقید کیا گیا اس ذات واجب الوجود کو بتانے کے لئے جس سے ڈرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔ اسم جلالت علم تعظیم کی وجہ سے لایا گیا۔

کلام خبری: دو قسم پر ہے: جملہ اسمیہ، جملہ فعلیہ۔ جملہ اسمیہ موضوع ہوتا ہے مسند کو مسند الیہ کے لئے محض ثابت کرنے کے لئے۔ اسم جلالت مسند الیہ ہے، سمیع علیم دونوں مسند ہیں، سو اس جملہ سے ذات واجب الوجود کے لئے صفت سمع وعلم کا اثبات ہے۔

خبر کی دو صورتیں ہیں:

(۱) فائدہ خبر (۲) لازم فائدہ خبر، ان اللہ سمیع علیم فائدہ خبر ہے، اس لئے کہ یہاں مخاطبین اہل ایمان کو وہ حکم پیش کیا جارہا ہے جس پر جملہ مشتمل ہے، یعنی رب قدیر ان کے اقوال کو سنتا ہے اوان کے دلوں کی باریکیوں سے آگاہ ہے، یہ حقیقت اہل ایمان کو باور کرائی جارہی ہے۔

ان: حرف تاکید ہے، خبر، تاکید پر مشتمل ہونے یا تاکید سے خالی ہونے کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں:

(۱) خبر ابتدائی: اگر مخاطب خالی الذہن ہو تو تاکید سے خالی کلام پیش کیا جاتا ہے۔

(۲) خبر طلبی: اگر مخاطب متردد، طالب معرفت ہو تو ایک تاکید لانا مستحسن ہے۔

(۳) خبر انکاری: اگر مخاطب منکر ہو تو انکار کے مطابق تاکید لانا واجب ہے۔

ان اللہ سمیع علیم: اس آیت کریمہ میں مقتضی ظاہر کے خلاف کلام لایا گیا ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اللہ تعالی کے سمیع و علیم ہونے کے بارے میں متردد نہیں تھے، اس لیے تقاضہ ظاہر یہ ہے کہ کلام تاکید سے خالی ہوتا، مگر اللہ تعالی کے ارشاد ''واتقوا اللہ'' سے ایک سوال ناشی ہوا کہ اللہ تعالی سے کیوں ڈریں؟ تو صحابہ کرام اس سوال کے جواب کے ایسے ہی پر شوق ہو کر منتظر تھے جیسے ایک متردد طالب معرفت منتظر ہوتا ہے اس لیے ایک تاکید لائی گئی۔

علم قرأت

یاأیھا الذین آمنوا لاتقدموا: امام یعقوب حضرمی نے لاتقدموا دال کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے، اصل میں تتقدموا تھا، باب تفعّل کے بعض صیغ میں جب دو تا جمع ہوتی ہیں تو ایک تا کو حذف کرنا شائع وذائع ہے۔ دیگر قراء نے لاتقدموا دال کے کسرے کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام یعقوب بن اسحق حضرمی

یہ قراء عشرہ سے ہیں، نام یعقوب بن اسحق حضرمی بصری، ولادت ۱۱۷ھ جماعت کثیرہ سے تحصیل قراءت کی، امام کسائی، محمد بن رزیق کوفی، امام حمزہ سے بھی سماع حاصل ہے ،ان کی سند قرات یہ ہے: یعقوب بن اسحق بن زید، سلام بن سلیمان الطویل ، عاصم بن ابی النجود، ابو عبد الرحمن سلمی، علی ابن ابی طالب، رسول اللہ ﷺ۔ وفات: ذی الحجہ ۲۰۵ھ

باقی قراء تسعہ کے اسماء گرامی و مختصر تعارف

﴿۱﴾ نافع بن عبد الرحمن بن أبي نعيم المدني متولد ۷۰ھ تقریباً ستر تابعین سے سماع حاصل ہے، اور ان سے امام اصمعی، امام مالک، قالون، عثمان بن سعید نے سماع کیا۔ وفات ۱۶۹ھ۔

﴿۲﴾ عبد اللہ بن کثیر الداری المکی متولد ۴۵ ہجری، انھوں نے عبداللہ بن سائب سے تحصیل علم کی۔ ان کے تلامذہ سفیان بن عیینہ، امام النحو خلیل بن احمد متوفی ۱۲۰ھ

﴿۳﴾ أبو عمرو بن العلاء البصري المازني ۶۸ ہجری حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا، حفص بن عمر، صالح بن زیاد، وفات ۱۵۴ھ۔

﴿۴﴾ عبداللہ بن عامر الیحصبی الشامی ولادت ۲۱ھ حضرت ابو درداء ، مغیرہ بن ابی شہاب سے سماع حاصل ہے، ہشام بن عمار، ابن ذکوان ان کے راوی ہیں۔ وفات ۱۱۸ھ

﴿۵﴾ عاصم بن أبي النجود الأسدي الكوفي عبداللہ بن حبیب سلمی، سعید بن عیاش، زر بن جیش۔

یہ حضرات حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب کے بلا واسطہ راوی ہیں۔ ان کے تلامذہ امام اعظم ابو حنیفہ، حماد بن سلیمان، فضیل بن عیاض، ابو بکر شعبہ حفص بن سلیمان، وفات/۱۲۷ھ

﴿۶﴾ حمزة بن حبيب الزيات الكوفي ولادت ۸۰ ہجری، امام اعمش کے شاگرد ہیں، ان کے تلامذہ میں ابراہیم بن ادہم ، کسائی، سفیان ثوری جیسے اجلہ اکابر ہیں وفات ۱۵۶ھ

﴿۷﴾ أبو الحسن علی بن حمزة الکسائی النحوی الکوفی ولادت ۱۱۹ھ، عیسی بن عمرو اور ابو بکر بن عیاش سے تحصیل قراءت کی ،ابو الحارث اور دوری ان کے راوی ہیں، وفات ۱۸۹ھ

﴿۸﴾ أبو جعفر یزید بن القعقاع المدنی عبداللہ بن عیاش مخزومی کے آزاد کردہ غلام، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے تحصیل قراءت کی، امام نافع بن ابی نعیم، سلیمان بن مسلم امام ابو عمرو ان کے تلامذہ میں ہیں۔ وفات/۱۳۰ھ

﴿۹﴾ خلف بن ہشام بزار بغدادی ولادت/۱۵۰ھ دس سال کی عمر میں حفظ قرآن کیا، حفاظ حدیث میں سے ہیں، امام مسلم ، امام ابو داؤد ان سے روایت کرتے ہیں ۔ وفات/۲۲۹ھ

(ملخص از تدوین قران مصنفہ علامہ محمد احمد مصباحی)

علم تجوید

یاآیھاالذین آمنوا: اس میں مد منفصل ہے کیوں کہ حرف مد کے بعد ہمزہ دوسرے کلمے میں ہے، حروف مد تین ہیں: الف، واؤ، یاء۔ سبب مد دو ہیں: ہمزہ سکون ۔ مد منفصل میں توسط ہے اور توسط کی مقدار امام شاطبی رحمہ اللہ کے نزدیک ڈھائی الف ہے۔

(شرح الشاطبیہ از ملا علی قاری بحوالہ فیضان تجوید)

"بین یدی اللہ" اسم جلالت کا لام ما قبل مکسور ہونے کی وجہ سے باریک پڑھا جائے گا۔

ورسولہ: راءپر فتحہ، ضمہ ہونے کی صورت میں راءپر ہوتاہے،اس لیے ورسولہ کاراپر ہوگا۔

"واتقوا اللہ" اور "ان اللہ" میں لفظ اللہ کا لام بھی بوجہ فتحہ پر ہوگا۔ "واتقوا اللہ" اتتقو میں تاکاتامیں ادغام مثلین ہے ۔ادغام مثلین: مدغم اور مدغم فیہ ایک جنس کے ہوں جیسے اذذھب۔اتقوامیں واؤساکنہ کے بعد اسم جلالت کاالف لام بھی ساکن ہے، لھذااجتماع ساکنین کی وجہ سے واؤ لفظوں میں حذف ہوگیامگر رسماموجود ہے۔

علم تفسیر: آیت کریمہ کے اسباب نزول کے بارے میں مفسرین کے چنداقوال ہیں:

پہلا قول:

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے تخریج کیا،انھوں نے کہا: قبیلہ بنو تمیم کے کچھ لوگ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ ان پر قعقاع بن معبد کوامیر مقرر فرمادیں! حضرت عمر فاروق نے عرض کی کہ اقرع بن حابس کو امیر مقرر فرمادیں۔اس پر حضرت ابو بکر نے حضرت عمر سے فرمایاکہ تم میرے خلاف کا ارادہ کرتے ہو۔انہوں نے کہا: میں نے آپ کے خلاف کاارادہ نہیں کیا اس پر دونوں میں بحث بڑھ گئی یہاں تک کہ ان کی آوازیں بلند ہو گئیں۔اس پر حکم نازل ہواکہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو ان کی مرضی ہے جس کو چاہیں امیر مقرر فرمادیں اور جسے چاہیں مقرر نہ کریں۔

دوسرا قول

حضرت حسن بصری نے فرمایا: چند لوگوں نے عیدُالاضحی کے دِن سرکارِدوعالم ﷺ کے نمازادا کرنے سے پہلے قربانی کرلی توان کو حکم دیاگیا کہ دوبارہ قربانی کریں۔

تیسرا قول:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے کہ بعض لوگ رمضان سے ایک دن پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کردیتے تھے،ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیاگیاکہ روزہ رکھنے میں اپنے نبی ﷺ سے آگے نہ بڑھو۔

چوتھا قول

حضرت قتادہ نے کہا: بعض لوگ کہتے تھے کاش میرے متعلق یہ نازل ہوتا کاش میرے متعلق وہ نازل ہوتا،اس پر یہ نازل ہوئی۔ قاضی ابو بکر ابن العربی نے ان اقوال کوذکر کرنے کے بعد فرمایا:

وهي كلها صحيح تدخل تحت العموم، فالله أعلم ما كان السبب المثير للآية منها، ولعلها نزلت دون سبب، یعنی یہ سارے اقوال صحیح ہیں، عموم کے تحت داخل ہیں، تواللہ تعالی زیادہ جانتاہے کہ اس آیتِ کریمہ میں کس سبب کی طرف اشارہ ہے، ممکن ہے اس آیت کے ایک سے زائد اسباب نزول ہوں۔(الجامع لأحكام القرآن للقرطبي)

آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال: سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: کتاب وسنت کے خلاف کوئی بات نہ کہو۔ایک اور روایت میں آپ ہی سے ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالی نے مسلمانوں کو حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے کلام کرنے سے ممانعت فرمائی ہے۔امام مجاہد نے کہا: اللہ اور اس کے رسول سے متعلق کوئی بات نہ کرو یہاں تک کہ اللہ تعالی اپنے رسول ﷺ کی زبان سے بتائے۔ابن جریر نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے پیشوا یاامام کے ارشاد کے بغیر خود ہی امر و نہی کے نفاذ میں جلدی کرے تو اہل عرب کہتے ہیں "فلان يقدم بين يدي امامه"،یعنی فلاں شخص اپنے امام کے آگے آگے چلتاہے۔زجاج نے کہا: جن عبادتوں کے اوقات مقرر ہیں ان کے وقت آنے سے پہلے ان عبادتوں کو نہ کرو۔(النکت والعیون،ج:۵،ص:۳۲۶بحوالہ تبیان القرآن)

مصطفی جان رحمت کی بارگاہ کے آداب: یہ آداب ہیں جن کی اللہ تعالی نے اپنے محبوب پاک ﷺ کی تعظیم و توقیر کے حوالے سے اہل ایمان کو تعلیم ارشاد فرمائی، ایک شاگرد استاد کی، مرید اپنے شیخ کی بیٹا اپنے باپ کی بارگاہ کے آداب سکھاتاہے، مگر یہ مصطفی کریم ﷺ کی شان محبوبی ہے کہ خود اللہ تعالی نے بارگاہِ نبوت کے آداب سکھائے ہیں۔باری تعالی نے ارشاد فرمایا:"اے ایمان والو! اللہ اور اس

کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے"۔ یعنی محبوب پاک سے پہلے کسی بھی چیز میں جلدی نہ کرو بلکہ جمیع معاملات میں ان کے تابع ہو جاؤ! نہ تو ان کے ارشاد سے پہلے کوئی بات کہو اور نہ ہی محبوب ﷺ سے پہلے کوئی کام کرو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہی طریقہ کار تھا، وہ نفوس قدسیہ اپنے قول و فعل میں کسی بھی طرح، حضور اقدس ﷺ پر تقدم و سبقت اختیار نہ کرتے۔

حضرت ابو بکر صدیق: حضرت سہل بن سعد ساعدی کہتے ہیں کہ "نبی اکرم ﷺ قبیلہ عمرو بن عوف کے بیچ صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے، جب نماز کا وقت ہوا تو مؤذن حضرت ابو بکر کے پاس آیے اور عرض کی کہ آپ نماز پڑھا دیں تو اقامت کہی جائے؟ حضرت ابو بکر نے فرمایا ٹھیک ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھانے کھڑے ہو گئے نماز کے دوران میں حضور اکرم ﷺ تشریف لے آئے اور صف میں کھڑے ہو گئے بعض صحابہ نے ہاتھ پر ہاتھ مارا حضرت ابو بکر نماز میں کسی طرف توجہ نہ فرماتے تھے، جب صحابہ کرام نے زیادہ ہاتھ پر ہاتھ مارا تو حضرت ابو بکر صدیق نے حضور ﷺ کو دیکھا تو حضور نے اپنی جگہ ٹھہرے رہنے کا اشارہ فرمایا تو حضرت ابو بکر صدیق نے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر حضرت ابو بکر پیچھے ہٹ گئے اور صف میں کھڑے ہو گئے اور حضور اقدس ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضور نے فرمایا: جب میں نے تمہیں اجازت دے دی تھی تو اپنی جگہ کیوں کھڑے نہ رہے، تو حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کی "ماکان لابن أبي قحافه أن يصلي بين يدى رسول الله ﷺ ابو قحافہ کے بیٹے کو اتنا زہرہ نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ سے آگے بڑھ کر نماز پڑھائے (بخاری شریف ج:۱، ص:۹۴)

یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حد درجہ ادب و احترام تھا کہ حضور کی موجودگی میں آپ مصلی امامت پر کھڑے نہ رہے اور پیچھے ہٹ گئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: چھٹی ہجری میں نبی کریم ﷺ صحابۂ کرام کے ہمراہ عمرہ ادا کرنے کے لئے مکۂ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، جب آپ ﷺ حُدیبیہ پہنچے تو قریش آپ کی تشریف آوری سے گھبرا گئے۔ ایسے حالات میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قریش کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ انہیں جاکر بتاؤ کہ ہم لڑنے نہیں بلکہ عمرہ ادا کرنے آئے ہیں۔ جب آپ مکہ پہنچے تو حُدیبیہ میں موجود صحابۂ کرام علیہم الرضوان کہنے لگے کہ عثمان رضی اللہ عنہ خوش نصیب ہیں، انہیں بیت اللہ کے طواف کی سعادت نصیب ہو چکی ہو گی۔ یہ سُن کر مصطفی کریم ﷺ نے فرمایا: میرا انہیں خیال کہ ہم یہاں ہوں اور عثمان ہمارے بغیر طواف کر لے جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ سے واپس تشریف لائے تو صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے پوچھا: اے ابو عبداللہ! (یہ حضرت عثمان غنی کی کنیت تھی) آپ نے طوافِ کعبہ کی سعادت تو حاصل کر لی ہو گی؟ تو اُس عشق و وفا کے پیکر نے جواب دیا: قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر میں پورا سال مکۂ مکرّمہ میں ٹھہرا رہتا اور مصطفے ﷺ حُدیبیہ میں ہوتے تب بھی میں اس وقت تک بیتُ اللہ شریف کا طواف نہ کرتا جب تک کہ آپ ﷺ طواف نہ کر لیتے۔ ہاں قریش نے مجھے طواف کرنے کا کہا تو تھا مگر میں نے انکار کر دیا۔ (دلائل النبوۃ، ج:۴، ص:۱۳۴)

سبحان اللہ! یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب و احترام تھا کہ آپ نے موقع پانے کے باوجود حضور اقدس ﷺ سے پہلے طواف نہ کیا۔

حضرت معاذ بن جبل: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب حضور نے یمن کا گورنر مقرر فرما کر بھیجا تو فرمایا: اے معاذ فیصلہ کس چیز کے ذریعے کرو گے؟ عرض کی کتاب اللہ سے، حضور نے فرمایا اگر اس میں نہ پاؤ تو؟ عرض کی سنت رسول سے، فرمایا: اگر اس میں بھی نہ پاؤ تو حضرت معاذ بن جبل نے عرض کی: "اجتهد برائی" میں اپنے رائے سے فیصلہ کروں گا۔ تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کی سنت کو اپنی رائے پر مقدم کیا اور اپنی رائے کو موخر

کیا، یہ بھی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ادب واحترام کی ایک صورت ہے۔(اصول الشاشی، مبحث القیاس)

علم عقائد: ایمان: دل سے سچا جاننا، شرع میں ان چیزوں کو سچا ماننا جو حضور اقدس ﷺ اللہ کی طرف سے لائے۔ اصلِ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے، اعمالِ بدن تو اصلاً جزو ایمان نہیں۔ رہا اقرار، اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر تصدیق کے بعد اس کو اظہار کا موقع نہ ملا تو عند اللہ مومن ہے اور اگر موقع ملا اور اُس سے مطالبہ کیا گیا اور اقرار نہ کیا تو کافر ہے اور اگر مطالبہ نہ کیا گیا تو احکام دنیا میں کافر سمجھا جائے گا، نہ اُس کے جنازے کی نماز پڑھیں گے، نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں گے، مگر عند اللہ مومن ہے اگر کوئی امر خلافِ اسلام ظاہر نہ کیا ہو، مسلمان ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ زبان سے کسی ایسی چیز کا انکار نہ کرے جو ضروریاتِ دین سے ہے، اگرچہ باقی باتوں کا اقرار کرتا ہو، اگرچہ وہ یہ کہے کہ صرف زبان سے انکار ہے دل میں انکار نہیں۔(ملخص از بہار شریعت)

ایمان کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱)ایمان مطبوع ،فرشتوں کا ایمان۔(۲)ایمان معصوم ،انبیا کا ایمان۔(۳)ایمان مقبول، مومنین کا ایمان ۔(۴)ایمان موقوف ،بدعتیوں کا ایمان۔(۵)ایمان مردود ، منافقوں کا ایمان۔(تعریفات از سید السند)

اس ایت کریمہ میں اسم جلالت کی طرف یدین کی نسبت کی گئی ہے (گو کے یدین کا مجازی معنی مراد ہے) مگر اللہ تعالی کی طرف یدین کی نسبت سے اشتباہ پیدا ہو رہا ہے۔ دراصل آیات قرآنی کی دو قسمیں ہیں: **محکم:** وہ آیات جن کے معانی میں کوئی اشتباہ نہیں بلکہ قران سمجھنے کے اہلیت رکھنے والے کو آسانی سے سمجھ آجاتے ہوں **متشابہ:** یعنی وہ آیات جن کے ظاہری معنی یا تو سمجھ میں ہی نہیں آتے جیسے حروفِ مقطعات، یا جن کے معنی سمجھ تو آتے ہیں لیکن وہ مراد نہیں ہوتے جیسے اللہ تعالی کے ید یعنی ہاتھ اور وجہ یعنی چہرے والی آیات۔(صراط الجنان)

آیات متشابہات کے بارے میں تین مذاہب ہیں:

مذہب اسلم: ان کی مراد اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ ہی جانتے ہیں، یہ عقیدہ رکھنا۔

مذہب سالم: ان آیات کو ایسے معانی پر محمول کرنا جو عقائد اسلامی سے متصادم نہ ہو، جیسے ید سے قدرت، وجہ سے ذات مراد لینا۔

مذہب زائغ: ان کے ایسے معانی مراد لینا جو عقائد اسلامی سے یکسر متصادم ہوں جیسے ان آیات سے باری تعالی کے لئے جسم اور لوازم جسم ثابت کرنا۔ (افادات حضور حافظ ملت) اس آیت میں حضور اکرم ﷺ کی تعظیم اور ادب کا حکم ہے۔

تعظیم رسول عقیدۂ اسلامی کی روشنی میں:

حضورِ اقدس ﷺ کی تعظیم یعنی اعتقادِ عظمت جزو ایمان ورکنِ ایمان ہے اور فعلِ تعظیم بعد ایمان ہر فرض سے مقدّم ہے۔(فتاوی رضویہ، ج:۱۵، ص:۱۶۸)

آیت کریمہ "لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ" (الفتح:۹) کے تحت ہے: یہ رسول کا بھیجنا کس لئے ہے خود فرماتا ہے: "اس لئے کہ تم اللہ ورسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو"۔ معلوم ہوا کہ دین وایمان محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کا نام جو ان کی تعظیم میں کلام کرے اصل رسالت کو باطل وبیکار کیا چاہتا ہے"(ماخوذ از حاشیہ بہار شریعت)

علم فقہ: اس آیت مبارکہ سے مختلف اسباب نزول کے اعتبار سے متعدد مسائل فقہیہ مستنبط ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی روایت کے مطابق مسائل فقہیہ:

حضرت عائشہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے رمضان کا چاند دیکھنے سے پہلے ہی روزہ رکھ لیا، تو اللہ تعالی نے اس سے ممانعت فرمائی۔ یوم شک کا روزہ مکروہ ہے، حضرت عمار بن یاسر نے فرمایا: جس نے شک کے دن روزہ رکھا اس نے ابو القاسم ﷺ کی نافرمانی کی، (بخاری شریف)، یوم شک: تیس شعبان کا دن، جب کہ ۲۹؍ شعبان کی شام کو مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے چاند نہ دکھائی دیا ہو، فوائد ظہیریہ میں ہے:

"یوم الشك هو الیوم الذی یتم به الثلاثون ولم یهل الهلال لیلة لاستتار السماء بالغمام"

مجتبیٰ میں ہے:"اذا لم یر علامة لیلة الثلاثین والسماء متغیرة یقع الشك أما لو كانت السماء مصحیة فلم یر الهلال فلیس یوم الشك"
(حاشیہ ہدایہ،ج:۱،ص:۱۹۳)

ہاں اگر نفلی روزے رکھنے کا اس کا معمول ہو اور یوم شک آجائے تو؟ ہدایہ میں ہے:"لا یصومون یوم الشك الا تطوعا" (ہدایہ ج:۱،ص:۱۹۳) اس کا مفاد یہ ہے کہ یوم شک میں نفلی روزہ رکھ سکتے ہیں۔

حضرت حسن بصری کی تفسیر کے مطابق مسائل فقہیہ: حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت کے مطابق نماز عید کی ادائیگی سے پہلے قربانی کی ممانعت ہے، لہذا شہر میں قربانی کی جائے تو شرط یہ ہے کہ نماز ہوجائے، پس نماز عید سے پہلے شہر میں قربانی نہیں ہوسکتی اور دیہات میں چونکہ نماز عید نہیں ہے، یہاں طلوع فجر کے بعد سے ہی قربانی ہوسکتی ہے اور دیہات میں بہتر یہ ہے کہ بعد طلوع آفتاب قربانی کی جائے اور شہر میں بہتر یہ ہے کہ عید کا خطبہ ہونے کے بعد قربانی کی جائے۔(عالمگیری بحوالہ بہار شریعت)

امام زجاج کی تفسیر کے مطابق مسائل فقہیہ: مامور بہ کی دو قسمیں ہیں(۱) مطلق عن الوقت: جو کسی وقت سے مقید نہ ہوں جیسے قضاء نماز، قضا روزے، نذر اعتکاف (۲) مقید بالوقت: جس میں مامور بہ کسی وقت کے ساتھ مقید ہو۔ جیسے نماز پنجگانہ، رمضان کے روزے، حج، یہ اوقات مخصوصہ کے ساتھ مقید ہیں لہذا قبل از وقت ان کی ادائیگی سے بندہ عہدہ برآ نہیں ہوگا، یہاں زکوۃ ایسا فریضہ ہے جس میں دفع حاجات فقراء کی بناپر تعجیل بھی جائز ہے۔

تعجیل زکوۃ کے بارے میں مذاہب فقہاء: جو مال نصاب کو پہونچ جائے اور اس پر ایک سال گزر جائے، تو اس میں زکوۃ واجب ہے، لیکن سال گزرنے سے پہلے بندہ اگر زکوۃ ادا کرنا چاہے تو باتفاق ائمہ اربعہ کر سکتا ہے، لیکن کتنے دن پہلے دے سکتا ہے، اس بارے میں اختلاف ہے، حضرات مالکیہ کے نزدیک صرف کچھ ہی دن مثلا ایک مہینے پہلے زکوۃ دے سکتا ہے اس سے پہلے جائز نہیں، علامہ ابن عبد البر نے استذکار میں فرمایا:"قال مالك واصحابه: لا یجوز تعجیل الزكاة قبل الحول الا بیسیر ، والشهر عندهم یسیر"(الاستذکار،ج:۶،ص:۵۱۲)

ائمہ احناف کے نزدیک ایک ماہ کی قید نہیں ہے، ایک سال، دوسال پیشتر ادائیگی سے بھی زکوۃ ادا ہوجائے گی۔

امام سرخسی فرماتے ہیں:"تعجیل الزكاة عن المال الكامل الموجود فی ملكه من سائمة أو غیرها جائز عن سنتین أو اكثر"
(المبسوط،ج:۲،ص:۱۷۶)

حضرات شافعیہ کے نزدیک ایک سال پہلے تو دے سکتے ہیں لیکن اس سے پہلے جائز نہیں ہے اس لیے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے حضور ﷺ سے ایک سال قبل زکاۃ ادا کرنے کی اجازت مانگی تھی تو حضور نے انھیں رخصت عطا فرمائی۔امام شربینی شافعی فرماتے ہیں :"ویجوز تعجیلها فی المال الحولی قبل تمام الحول فیما انعقد حوله"(مغنی المحتاج،ج:۱،ص:۴۱۶)

حضرات حنابلہ میں، امام ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:
"ویجوز تقدمة الزكاة وجملته:انه متی وجد سبب وجوب الزكاة، وهو النصاب الكامل،جاز تقدیم الزكاة"(المغنی،ج:۲ص:۴۷۰)

فقہاء کرام کی ان عبارتوں کی روشنی میں یہ مسئلہ واضح ہوگیا کہ زکوۃ وقت سے پہلے بھی دے سکتے ہیں۔

علم تصوف:

اس آیت میں اللہ تعالی سے ڈرنے کا حکم دیا گیا ہے، بندے کے لیے اپنے خالق حقیقی سے ڈرنا کتنا ضروری ہے قرآن مجید کی آیات مبارکہ اور واحادیث نبویہ اقوال سلف صالحین سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:
يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ (نساء آیت:۱)

ترجمہ: اے لوگو ڈرو اپنے اس رب سے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ (نساء:۱۰۲)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مسلمان ہوکر ہی مرنا۔امام ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت(اتقوا الله حق تقاته) کے تحت فرمایا: بندہ،اس

کی اطاعت کرے، نافرمانی نہ کرے، یاد کرے، اسے بھولے نہ، شکر ادا کرے، ناشکری نہ کرے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ (انبیاء آیت:۱)

ترجمہ: اے لوگو اپنے رب سے ڈرو یقینا قیامت کا زلزلہ بڑی چیز ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابن مسعود سے ارشاد فرمایا: اگر تم مجھ سے ملنا چاہتے ہو تو میرے بعد خوف زیادہ رکھنا (احیاء العلوم، ۱۹۸/۶)

حضرت عبد اللہ بن عمر روایت کرتے ہیں: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: دو نہایت اہم چیزوں کو نہ بھولنا، جنت اور دوزخ، یہ کہ کر آپ ﷺ رونے لگے یہاں تک کہ آپ کی داڑھی مبارک تر ہو گئی پھر فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میری جان ہے، اگر تم وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو جنگلوں میں نکل جاؤ، اور اپنے سروں پر خاک ڈالنے لگو۔
(مکاشفۃ القلوب)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے بیٹے کو فرمایا: ''اے میرے بیٹے! سفلہ بننے سے بچنا، اس نے عرض کی کہ سفلہ کون ہے؟ فرمایا: وہ جو رب تعالی سے نہیں ڈرتا'' (شعب الایمان، ج:۱، ص:۶۸ بحوالہ خوف خدا)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا، تو کسی نے عرض کی، مجھے کچھ وصیت ارشاد فرمائیں! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے، اپنے گھر کو لازم پکڑنے، اپنی زبان کی حفاظت کرنے، اور اپنی خطاؤں پر رونے کی وصیت کرتا ہوں (ایضا)

حضرت امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خوف الہی ہی ایسی آگ ہے جو شہوت کو جلا دیتی ہے، اس کی فضیلت اتنی ہی زیادہ ہو گی جتنی زیادہ یہ شہوت کو جلائے گی، اور جس قدر یہ اللہ تعالی کی نافرمانی سے روکے اور اطاعت کی ترغیب دے، اور کیوں نہ ہو؟ کہ اسکے ذریعے پاکیزگی، ورع، تقوی، مجاہدہ نیز اللہ تعالی کا قرب عطا کرنے والے اعمال حاصل ہوتے ہیں۔ (مکاشفۃ القلوب، ص:۱۹۸)

اللہ تعالی کا ڈر اور خوف اگرچہ باطنی چیز، اور قلبی کیفیت ہے مگر اس کی کچھ نشانیاں ہیں جن سے باآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ بندہ اپنے رب سے ڈر رہا ہے چنانچہ حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالی کے خوف کی علامت آٹھ چیزوں میں ظاہر ہوتی ہے: (۱) انسان کی زبان میں، وہ اس طرح کہ رب تعالی کا ڈر اس کو، جھوٹ، غیبت، فضول گوئی سے روکے گا اور اسے ذکرِ الہی، تلاوت قرآن اور علمی گفتگو میں مشغول رکھے گا۔

(۲) اس کی شکم میں، وہ اس طرح کہ وہ اپنے پیٹ میں حرام کو داخل نہ کرے گا اور حلال بھی بقدر ضرورت کھائے گا۔

(۳) اس کی آنکھ میں، وہ اس طرح کہ وہ اسے حرام دیکھنے سے بچائے گا، اور دنیا کی طرف رغبت سے نہیں بلکہ حصول عبرت کے لیے دیکھے گا۔

(۴) اس کے ہاتھ میں، وہ اس طرح کہ وہ کبھی بھی اپنے ہاتھ کو حرام کی جانب نہیں بڑھائے گا بلکہ ہمیشہ اسے اطاعت الہی میں استعمال کرے گا۔

(۵) اس کے قدموں میں یاس طرح کہ وہ انہیں اللہ تعالی کی نافرمانی میں نہیں اٹھائے گا بلکہ اس کے حکم کی اطاعت کے لئے اٹھائے گا۔

(۶) اس کے دل میں، وہ اس طرح کہ وہ اپنے دل سے بغض، کینہ، مسلمان بھائیوں سے حسد کرنے کو دور کردے اور اس میں خیر خواہی اور مسلمانوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کرنے کا جذبہ پیدا کرے۔

(۷) اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں، اس طرح کہ وہ فقط اللہ کی رضا کے لئے عبادت کرے اور ریا نفاق سے خائف رہے۔

(۸) اس کی سماعت میں، اس طرح کہ وہ جائز بات کے علاوہ کچھ نہ سنے۔ (درۃ الناصحین، ص:۱۲۸ بحوالہ خوف خدا)

کلام الہی کا حاصل، در اردو معری: اے اہل اسلام! اللہ اور اس کے رسول سے آگے ہو، اس سے دور رہو، اور اللہ سے ڈرو۔ لا محالہ اللہ سمع والا اور علم والا ہے۔

محمد ناظر القادری مصباحی
متوطن: بزکاوالا
استاد مدرسہ قادریہ مجیدیہ بشیر العلوم
بھوجپور مراد آباد یوپی

عرفان حدیث

شرح حدیث

إنما الاعمال بالنیات

مفتی محمد عاقل رضوی مصباحی
پرنسپل وشیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حدیث شریف مع سند:

''حدثنا الحُمَيْدِيُّ عبد الله بن الزبير ، قال: حدثناسفيان ،قال:حدثنا يحيى بن سعيد الانصاري ،قال: اخبرني محمد بن إبراهيم التَّيْمِيٍ،انه سمع علقمةَ بنَ وقاصِ اللَّيثي ، يقول: سمعتُ عمرَ بنَ الخطابِ رضي اللّٰه عنه على المنبرِ، قال سمعتُ رسولَ اللهﷺ ، يقولُ : إنّما الاعمالُ بالنياتِ، وإنّما لإمرئٍ ما نوىٰ، فمَنْ كانتْ هجرتُه إلىٰ دنيا يُصِيبُها أوْ إلى امراةٍ ينْكِحُها، فهجرتُه إلى ما هاجرَ إليه''

ترجمہ:

امام بخاری فرماتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی حمیدی نے،انہوں نے کہاہم سے حدیث بیان کی سفیان ابن عیینہ نے انہوں نے کہاہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن سعید انصاری نے انھوں نے کہا: ہمیں خبر دی محمد بن ابراہیم تیمی نے انھوں نے علقمہ بن وقاص لیثی کو کہتے ہوئے سناوہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر ابنِ خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کو مسجد نبوی میں منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا حضرت عمر فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم کوسنا آپ نے ارشاد فرمایا: إنما لاعمال بالنیات: سارے اعمال کادارومدار نیتوں پر ہے،ہر انسان کو وہی ملے گاجو اس نے نیت کی، توجس انسان کی ہجرت (ترک وطن) دنیا کمانے کے لیے ہو یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہو تو اسکی ہجرت اسی کی طرف ہے جسکی نیت سے اس نے ہجرت کی ہے۔

حدیث پاک کی باب اور آیت کریمہ سے مطابقت:

اس حدیث مبارک کے ماسبق جو آیت کریمہ ذکر کی گئی ہے ''إِنَّآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ كَمَآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰ نُوحٖ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعۡدِهِۦ'' اس سے حدیث کا کیا تعلق ہے؟ حالانکہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے جو باب معین کیا ہے وہ ہے ''باب کیف کان بدءُ الوحي إلى رسول اللهﷺ'' توآیت کریمہ سے اس حدیث کا تعلق یہ ہے، کہ آیت کریمہ میں ہے:

''إِنَّآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ كَمَآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰ نُوحٖ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعۡدِهِۦ''
(النساء، آیت:۱۶۳)

اور حدیث میں ہے،إنما الاعمال بالنیات تو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ إنما الاعمال بالنیات، کی وحی نبی کریم ﷺ کی طرف بھی کی گئی اور آپ سے پہلے انبیاء کرام کی طرف بھی وحی کی گئی، رہا یہ معاملہ کہ باب سے کیا مناسبت ہے؟ اس لیے کہ باب تو کیف کان بدءالوحی ہے اور اس حدیث میں إنما الاعمال بالنیات (اعمال کے اجر وثواب کی بنیاد) اور ہجرت کاذکر ہے۔

چندمناسبتیں

تو باب سے مناسبت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ حدیث ہجرت کے بیان پر مشتمل ہے اور نبی کریم علیہ الصلوۃ

والسلام کے حق میں مقدمات نبوت ،اللہ کی طرف ہجرت کرنا،اور غار حرامیں اللہ تعالی کی بارگاہ میں مناجات کرنا، گویا کہ اللہ رب العزت جل جلالہ کی طرف ہجرت کرناہےاور تب ہی سے نزول وحی کاآغاز بھی ہوا(یعنی)اللہ تعالی نے آپ کی ذات کا جوانتخاب فرمایااس انتخاب کی ابتدا بھی ہوئی۔

اور یہ کہ حدیث مبارک خطبہ کے قائم مقام ہے، جیسے کتاب کے آغاز میں خطبہ ہوتا ہے توإنما الاعمال بالنیات جو حدیث ہجرت کے بیان پر مشتمل ہے گویا یہ کتاب کامقدمہ ہے۔

سوال: یہ خطبہ کے قائم مقام کیسے ہوگی؟

جواب: یہ حدیث ممبر مسجد پر خطبہ میں بیان فرمائی جب یہ حدیث ممبر کے خطبہ میں بیان کی جاسکتی ہے تو کتاب کے مقدمہ میں بدرجہ اولی خطبہ کی جگہ پربیان کی جاسکتی ہے۔

اس لئے بعض علماء کرام نے یہ ارشاد فرمایا کہ ہر مصنف پر لازم ہے کہ اپنی کتاب کے خطبہ میں اس حدیث مبارک کوضرورذکر کریں۔

راویان حدیث سے متعلق تحقیق:

اب آپ اس حدیث پاک کے راویان پر غور کیجئے۔

حدثناالحُمَیدی، امام بخاری رضی اللہ تعالی عنہ کے استاذ حمیدی،ان کے شیخ سفیان ابن عیینہ، ان کے شیخ یحیی ابن سعید انصاری، ان کے شیخ محمد ابن ابراہیم ،ان کے شیخ علقمہ ابن وقاص لیثی،انہوں نے حضرت عمر بن خطاب سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اس حدیث کے راوی چھ (٦)ہوئے،(۱) حمیدی(۲)سفیان ابن عیینہ(۳)یحیٰی ابن سعید انصاری(۴)محمد ابن ابراہیم (۵) علقمہ ابنِ وقاص لیثی (٦) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنھم۔

تعارف راویان حدیث:

اب ان چھ راویان حدیث کامختصر تعارف پیش ہے:

➢ **حضرت حمیدی**

ان کا نام ہے عبداللہ بن زبیر بنِ عیسیٰ اور ابو بکر انکی کنیت ہے۔۔ یہ نبی کریم ﷺ کے نسب میں قصی(ابن کلاب)میں جا کے مل جاتے ہیں ان کاوصال سنہ ۲۱۹ہجری میں ہوا،ان کی روایت ابو داؤد، نسائی اور مسلم میں ہے اور یہ سفیان ابنِ عیینہ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔

➢ **سفیان:**

نام کے دو مشہور راوی ہیں سفیان ثوری اور سفیان عیینہ اور یہ سفیان ثوری نہیں ہیں بلکہ سفیان ابن عیینہ ہیں یہ علم حدیث، فقہ ،اور علم فتویٰ کے جلیل القدر امام ہیں،امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ کے اساتذہ میں اِنکاشمار ہوتاہے سنہ ۱۰۷ھ ہجری میں پیدا ہوئے، اور ۱۹۸ہجری میں ان کا وصال ہوا ،حضرت حمیدی اور سفیان ابن عیینہ دونوں مکی ہیں۔

➢ **یحییٰ ابن سعید:** ابن قیس مدنی ،تابعی قاضی مدینہ ہیں سنہ ۱۴۴ھ ہجری میں ان کاوصال ہوا۔

➢ **محمد بن ابراھیم:** کثیر الحدیث اصحاب میں شمار ہوتے ہیں،سنہ ۱۲۰ہجری میں پیدائش ہوئی۔

➢ **علقمہ ابن وقاص لیثی:**

جمہور علماء کرام نے ان کو تابعی قرار دیاہے اور بعض علماء نے ان کو صحابی قرار دیا ہے، عبدالملک ابن مروان کے زمانے میں مدینہ طیبہ میں انکاوصال ہوا۔

➢ **حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ**

خلیفہ دوم، نبی کریم ﷺ کے وزیر،اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا رضی اللہ تعالی عنہ ان کے بارے میں کہتے ہیں:

وہ عمر جس کے اعدا پہ شیدا سقر
اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
فاروق حق وباطل امامُ الھدیٰ
تیغِ مسلولِ شدت پہ لاکھوں سلام
ترجمان نبی ہمزبان نبی
جانِ شان عدالت پہ لاکھوں سلام

نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا: عمر جس راستہ سے گزر جاتے ہیں شیطان وہ راستہ بدل لیتا ہے اور آٹھویں پشت میں جا کر ان کا نسب نبی کریم ﷺ سے ملتا ہے انکی والدہ کا نام حنتمہ بنت ہشام ابن المغیرہ ہے۔

عمر بن خطاب نام کے صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی جماعت میں کوئی دوسرے صحابی نہیں ہیں، ہاں ان کے علاوہ عمر نام کے ۲۳ ہیں اور عَمرو ۲۲۴ ہیں۔

اور راویوں میں عُمر بن خطاب نام کے ۶ ہیں، صحابہ کرام میں نہیں بلکہ راویان میں، دو مکی ہیں اور چار مدنی ہیں۔

سند کے عجائب:

اس روایت کے اس سلسلہ سند میں خاص بات یہ ہے کہ پہلے کے دو راوی حمیدی اور سفیان ابن عیینہ مکی ہیں، اور یحییٰ بن سعید، محمد بن ابراہیم، علقمہ ابن وقاص لیثی، عمر ابن خطاب مدنی ہیں۔

دوسری بات یہ ذہن نشیں رکھیں کہ اس میں روایت تابعی عن تابعی عن تابعی یعنی یحییٰ بن سعید تابعی ہیں، انہوں نے روایت کیا محمد بن ابراہیم سے، یہ بھی تابعی ہیں اور انہوں نے روایت کیا علقمہ ابن وقاص لیثی سے، یہ جمہور کے نزدیک تابعی ہیں جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے گویا اس روایت میں یہ تین تابعی ہیں جنہوں نے ایک دوسرے سے روایت کیا اور اگر علقمہ ابن وقاص کو صحابی مانا جائے جیسا کہ بعض علماء کی رائے ہے تو اب اس روایت میں دو صحابی ہو جائیں گے علقمہ ابن وقاص، عمر ابن خطاب اور یحییٰ بن سعید، محمد بن ابراہیم تابعی ہیں۔

اور یہ بات بھی یاد رکھیں کہ سند میں کبھی چار تابعی راوی جمع ہوتے ہیں کہ روایت تابعی عن تابعی عن تابعی عن تابعی اور کبھی ایک روایت میں چار صحابی جمع ہو جاتے ہیں، ایک صحابی نے روایت کی دوسرے صحابی سے اور دوسرے صحابی نے تیسرے صحابی سے روایت کی اور تیسرے صحابی نے روایت کی چوتھے صحابی سے اور چوتھے صحابی نے حضور ﷺ سے۔

ایک بات اور کہ اس میں علقمہ ابن وقاص لیثی، لیث بن بکر کی طرف منسوب ہو کر لیثی کہلائے۔

اب آپ اس روایت میں دیکھیں کہ لفظ حدثنا الحمیدی پھر اسکے بعد حدثنا سفیان، پھر حدثنا یحییٰ، اسکے بعد اخبرنی محمد بن ابراہیم اسکے بعد سمع علقمہ وہ کہتے ہیں یقول سمعت عمرَ ابنَ الخطاب اس میں حدثنا، اخبرنا اور سمعنا ان تینوں صیغۂ ادا کو جمع کیا ہے۔

آپ نے پڑھا ہے کہ یہ سمعنا، حدثنا، اخبرنا، انبأنا، امام بخاری رضی اللہ عنہ کے نزدیک سب کا ایک درجہ ہے اور بعض علماء نے فرمایا صیغہ روایت میں سب سے اعلیٰ درجہ کا صیغہ ہے سمعتُ، اسکے بعد حدثنا، اسکے بعد اخبرنا اور اسکے بعد عن ہے۔

سند حدیث پر حکم:

یہ حدیث اولِ سند کے اعتبار سے غریب ہے اور اخیر کے اعتبار سے مشہور ہے۔ یہ متواتر نہیں ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرنے والے صرف حضرت عمر بن خطاب ہیں اور حضرت عمر بن خطاب سے روایت کرنے والے صرف علقمہ ابن وقاص ہیں اور علقمہ ابن وقاص سے روایت کرنے والے صرف محمد بن ابراہیم ہیں ان سے روایت کرنے والے یحییٰ بن سعید انصاری ہیں۔

یحییٰ بن سعید انصاری تک یہ حدیث غریب ہے اور آپ نے نزھۃ النظر میں ایک اعتراض کے جواب پڑھا ہے، البتہ یحییٰ ابن سعید انصاری سے روایت کرنے والی ایک کثیر جماعت ہے، پچاس سے زیادہ راویان حدیث نے یحییٰ بن سعید سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اس لئے یہ حدیث اول سند کے اعتبار سے غریب ہے لیکن یحییٰ بن سعید کے جو راوی ہیں اسکے اعتبار سے یہ حدیث مشہور ہے۔

تشریح حدیث:

" إنما الاعمال بالنيات، وإنما لإمرئ ما نوى، فمن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها او إلى امراة ينكحها، فهجرته إلى ما هاجر إلهِ"

انما لاعمال بالنیات،یہ حدیث ام الاحادیث سے کہلاتی ہے ،چنانچہ حضرت داؤد رضی اللہ تعالی عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے چھ لاکھ احادیث یاد کیں،ان میں سے میں نے اڑتالیس سو احادیث کو منتخب کیااور فرماتے ہیں کہ اگر چار حدیثوں پر عمل کر لیا جائے تو انسان کی سعادت کے لیے بہت کافی ہے، وہ چار احادیث یہ ہیں:

- ❋ (ا)الاعمال بالنيات
- ❋ (۲) الحلال بيّن والحرام بيّن
- ❋ (۳)من حسنِ اسلامِ المرءِ تركه مالايعنيهِ
- ❋ (۴) لايكونُ المومن و المومنين حتى يحبَّ لاخيهِ مايحب لنفسهِ

اگران چار حدیثوں پر عمل کر لیا جائے تو سعادت کے لیے کافی ہے۔

انماالاعمال بالنیات یہ حدیث بخاری شریف میں چار جگہ پر ہے

- انما الاعمال بالنيات،
- الاعمال بالنيات،
- الاعمال بالنية
- العمل بالنية

سارے اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اس بارے میں محدثین کرام نے ارشاد فرمایا کہ سرکار دوعالم ﷺ کا یہ ارشاد جوامع الکلم سے ہے۔یعنی اسکے الفاظ نہایت مختصر ہیں لیکن بہت سارے معانی پر یہ جملہ مشتمل ہے، سارے اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

❋ (۵)"نيةالمؤمن خير من عمله"مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔یعنی مومن کی نیت(اسکے)اس عمل سے بہتر ہے جو بلانیت کے ہو یا یہ وجہ ہے کہ عمل میں ریاکاری ہوسکتی ہے لیکن نیت میں ریا کادخل نہیں ہے۔یا یہ مطلب ہے کہ عمل پر ثواب تو تب مرتب ہوگا کہ جب عمل کرے گا اگر کسی عمل صالح کی نیت کر لی پھر کسی عذر شرعی کی وجہ سے وہ عمل خیر نہیں کرسکا تھا صرف نیت کی وجہ سے اس کو وہ ثواب حاصل ہو جائے گا جو عمل کرنے سے ملتا۔

اب رہا یہ کہ نبی کریم ﷺ نے یہ کب ارشاد فرمایا ایک روایت ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک شخص نے ام قیس نام کی ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا،تو اس عورت نے کہا کہ میں تم سے نکاح اس شرط کے ساتھ کرسکتی ہوں کہ تم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچو۔اب یہ نکاح کے ارادے سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے اور ان سے نکاح کر لیا۔

تو ان کو صحابہ کرام مہاجر ام قیس کے نام سے جانتے تھے، تو نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ طیبہ آنے کا جس کا مقصد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا ہے۔

تو اس کو ہجرت پر اجر وثواب ملے گا اور جسکی نیت ہجرت کرنے سے دنیا کمانے کی ہے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی ہے تو اس کی ہجرت اگرچہ صحیح ہو جائیگی لیکن اس ہجرت پر اجر وثواب کا ترتب نہیں ہوگا۔نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے جو ارشاد فرمایا إنماالاعمال بالنیات،یہاں پر اعمال سے مراد،اعمال صالحہ ہیں وہ اعمال ہیں کہ جو اعمال سیئہ کے علاوہ ہیں یعنی مباح اعمال بھی تو معنی یہ ہوا کہ سارے اعمال صالحہ اور مباح اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

➢نیت کسے کہتے ہیں؟

نیت دل کے پختہ ارادے کو کہتے ہیں اور شریعت میں تقرب الی اللہ کے ارادے کا نام نیت ہے۔

عزم،قصد،نیت کے مابین فرق

(۱)عزم وہ ارادہ فعل ہے جو فعل سے پہلے ہو، جیسے آپ کا کہیں جانے کا ارادہ ہے تو جانے سے پہلے جو جانے کا ارادہ ہے وہ عزم کہلائے گا۔

(۲)قصد وہ ارادہ ہے جو فعل سے متصل ہو، جیسے جانے کا ارادہ جانے کے ساتھ

(۳)اگر وہ ارادۂ فعل، فعل سے مقارب ہو اور غرضِ فعل بھی ملحوظ ہو تو اس کا نام نیت ہے۔ جیسے آپ چلے اپنے گھر سے مسجد کی طرف نماز پڑھنے کی غرض سے۔ آپ کے ارادۂ صلاۃ سے نکلنے اور اس ارادۂ صلاۃ کے ساتھ نکلتے وقت جو دل کا ارادہ ہے اسے نیت بولتے ہیں۔

سارے اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے:

غزوۂ تبوک کے موقع پر جب غزوۂ تبوک سے واپس آئے تو نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اے میرے صحابہ کرام مدینہ طیبہ میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو ہیں تو مدینہ طیبہ میں، مگر اس سفر تبوک کی جتنی نیکیاں ہیں ان سب میں وہ تمہارے ساتھ ہیں، صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ ہمارے ساتھ سفر میں کہاں ہیں! وہ تو مدینہ طیبہ میں ہیں۔

تو نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: حبَسَ همُ العُذرُ (بخاری شریف رقم:۲۸۳۹)ان کو عذر شرعی نے روک لیا ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی عذر شرعی کی وجہ سے کوئی عمل صالح نہ کر سکے مگر اس عمل صالح کی نیت ہے تو اس کو اس عمل صالح کا ثواب بھی حاصل ہو جائے گا۔إنما الاعمال بالنیات یہاں پر عند الاحناف مضاف مقدر ہے اور معنی یہ ہے کہ إنما الاعمال بالنیات، سارے اعمال کا ثواب نیتوں پر ہے، اعمال نیتوں پر موقوف نہیں ہیں، ثواب اعمال نیتوں پر موقوف ہے۔

بغیر نیت کے نماز کیوں درست نہیں بخلاف وضو غسل کے؟

اگر کسی نے بلاارادۂ غسل، غسل کر لیا تو غسل ہو جائے گا۔اور ایسے ہی بلاارادہ نیت وضو کر لیا تو وضو ہو جائے گا۔ البتہ کسی نے بلانیت ثواب کے لئے نماز پڑھ لی تو نماز نہیں ہوگی۔ایسا نہیں ہے، کہ اگر بلانیت نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے، مگر ثواب نہ ملے۔فرق یہ ہے کہ نماز میں ثواب ہی مقصود ہے اور نیت نہ ہونے کی وجہ سے، جب ثواب ہی نہیں ملا، تو نماز بھی صحیح نہ ہوگی۔

لیکن وضو میں، وضو(اصل) مقصود نہیں ہے بلکہ وضو تو خود قربت بھی ہے اور آلہ نماز بھی ہے اگر بلانیت وضو کیا تو یہ آلۂ نماز ہونے کے اعتبار سے تو صحیح ہو گیا لیکن عبادت نہیں بنا اور عبادت نہ ہونے کی وجہ سے اس پر ثواب کا ترتب نہیں ہوگا۔

إنما الاعمال بالنیات سے آغاز کرنے کا سبب:

امام بخاری رضی اللہ تعالی عنہ نے، اپنی جامع میں سب سے پہلے اس حدیث" إنما الاعمال بالنيات "کو اس لیے ذکر کیا امام بخاری رضی اللہ تعالی عنہ کا مقصود یہ ہے کہ ہر کام پر ثواب نیت ہی پر مبنی ہے۔اور نیت بد سے اچھے سے اچھا کام بیکار ہو جاتا ہے اس لئے امام بخاری رضی اللہ تعالی عنہ نے انما الاعمال بالنیات، لاکر یہ بتا دیا کہ پڑھنے والے، پڑھانے والے، سننے والے، سنانے والے، سب خیر کی نیت سے کتاب کو پڑھیں کسی کی بھی نیت نیت فاسد نہ ہو، ورنہ سب محنت بیکار ہو جائیگی اور یہ بھی اشارہ کرنا ہے۔کہ میرا اس کتاب کی جمع و ترتیب سے مقصود کچھ اور نہیں ہے بلکہ حسنِ نیت کے ساتھ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشادات مبارکہ کو امت محمدیہ تک پہنچانا ہے۔

"فمن كانت هجرته الى الله و رسوله فهجرته الى الله و رسوله"جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ہی طرف ہے۔

"فمن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها او إلى امراة ينكحها، فهجرته إلى ما هاجر إليه"کہ جس انسان کی ہجرت دنیا کمانے کے لئے ہو یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہو تو اسکی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کا ارادہ کیا ہے۔

➢ **ہجرت کسے کہتے ہیں؟**

پہلے آپ ہجرت کا معنی ذھن نشیں کرلیں اس کا مادہ ھ، ج، ر، ہے اس کا معنی چھوڑنا ہے۔

شریعت مطہرہ میں اپنے دین کے تحفظ اور بقا کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف منتقل ہونا ہجرت ہے، اور لغۃ، مفارقۃ مکان الی مکان آخر، ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ کی طرف منتقل ہونا ہجرت ہے،

نبی ﷺ کے زمانے میں چار ہجرتیں ہوئیں:

(۱) پہلی ہجرت حبشہ کی طرف مکہ مکرمہ سے۔

(۲) دوسری ہجرت بھی حبشہ کی طرف۔

(۳) تیسری ہجرت فتح مکہ سے پہلے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف، جیسے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی ہجرت، اور حضرت ابو بکر صدیق، حضرت سلمان فارسی، حضرت عثمان غنی ابن عفان، حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالی عنھم اور دیگر صحابہ کرام کی ہجرت جو فتح مکہ سے پہلے مدینہ طیبہ کی طرف۔

(۴) چوتھی قسم عرب کے مختلف قبیلوں کے اسلام لانے کے بعد مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنا۔

اب اصطلاح میں جب لفظ ہجرت بولتے ہیں اس سے مراد عموماً مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت ہونا ہے۔ ہجرت کا ایک دوسرا معنی ہے "المهاجر من هجر ما نهى الله ورسوله" اللہ اور اس کے رسول کے منہیات سے باز رہنا، یہ بھی ہجرت ہے اور منہیات شرعیہ سے باز رہنے والا مہاجر ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد اب مکہ مکرمہ سے ہجرت روا نہیں رہی، نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

لا هجرة بعد الفتح:

فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں ہے لیکن دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف ہجرت منسوخ نہیں ہے، بلکہ یہ تو قیامت تک باقی رہیگی اور جہاں جہاں پر انسان کا اسلام، ایمان عقیدہ خطرے میں پڑے تو اس انسان پر لازم ہے اس جگہ کو چھوڑ کر ایسی جگہ پر منتقل ہو جائے جہاں پر اس کے ایمان کا تحفظ ہو۔

لغوی تشریح

آپ حدیث کے الفاظ پر غور کیجئے، "ومن كان هجرته الى دنيا" میں لفظ دنیا فعلی کے وزن پر ہے اس کا مادہ، د،ن،و، اس کی جمع آتی، دنو، جیسا کہ کبریٰ کی جمع کبر۔

"ماسوا اللہ" کو دنیا کہتے ہیں۔ اور ایک تعریف بعض علماء نے یہ کی: زمین پر جو کچھ ہے، ہوا، فضا ساری مخلوق ہے چاہے جواہر ہوں یا اعراض، یہ سب دنیا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ دار آخرت سے پہلے جو بھی ہے وہ دنیا ہے۔

"ومن كانت هجرته الى دنيا يصيبها" میں "ها" کا مرجع دنیا ہے اسلئے کہ دنیا مونث ہے فُعلی کے وزن پر، اور، "أو الى" میں او عاطفہ ہے معطوف الیہ "الى دنيا" ہے۔

"أو الى امرأة ينكحها" یہ امرأۃ کی صفت ہے۔

"فهجرته الى ماهاجر اليه" سرکار دوعالم ﷺ نے دو جملے ارشاد فرمائے، الى دنيا يصيبها، تو دنیا زمین پر جو فضا اور جو ہوا ہے سب کو دنیا بولتے ہیں، تو دنیا کے عموم میں تو عورت بھی داخل ہے مگر سرکار دوعالم ﷺ نے اسکا ذکر الگ سے فرمایا "او الى امرأة ينكحها" یہ تخصیص بعد تعمیم ہے اسلئے کہ دنیا کمانا یہ سب ایک طرف اور عورت سے نکاح کرنا یہ مقصد ایک طرف گویا کہ یہ ایک مستقل مقصد ہوتا ہے اس

لئے بھی ''امرأۃ '' کا ذکر الگ کیا، چونکہ دنیا میں سب سے پہلا فتنہ عورت کی وجہ سے ہوا اور جیسا کہ بتایا جا چکا، سرکار کے اس ارشاد کا سبب یہ تھا کہ ایک صاحب نے ام قیس نام کی عورت سے نکاح کرنے کے ارادے سے ہجرت کی تھی اس لئے سرکار ﷺ نے بالخصوص اس مقام پر امرأۃ کا ذکر کیا۔ مطلب کہ جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو، دنیا کے مقصد کے لیے ہو دنیا حاصل کرنا، تجارت کو فروغ دینا، مال و زر کو حاصل کرنا، دنیوی عیش وآرام کی فراہمی کرنا، ہجرت سے یہ مقاصد ہوں اللہ، اسکے رسول کی محبت میں نہیں، دنیا کمانے کے لیے ''أو الی امرأۃ ینکحھا'' یا ہجرت کی اس نے کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے اللہ اور اسکے رسول کی رضا کے لئے نہیں، ''فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ'' تو اس کی ہجرت اسی کی طرف مانی جائیگی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔

آپ دیکھیں شرط بھی وہی ہے جزا بھی وہی ہے،

''ومن کانت ھجرتہ الی دنیا فھجرتہ الی ماھاجر الیہ''

تو اب شرط و جزا کا اتحاد بظاہر نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں اتحاد نہیں ہے جیسا کہ آپ نے شرح عقائد میں پڑھا ہے شعری، شعری، اور شعری مبتدا اور شعری خبر ہے اگرچہ دونوں لفظ میں ایک ہیں مگر معاناً ایک نہیں ہیں، ایسے ہی یہاں پر بھی ہے، معنی یہ ہے شرط میں کہ جسکی ہجرت دنیا کمانے کے ارادے سے ہو (فھجرتہ) تو واقعہ اس کی ہجرت اسی کی طرف ہوگی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے، یہ ہجرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف شمار نہیں کی جائیگی۔

اب آپ اس ارشاد گرامی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ نیت کے بدلنے سے کس طریقہ سے احکام بدل جاتے ہیں، اور امام بخاری رضی اللہ تعالی عنہ نے إنما الاعمال بالنیات، اور ہجرت والی حدیث ذکر کر کے یہ اشارہ فرمادیا: اے لوگو! اپنی نیتیں ہمیشہ صحیح رکھوا گر آپ نے ہمیشہ نیت صحیح رکھی اور عمل نہیں بھی کر پائے تو اللہ رب العزت اپنے فضل سے اس نیت خیر پر اجر عطا فرمائے گا۔

جیسا کہ آپ اگر راستے پر چلے اور چلنے کی نیت یہ کی تھی کہ اگر کوئی غریب ملیگا تو میں اس کی مدد کرونگا، یا کوئی مسلمان ملیگا تو میں اسکو سلام کرونگا، یا کوئی ضعیف ملیگا تو میں اس کا بوجھ اٹھوا دونگا، یا کوئی راستہ بھولا ہوا ملا تو اسے راستہ بتادونگا، یا کوئی اسلام کی بات یا مسئلہ معلوم کرنے والا ملا تو میں اس کو بتادونگا وغیرہ۔

اگر آپ نے اچھی نیتوں کے ساتھ سفر کیا گلی میں چکر لگایا لیکن نہ کوئی راستہ میں بھٹکا ہوا ملا،

یا کوئی مسئلہ معلوم کرنے والا اور نہ کوئی اسلام کی بات پوچھنے والا ملا، اور نہ کوئی غریب، مسلمان ملا، جسے آپ سلام کرتے، اور آپ نے اپنا راستہ مکمل کر لیا ایسے ہی واپس آ گئے، تو اللہ رب العزت آپکو اپنے فضل سے سلام کرنے کا بھی، مسئلہ بتانے کا بھی مدد کرنے کا بھی اللہ تعالی اجر وثواب عطا فرمائیگا۔

اللہ تعالی کا فضل ہے کہ انسان نیکی کرنے کا ارادہ کر لے اور نیکی نہ کر پائے تو اللہ رب العزت اسکو اجر وثواب عطا فرمائے گا۔ اور اس کا کمال کرم تو دیکھئے اگر کسی بندے نے معاذ اللہ برائی کا ارادہ کیا، کہ موقع ملا تو چوری کرونگا، موقع ملا تو میں جھوٹ بول دونگا، موقع ملا نماز ترک کر دونگا اور اس کو موقع نہیں ملا تو خالی اس ارادۂ بدی اور گناہ کی وجہ سے اسکے نامہ اعمال میں کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔ اگر عمل صالح کی نیت کر لے تو اس کو ثواب ملیگا۔

از: محمد عاقل رضوی مصباحی
پرنسپل و شیخ الحدیث
جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

عرفان فقہ

آپ کے سوالات اور مفتی صاحب کے جوابات

مفتی محمد ذیشان رضا مصباحی

تراویح وتلاوت قرآن پر اجرت کا شرعی حیلہ و طریقہ: جس پر ہر حافظ اور مسجد کے اراکین پر عمل کرنا لازم و ضروری ہے تاکہ حرام کے ارتکاب سے محفوظ رہیں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ رمضان شریف میں حافظ صاحب کو تراویح و تلاوت قرآن عظیم کی اجرت طے کر کے لینے دینے کا شرعی حیلہ وطریقہ کیا ہے؟

المستفتی: محمد جمشید قادری
بھوجپور، مرادآباد

الجواب: اصل یہ کہ طاعات وعبادات پر اجرت لینا دینا مطلقاً ناجائز و حرام ہے سوائے ان چند چیزوں کے جن پر اجارہ کرنے کو علمائے متاخرین نے حالات زمانہ پر نظر رکھتے ہوئے دین کے تحفظ کی خاطر ضرورتاً جائز قرار دیا اور وہ چند چیزیں یہ ہیں:

تعلیم قرآن و تدریس علوم دین و اذان وامامت، اور یہ چیز معلوم ہے کہ تراویح و تلاوت قرآن کریم عبادت وطاعت ہے لہذا اس پر اجرت لینا دینا بھی ناجائز وحرام ہے فقہ حنفی کی مشہور زمانہ مفتیٰ بہ کتاب ”بہارِ شریعت میں ہے: آج کل اکثر رواج ہو گیا ہے کہ حافظ کو اجرت دے کر تراویح پڑھواتے ہیں یہ ناجائز ہے دینے والا اور لینے والا دونوں گناہ گار ہیں اجرت صرف یہی نہیں کہ پیشتر مقرر کر لیں کہ یہ دینگے یا یہ لینگے بلکہ اگر معلوم ہے کہ یہاں کچھ ملتا ہے اگر چہ اس سے طے نہ ہوا ہو، یہ بھی ناجائز ہے کہ المعروف کالمشروط ہاں اگر کہہ دیں کہ کچھ نہیں دوں گا یا نہیں لوں گا پھر پڑھیں اور حافظ کی خدمت کریں تو اس میں حرج نہیں، الصریح یوفق الدلالة۔ (اس لئے کہ صراحت دلالت پر فوقیت رکھتی ہے) تراویح کی اجرت لینے دینے کا ایک شرعی حیلہ و طریقہ یہ ہے جو بہار شریعت میں مذکور ہے کہ حافظ صاحب کہہ دیں کہ میں کچھ نہیں لوں گا اور کمیٹی والے کہہ دیں کہ ہم کچھ نہیں دیں گے پھر کمیٹی والے حافظ صاحب کی خدمت کر دیں لیکن اس طریقہ پر عمل کرنا بظاہر بڑا مشکل ہے کیونکہ اس میں بندے کے لیے آزمائش بہت زیادہ ہے۔

تراویح میں تلاوت قرآن کا دوسرا حیلہ اور شرعی طریقہ یہ ہے جو جدید فتاوی رضویہ شریف جلد ۱۹ کتاب الاجارہ صفحہ ۴۸۸ سے ماخوذ و مستنبط ہے جس پر عمل کرنا جملہ حفاظ کرام واراکین کمیٹی سبھی کے لیے ہر اعتبار سے نہ صرف آسان بلکہ حرام کے ارتکاب سے بچنے کے لئے لازم وضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ مسجد کی کمیٹی والے حافظ صاحب کو اجیر (مزدور) رکھ لیں مثلاً کمیٹی والے حافظ صاحب سے کہیں کہ ہم آپ کو رات ۸ بجے سے ۹ یا ۱۰ بجے تک ایک مہینہ یا ۲۷ دن یا ۱۵ دن کے لیے بیس ہزار روپے کے بدلے اجارہ پر رکھتے ہیں ہم جو چاہیں گے وہ کام آپ سے لیں گے حافظ صاحب کو اگر بیس ہزار پر رہنا منظور ہے تو کہہ دے ہاں! ٹھیک ہے میں نے قبول کیا۔ اور اگر پیسے اس سے زیادہ چاہتے ہیں تو اظافہ بھی کروا سکتے ہیں اب یہ حافظ صاحب اتنے گھنٹوں کے لئے ان کے اجیر (مزدور) ہو گئے وہ جو کام چاہیں لیں اب اس اجارہ کے بعد کمیٹی والے حافظ صاحب سے کہیں کہ آپ اس وقت میں اتنے دنوں تک ہماری مسجد میں تراویح پڑھا دیا کریں یہ جائز ہے۔ لینا اور دینا دونوں حلال ہے، لان الاجاره وقعت على منافع ابداءهم لاعلى الطاعات والعبادات.

یہ بات پیش نظر رہے کہ یہ صورت اجارہ کی ہے لہٰذا جتنی اجرت پر کمیٹی والے اور حافظ صاحب راضی ہوں گے اتنی ہی مقرر ہو گی مثلاً کمیٹی والے دس ہزار روپے دینے کو بولتے ہیں تو حافظ صاحب ان سے کہہ سکتے ہیں کہ دس ہزار تو کم ہیں اگر آپ بیس یا پچیس ہزار دیں گے تب ہم آپ کے یہاں کام کریں گے ورنہ نہیں! اسطرح باہم معاملہ طے کرنا جائز ودرست ہے۔

تراویح کی اجرت کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ حافظ صاحب کو امامت کے لئے پانچ وقت یا ایک وقت کی نماز پڑھانے کے لئے مقرر کرلیں، اور اجرت بھی اتنی مقرر کرلیں جس پر حافظ صاحب اور کمیٹی والے باہم راضی ہو جائیں تو اس صورت میں بھی اجرت لینا دینا جائز ودرست ہے۔ کیونکہ علمائے متاخرین نے امامت پر اجرت لینے دینے کو جائز قرار دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: فقیر قادری محمد ذیشان رضا مصباحی
خادم تدریس وافتاو قضا
جامعہ عربیہ اہلسنت بدرالعلوم جس پور، اتراکھنڈ

دہلی کے امام و مؤذن کی تنخواہ کے متعلق ایک اہم سوال اور مختصر جواب:

کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں : کہ دہلی وقف بورڈ کی جانب سے دہلی کے تمام ائمہ و مؤذنین حضرات کو کچھ دنوں سے تنخواہ دی جانے لگی ہے اور یہ کب بند ہو جائے اس کا کوئی بھروسہ نہیں، بورڈ کی تنخواہ سے پہلے مسجد کی کمیٹی کی جانب سے بھی تنخواہ دی جاتی تھی لیکن اب کچھ مسجد کی کمیٹی والوں نے مسجد کی تنخواہ کو یہ کہہ کر روک دیا کہ جب بورڈ کی جانب سے تنخواہ مل رہی ہے تو ہم کیوں دیں ؟ حضور مفتی صاحب قبلہ ! دہلی کی عوام صحیح مسئلہ کی رہنمائی چاہتی ہے رہنمائی فرمائیں کہ مسجد کی تنخواہ کے ساتھ بورڈ سے ملنے والی تنخواہ امام کے لیے لینا صحیح ہے یا نہیں؟ مسجد کی کمیٹی کے لیے کیا حکم ہے انہیں تنخواہ دینا چاہیے یا نہیں؟ تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد شعیب رضا، حوض رانی، دہلی

الجواب: امام و مؤذن کی جو تنخواہ کمیٹی کی طرف سے پہلے سے مقرر ہے وہ برقرار رہے گی موجودہ صورت حال میں اسے رد نہیں کیا جائے گا کیوں کہ اصل اجارہ اسی پر ہوا ہے۔ لہٰذا ہر مسجد کی کمیٹی اور ذمہ داران خوش دلی سے مقررہ وظیفے سے اپنے امام و مؤذن کی خدمت کرتے رہیں۔ وقف بورڈ کی طرف سے وقتی طور پر جو وظیفہ دیا جارہا ہے اس کی حیثیت تحفے کی سی ہے کیوں کہ یہ وظیفہ پائیدار نہیں، کب بند ہو جائے اس کی کوئی گارنٹی نہیں، اس لیے یہ تنخواہ میں شامل ہی نہیں۔ اور ہدیہ، تحفہ، وقف بورڈ یا گورمینٹ یا کسی اور کی جانب سے کتنا بھی ملے اس کی وجہ سے اصل تنخواہ کو ختم نہیں کیا جائے گا بلکہ اصل تنخواہ جوں کے توں جاری رہے گی، اور اس تنخواہ کا شرعاً لینا دینا دونوں جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

دہلی جیسی ترقی یافتہ اور خوشحال شہر کے مسلمانوں کو نصیحت کی جاتی ہے کہ اس معاملے میں کشادہ قلبی کا مظاہرہ کریں اپنے ائمہ، علما کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی کوشش کرتے رہیں، ائمہ کرام، علمائے کرام معمولی تنخواہ پر خدمتِ دین متین میں منہمک ہیں، اس مہنگائی کے زمانے میں ان کا وظیفہ بڑھانے اور مالی اعتبار سے انھیں مضبوط بنانے کی طرف کسی کا کوئی دھیان ہی نہیں اگرچند دن کے لیے وقتی طور پر وقف بورڈ کی طرف سے امام و مؤذن صاحبان کی کچھ خدمت کی جارہی ہے تو اس پر اپنی بری نظریں نہ گاڑھیں بلکہ اسے خوش دلی اور کشادہ قلبی سے برداشت کریں اور ائمہ، علما کو فارغ البال بنانے کی کوشش کرتے رہیں کیوں کہ علما اور ائمہ جتنے زیادہ فارغ البال ہوں گے دین کا کام بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

کتبہ: فقیر قادری محمد ذیشان رضا مصباحی
خادم تدریس وافتاو قضا
جامعہ عربیہ اہلسنت بدرالعلوم جس پور، اتراکھنڈ

عرفان تصوف

فضائل ماہ شعبان اور معمولات اہل سنت

مفتی افتخار الحسن قادری امجدی

اللہ رب العلمین نے مہینوں کی تعداد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا"ان عدة الشهور عند الله اثنا شهرا فی کتاب الله"(بیشک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں)اللہ جل شانہ نے ان تمام مہینوں کو یکساں فضیلت نہیں بخشی بلکہ بعض ماہ کو دیگر مہینوں پر بہت سی فضیلتوں کا حامل بنایا جیسے ماہ شعبان کہ اس کی فضیلت پر کتب احادیث میں متعدد احادیث مرقوم ومکتوب ہیں، سرور کون ومکاں سید الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:"شعبان شهری و رمضان شهرالله"(الجامع الصغیر للسیوطی رقم الحدیث: ۴۸۸۹)یعنی شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے۔

پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ماہ کی نسبت اپنی جانب فرما کر اس کی عزت وعظمت، فضل وشرف اور شان وبزرگی کو دوبالا فرمادیا، صحابی رسول حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ ماہ رجب کی آمد پر رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں دعا فرماتے تھے:

"اللّٰهم بارك لنا فی رجب وشعبان وبلغنا رمضان"(المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۳۹۳۹)

یعنی اے اللہ! ماہ رجب اور ماہ شعبان میں ہمارے لئے برکتوں کا نزول فرما اور ماہ رمضان کی بہاریں ہمیں عطا فرما۔

اس ماہ میں برکت نازل ہونے کے لیے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی اور آپ کی دعا سے جہاں ماہ شعبان المعظم کی عظمت وبزرگی ظاہر ہوتی ہے وہیں آپ کا وصف رحمت دوعالم اور اپنی امت سے پیار بھی آشکارہ ہے۔

محدث دیلمی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا"اللہ تعالی چار راتوں میں بھلائی کی مہر لگاتا ہے (۱)شب عید الاضحی(۲)شب عید الفطر(۳)ماہ رجب کی پہلی شب (۴)ماہ شعبان کی پندرہویں شب۔ماہ شعبان المعظم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معمولات کیا ہوتے تھے اس سلسلہ میں ہم بقدر کفایت گفتگو اپنے قارئین کی نذر کرتے ہیں۔

ماہ شعبان المعظم میں صیام رسول:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ اس ماہ میں کثرت سے روزہ رکھتے تھے۔اس بارے میں چند احادیث طیبہ ذیل میں ملاحظہ کریں۔

حدیث نمبر ا: عن ابی سلمة عن عائشة رضی الله عنها حدثته قالت :لم یکن النبی ﷺ یصوم شهرا أكثر من شعبان فانه كان یصوم شعبان كله وكان یقول :خذو من العمل ما تطیقون ، فإنّ الله لا یملُّ حتّی تملّوا۔(صحیح البخاری ،رقم الحدیث ،۱۹۷۰)ترجمہ: حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ شعبان سے زیادہ کسی اور ماہ میں روزہ نہیں رکھتے تھے ،آپ فرمایا کرتے تھے کہ عمل وہی اختیار کرو جس کی تم میں طاقت ہو کیونکہ اللہ تعالی اپنا فضل اس وقت تک نہیں روکتا جب تک تم خود ہی نہ اکتا جاؤ۔

حدیث نمبر ۲: عن انس رضی الله تعالی عنه سئل النبی ﷺ ای الصوم افضل بعد رمضان فقال: شعبان لتعظیم رمضان، (ترمذی،رقم الحدیث،۶۶۳)یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ رمضان کے بعد سب سے افضل کون سے روزے ہیں تو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا کہ ماہ شعبان کے روزے جو ماہ رمضان کی تعظیم کے لیے ہوں۔

حدیث نمبر ۳: عن عائشة رضی اللہ تعالی عنہا کان احب الشهور الی رسول اللہ ﷺ ان يصومه شعبان ثم يصله برمضان.
(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۳۱)

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے کہ رحمت عالم ﷺ کو ماہ شعبان کے روزے رکھنا بہت محبوب تھا، آپ ﷺ ماہ شعبان المعظم کے روزوں کو ماہ رمضان سے ملایا کرتے تھے۔

ماہ شعبان المعظم کے روزے آپ ﷺ کو کیوں محبوب تھے اس کی وجہ سید الانبیا ﷺ نے خود ارشاد فرمائی، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: میں نے آپ ﷺ سے کہا: یا رسول اللہ ﷺ!
لم ارك تصوم شهر من الشهور ما تصوم من شعبان؟ قال: ذلك شهر يغفل الناس عنه بين رجب ورمضان، و هو شهر ترفع الاعمال الى رب العلمين فاحب ان يرفع عملي وانا صائم۔
(نسائی شریف، حدیث نمبر ۲۳۵۷)

یعنی میں دیکھتا ہوں کہ آپ جس طرح ماہ شعبان المعظم کے روزے رکھتے ہیں اس طرح کسی اور ماہ کے روزے نہیں رکھتے آپ نے فرمایا کہ یہ مہینہ رجب اور رمضان کے بیچ میں ہے لوگ اس سے غافل ہیں جبکہ لوگوں کے اعمال اس ماہ میں اللہ کریم کے حضور پیش کیے جاتے ہیں اور مجھے یہ محبوب ہے کہ میرا عمل اس حال میں اٹھایا جائے کہ میں روزہ دار ہوں ۔پیارے آقا ﷺ نے اس ماہ کی وجہ تسمیہ بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: انما سمی شعبان لأنه ينشعب فيه خير كثير للصائم فيه حتى يدخل الجنة.
یعنی اس ماہ کو شعبان اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں روزے دار کیلئے بہت سی بھلائیاں (شاخوں کی طرح) پھوٹتی ہیں، (التدوین فی اخبار قزوین الحدیث، ۱۵۳)

ماہ شعبان اور اصحاب رسول ﷺ

صحابۂ کرام کی بابرکت زندگی اہل ایمان کے لیے مشعل راہ اور نمونۂ عمل ہے، ماہ شعبان المعظم کے متعلق صحابۂ کرام کا طرز عمل کتابوں میں یوں مرقوم ہے کہ اس ماہ کے آغاز ہی سے صحابۂ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین تلاوت قرآن مجید اور زکوۃ کی ادائیگی میں مصروف ہو جاتے تھے، حضور اقدس ﷺ کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: "كان المسلمون اذا دخل شعبان انكبوا على المصاحف فقرأوها، واخرجوا زكوة اموالهم تقوية للضعيف والمسكين على صيام رمضان" یعنی جب ماہ شعبان آتا تو مسلمان قرآن کی تلاوت میں مشغول ہو جاتے اور اپنے مالوں کی زکوۃ ادا کرتے تاکہ کمزور اور مسکین کو بھی روزہ رکھنے کی طاقت ملے۔
(ماذا فی شعبان ص، ۴۴، للسید محمد بن علوی بن عباس المالکی)

شب برأت کی عبادت و فضیلت

اس ماہ کی پندرہویں شب یعنی شب برأت خاص طور سے اپنے دامن میں بے شمار رحمتیں، برکتیں، عظمتیں اور بخششیں سمیٹیں ہوئے آمد پزیر ہوتی ہے اور مسلمانان عالم کو دعوت عبادت و ریاضت اور بخشش و سخاوت دیتی ہے اور صاحبان عقل و خرد بندگان خدا اس رات کو اپنے معبود حقیقی کی طرف سے اپنے لئے نعمت عظمی اور غنیمت کبری سمجھ کر اپنے رب کے حضور حاضر ہوتے ہیں اور توبہ و استغفار، سجود و قیام میں رات اور تلاوت و صیام میں دن گزارتے ہیں، ان عبادت گزار اور شب بیدار افراد کیلئے مالک حقیقی کی جانب سے پوری رات یہ صدائے مسرت و شادمانی سنائی جاتی ہے کہ ہے! کوئی میرا بندہ جو مجھ سے مغفرت مانگے تو میں اسے پروانہ بخشش دوں، ہے! میرا کوئی بندہ جو مجھ سے رزق مانگے تو میں اسے رزق دوں، ہے! کوئی فلاں بندہ، ہے! کوئی فلاں بندہ۔ مولائے کائنات شیر خدا حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم سے مروی ہے آپ نے فرمایا:
قال رسول الله ﷺ اذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا يومها، فان الله ينزل فيها لغروب الشمس الى السماء الدنيا فيقول إلا مستغفر لي فاغفر له الا مسترزق فارزقه إلا مبتلى فاعافيه إلا كذا إلا كذا حتى يطلع الفجر (ابن ماجہ ۱۳۸۸)
یعنی اللہ کے حبیب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب شعبان کی رات آئے تو رات میں قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو کیوں کہ اللہ تعالی اس رات غروب شمس سے آسمان دنیا پر

(اپنی شایان شان) نزول فرماتا ہے اور صبح صادق تک ارشاد فرماتا ہے کیا ہے! کوئی مجھ سے بخشش مانگنے والا کہ میں اس کو بخش دوں کیا ہے! کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ میں اسے رزق دوں کیا کوئی (کسی بیماری میں) مبتلا ہے کہ میں اسے عافیت عطا کروں۔ حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت میں اس مفہوم کو یوں بیان کیا گیا ہے:

عن ابی موسی اشعری رضی الله تعالی عنه عن رسول الله ﷺ قال ان الله ليطلع فی ليلة النصف من شعبان فيغفرلجميع خلقه الامشرك أومشاحن "(ابن ماجہ)

یعنی صحابی رسول حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ نے حضور اقدس ﷺ سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی نصف شعبان کی رات (اپنے بندوں پر) نظر رحمت فرماتا ہے تو اپنی ساری مخلوق کی مغفرت فرماتا ہے سوائے مشرک یا (مسلمان بھائی) سے دشمنی رکھنے والے کے۔

فائدہ: تمام سنی صحیح العقیدہ مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے کہ اس رات کی آمد سے قبل جس طرح ممکن ہو آپسی تنازعات و اختلافات دور کر کے صلح کر لیں اور بغض دنیوی دل میں نہ رکھیں رہی دینی دشمنی جو اللہ کے دشمنوں (وہابی، خارجی، رافضی، دیوبندی، چکڑالوی، مرزائی، نیازی، نیم رافضی وغیرہا فرقہ باطلہ) سے ہو وہ عین ایمان ہے۔

شب برأت میں زیارت قبور:

حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ اس رات جنت البقیع میں تشریف لے گئے اور اپنی امت مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت فرمائی، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کو بنو کلب کی بکریوں سے زیادہ لوگوں کی مغفرت کی بشارت بھی سنائی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا اپنی آپ بیتی یوں بیان فرماتی ہیں۔

عن عائشة رضی الله تعالی عنها قالت فقدت رسول الله ﷺ ذات ليلة فاذاهو بالبقيع فقال اكنت تخافين ان يحيف الله عليك ورسوله قلت يارسول الله ﷺ إنی ظننت انك اتيت بعض نسائك فقال ان الله تعالی ينزل ليلة النصف من شعبان الی السماء الدنيا فيغفر لاكثر من عددشعرغنم كلب

(مشکوۃ/۲/۱۲۷)

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں

کہ ایک مرتبہ رات میں رحمت عالم ﷺ کو میں نے بستر پر نہیں پایا (جب میں نے تلاش کیا تو یکایک) کیا دیکھا کہ آپ جنت البقیع میں تشریف فرما ہیں (مجھے دیکھ کر) رحمت عالم نے ارشاد فرمایا اے عائشہ کیا تمہیں اس بات کا خوف تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کریں گے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے خیال ہوا کہ آپ اپنی کسی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا پندرہویں شعبان کی رات اللہ تعالی اپنی (شایان شان) آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی مغفرت فرماتا ہے۔

نزہۃ المجالس میں حضور ﷺ سے مروی ہے کہ اپنے بدنوں کو ماہ شعبان کے روزے رکھ کر رمضان کیلئے پاک کرلو کوئی مومن بندہ شعبان کی کسی تین تاریخوں میں روزہ رکھ کر کئی بار وقت افطار درود نہیں پڑھتے مگر اللہ تعالی اس کے سابقہ گناہ معاف فرمادیتا ہے اور اس کے رزق میں برکت کرتا ہے اور فرمایا مجھے جبریل علیہ السلام نے خبر دی کہ اللہ تعالی اس ماہ میں رحمت کے تین سو دروازے اپنے بندوں پر کھلے رکھتا ہے۔ لھذا مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسی مبارک رات کی فضیلتوں سے محروم نہ رہیں، نہیں معلوم آئندہ سال زندہ رہیں یا نہ رہیں اس رات میں بموجب تفاسیر معتبرہ اور روایات صحیحہ برکت رزق، تنگی مال، صحت و تندرستی، موت و حیات، بلاء اور وباء وغیرہ جو کچھ اس سال میں مقدر ہے ہر انسان کے متعلق احکام ان فرشتوں کے حوالے کردیئے جاتے ہیں جو ان امور پر معین ہیں۔

اللہ جل شانہ نے اس رات میں مسلمانوں کے لئے بے شمار رحمتیں رکھیں ہیں اسی لئے بزرگوں نے اس رات کے کئی اسماء تحریر فرمائیں ہیں۔

کفارہ کی رات

حجۃ الاسلام علامہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف لطیف مکاشفۃ القلوب میں علامہ سبکی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں "علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ رات سال بھر کے گناہوں کا کفارہ بنتی ہے، جمعرات ہفتہ کے گناہوں کا کفارہ اور لیلۃ القدر عمر بھر کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے یعنی ان راتوں میں اللہ تعالی کی عبادت کرنا اور یاد الہی میں ساری رات جاگ کر گزار دینا گناہوں کے کفارہ کا سبب ہوتا ہے اسی لئے اس رات کو کفارہ کی رات بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ منذری نے مرفوعا یہ حدیث نقل فرمائی کہ جس نے دو عید راتیں اور پندرہ شعبان کی رات جاگ کر گزار دی تو ایسے دن میں جبکہ تمام دل مر جائیں گے، اس انسان کا دل نہیں مریگا۔

(مکاشفۃ القلوب، ۶۳۲)

شفاعت کی رات

امام غزالی فرماتے ہیں اسے شفاعت کی رات بھی کہتے ہیں کیونکہ حضور ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے تیرہویں کی رات اللہ تعالی سے اپنی امت کیلئے شفاعت کی، تو اللہ تعالی نے ایک تہائی امت کی شفاعت مرحمت فرمائی اور آپ نے چودہویں کی رات پھر امت کی شفاعت کی دعا کی تو اللہ تعالی دو تہائی امت کی شفاعت کی اجازت مرحمت فرمائی پھر آپ نے پندرہویں کی رات اپنی امت کی شفاعت کی درخواست کی تو اللہ تعالی نے تمام امت کی شفاعت منظور فرمائی مگر وہ شخص جو رحمت الہی سے اونٹ کی طرح دور بھاگ گیا ہو اور گناہوں پر اسرار کرکے خود ہی دور سے دور تر ہوتا گیا ہو۔ (اس شفاعت سے محروم رہے گا)۔

آزادی کی رات

اس رات کو آزادی کی رات بھی کہتے ہیں جیسا کہ ابن اسحق نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ مجھے حضور اقدس ﷺ نے کسی کام سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر بھیجا میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے عرض کی، جلدی کیجئے میں حضور ﷺ کو اس حال میں چھوڑ آیا ہوں کہ آپ پندرہ شعبان کے سلسلہ میں گفتگو فرما رہے تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے مجھ سے فرمایا اے انس! بیٹھ میں تجھے شعبان کی پندرہویں رات کی بات سناؤں، ایک مرتبہ یہ رات میری باری کی رات تھی حضور اکرم ﷺ تشریف لائے اور میرے ساتھ لحاف میں لیٹ گئے، رات کو میں بیدار ہوئی تو میں نے آپ کو نہیں پایا میں نے اپنے دل میں کہا شاید حضور ﷺ اپنی لونڈی قبطیہ کی طرف تشریف لے گئے ہوں، میں اپنے گھر سے باہر نکلی جب میں مسجد سے گزری تو میرا پاؤں آپ پر پڑا آپ فرما رہے تھے کہ "میرے جسم اور میرے خیال نے تجھے سجدہ کیا میرا دل تجھ پر ایمان لایا اور یہ میرا ہاتھ ہے میں نے اس ہاتھ سے کبھی اپنے جسم کو گناہ سے آلودہ نہیں کیا اے! رب عظیم تجھ سے ہی ہر عظیم کام کی امید کی جاتی ہے میرے بڑے گناہوں کو بخش، میرے اس چہرے نے تجھے سجدہ کیا جسے تو نے پیدا فرمایا اسے صورت بخشی اور اس میں کان، آنکھ پیدا فرمائی۔ پھر آپ نے سر اٹھا کر کہا اے اللہ! مجھے ڈرنے والا دل عطا فرما جو شرک سے بری اور منزہ ہو کافر اور بد بخت نہ ہو، پھر آپ سجدہ میں گر گئے میں نے سنا اس وقت آپ فرما رہے تھے اے اللہ! میں تیری رضا کے ساتھ تیری ناراضگی سے پناہ مانگتا ہوں تیرے عفو کے طفیل تیرے عذاب سے، تیرے طفیل تیری گرفت سے پناہ مانگتا ہوں، میں تیری مکمل تعریف نہیں کر سکتا جیسا کہ تو نے اپنی تعریف کی ہے، میں وہی کچھ کہتا ہوں جو میرے بھائی داؤد علیہ السلام نے کہا، میں اپنا چہرہ اپنے آقا کے سامنے خاک آلود کرتا ہوں اور میرا آقا اس لائق ہے کہ اس کے سامنے چہرہ خاک آلود کیا جائے پھر آپ نے سر اٹھایا تو میں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ یہاں تشریف فرما ہیں اور میں وہاں تھی آپ نے فرمایا: اے حمیرا! کیا تم نہیں جانتی کہ پندرہ شعبان کی رات ہے اس رات میں اللہ تعالی بنو کلب کی بکریوں کے ریوڑ کے برابر لوگوں کو آگ سے آزاد فرماتا ہے مگر چھ آدمی اس رات بھی محروم رہتے ہیں:

(۱) شراب خور　(۲) والدین کا نافرمان
(۳) زنا کا عادی　(۴) قاطع رحم
(۵) چنگ و رباب بجانے والا (۶) چغل خور۔

معمولات اہل سنت

اکابرین اہل سنت یہ رات عبادات وریاضات میں گزارتے حضرت خالد بن معدان، حضرت لقمان بن عامر وغیرہ بزرگان دین شب برأت میں اچھالباس پہنتے، خوشبو لگاتے، سرمہ لگاتے اور رات کو مسجد میں جمع ہو کر عبادت کیا کرتے تھے۔ حضرت اسحق بن رہو یہ بھی اس بات کی تائید کرتے ہیں اور اس رات مسجد میں جمع ہو کر نفلی عبادت کرنے کے متعلق فرماتے ہیں یہ کوئی بدعت کام نہیں ہے علامہ شہاب الدین احمد بن حجازی فرماتے ہیں شب برأت میں عبادت کرنا مستحب ہے (ماذا فی شعبان)

اور قبرستان جاکر اپنے مرحومین کیلئے دعائے مغفرت کرنا سنت رسول ﷺ اور طریقہ مسلمین ہے، صدقہ وخیرات تقسیم کرنا آقائے دوجہاں ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنا اہل سنن کی عادت مبارکہ رہی ہے۔

مسلمان شب برأت کس طرح گزاریں

اگر قضا نمازیں باقی ہوں تو پہلے قضا نمازیں پڑھیں اور جن حضرات کے ذمہ قضا نماز نہ ہوں وہ موقع کو غنیمت جان کر صلوۃ التسبیح وغیرہ نوافل پڑھیں، تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ تلاوت قرآن کریں صدقہ و خیرات کریں قبرستان جاکر اپنے مرحوم مسلمان ماں، باپ، بھائی، بہن، احباب، رشتہ دار اور جملہ مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت کریں درود شریف کی کثرت کریں ذکر الٰہی و ذکر رسول کی محافل سجائیں حمد ونعت اور منقبت پڑھیں اور سنیں، اپنے گناہوں سے سچی توبہ واستغفار کریں اپنے اہل وعیال اور تمام مسلمانوں کی صحت وسلامتی کے لئے دعا کریں دن میں روزہ رکھیں خلاصہ یہ کہ حسنات کریں اور سیئات سے اجتناب کریں۔

ہندوستان میں اکثر مقامات پر اہل سنن چودھویں شعبان کو حلوہ بنا کر اپنے بزرگوں کے ایصال ثواب کیلئے فاتحہ خوانی کا اہتمام کرتے ہیں اس میں شرعا کوئی قباحت نہیں مگر یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ اس رات سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ شہید ہوئے تھے اور پیارے آقا ﷺ کا دندان مبارک شہید ہوا تھا اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دندان شریف محبت رسول ﷺ میں توڑے اور حلوہ بنا کر کھایا تھا اس واسطے حلوہ پر فاتحہ ضروری ہے یہ باتیں صدق پر مبنی نہیں کیونکہ مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غزوہ احد ساتویں یا گیارہویں شوال کو واقع ہوا لہذا یہ عقیدہ غیر صحیح ہے کہ فاتحہ کیلئے حلوہ ضروری ہے۔ اگر اس نیت کے ساتھ حلوہ بنائیں، فاتحہ دلائیں اور تقسیم کریں کہ آپ ﷺ میٹھا پسند فرماتے تھے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ کان النبی ﷺ یحب الحلواء و العسل"
یعنی حضور ﷺ میٹھی چیز اور شہد محبوب رکھتے تھے۔
(ترمذی شریف)

الحاصل: یہ رات آتش بازی، فضول خرچی، کھیل کود، عیاشی مکاری اور دیگر فواحشات میں نہ گزاریں بلکہ اپنے رب کو راضی کرنے میں گزاریں۔
وماتوفقی الاباللہ العلی العظیم

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ہمیں ماہ شعبان المعظم خصوصا شب برأت کی برکتوں سے مالامال فرمائے، اس حسین شب کی قدر کرتے ہوئے اس میں نیک اعمال کرنے اور برے کاموں سے دور رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

طالب دعا
محمد افتخار الحسن قادری امجدی
امام وخطیب: جامع مسجد اہل سنت وجماعت، لال بازار، مئورانی پور، جھانسی

عرفان تحقیق

واقعۂ معراج مصطفی ﷺ اور منکرین کے شبہات کا ازالہ

محمد نفیس القادری امجدی مرادآباد

واقعۂ معراج اللہ رب العزت کی قدرت کاملہ اور معرفت الٰہی پر دلیل اور مصطفی جان رحمت ﷺ کے مقام ارفع واعلیٰ پر واضح ثبوت ہے۔ بلاشبہ خالقِ کائنات نے اپنے بے مثال رسول ﷺ کو ایسے کمالات سے نوازا جو مخلوقات میں کسی دوسرے کو عطا نہ ہوئے۔ جب ہم کتاب اللہ اور احادیث نبویہ کا بنظر عمیق مطالعہ کرتے ہیں تو معراج کی حقانیت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔

اس حوالے سے چند آیات قرآنی مع تشریح وتوضیح درج ذیل ہیں:

آیت نمبر۱ ''سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَاؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ''(سورۃ بنی اسرآئیل، آیت:۱) ترجمہ: پاکی ہے اسے جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا مسجدِ حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گردا گرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے (کنزالایمان)

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ: پاک ہے وہ ذات، اس کا معنی یہ ہے اللہ جلّ جلالہٗ کی ذات ہر عیب ونقص سے پاک ہے۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ سے ''سُبْحَانَ اللہ'' کی تفسیر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تَنْزِیْهُ اللہ تَعَالٰی عَنْ کُلِّ سُوْءٍ ہر بری چیز سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا۔ (تفسیر الحسنات/ص:۶۱۰، جلد سوم)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ہر کمزوری، عیب اور نقص سے اللہ رب العزت جل جلالہ کی عظیم ذات پاک ہے، جس نے اپنے خاص بندے یعنی محمد ﷺ کو شب معراج کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی، حالانکہ مسجد اقصیٰ مکۂ مکرمہ سے تیس دن سے زیادہ کی مسافت پر ہے، وہ مسجد اقصیٰ جس کے ارد گرد ہم نے دینی و دنیوی برکتیں رکھی ہیں، اور سیر کرانے کی حکمت یہ تھی کہ اللہ جل جلالہ اپنے پیارے حبیب ﷺ کو اپنی عظمت اور قدرت کی عظیم نشانیاں دکھانا چاہتا تھا۔ روایت ہے کہ جب سرکار دوعالم ﷺ شب معراج درجاتِ عالیہ اور مراتب رفیعہ پر فائز ہوئے تو اللہ جل جلالہ نے خطاب فرمایا، اے محمد! ﷺ یہ فضیلت و شرف میں نے تمہیں کیوں عطا فرمایا؟ حضورِ اقدس ﷺ نے عرض کی، اس لئے کہ تو نے مجھے عبدیت کے ساتھ اپنی طرف منسوب فرمایا۔ اس پر یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی۔ (سورۃ بنی اسرآئیل، زیرآیت:۱/ خزائن العرفان/ص:۵۰۷)

اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ: اپنے بندے کو سیر کرائی۔ آیت کے اس حصے میں نبی اکرم ﷺ کے معراج شریف کا تذکرہ ہے۔ معراج شریف نبی کریم ﷺ کا ایک جلیل القدر معجزہ اور اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور اس سے نبی کریم ﷺ کا وہ کمالِ قرب ظاہر ہوتا ہے جو مخلوقِ الٰہی میں آپ ﷺ کے سوا کسی کو میسر نہیں۔ نبوت کے بارہویں سال سیّد المرسلین ﷺ معراج جسمانی سے نوازے گئے، البتہ مہینے کے بارے میں اختلاف ہے، مگر اشہر یہ ہے کہ ستائیسویں شب رجب المرجب کو معراج ہوئی۔

مکۂ مکرمہ سے حضور نبی کریم ﷺ کا بیت المقدس تک شب کے چھوٹے سے حصہ میں تشریف لے جانا نص قرآنی سے ثابت ہے، اس کا منکر کافر ہے اور آسمانوں کی سیر اور منازل قرب میں پہنچنا احادیث صحیحہ معتمدہ مشہورہ سے ثابت ہے، جو حد تواتر کے قریب پہنچ گئی ہیں، اس کا منکر گمراہ ہے۔ معراج شریف بحالتِ بیداری جسم وروح دونوں کے

ساتھ واقع ہوئی، یہی جمہور اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے اور اصحاب رسول ﷺ کی کثیر جماعتیں،اسی کے معتقد ہیں ، آیات و احادیث سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔اور جہاں تک بیچارے فلسفیوں کا تعلق ہے جو علت و معلول کے چکر میں پھنس کر عجیب وغریب شکوک وشبہات کا شکار ہیں تو ان کے فاسد اَوہام محض باطل ہیں ، قدرت الٰہی کے معتقد کے سامنے وہ تمام شبہات محض بے حقیقت ہیں۔(سورۃ بنی اسرآئیل/ تحت الآیۃ:۱، خزائن العرفان/ص۵۰۷/ تفسیر الحسنات، ص:۶۱۱، جلد سوم)

آیات معراج کی مختصر توضیح: ارشاد باری تعالیٰ ہے ''سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ ''اللہ رب العزت جل ّجلالہٗ نے اس سفر عظیم کو سُبْحٰنَ سے شروع فرمایا۔ جو تعجب کے مقام میں استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ سفر معراج بھی ایک عجیب و غریب سفر تھا جو انسانی عقل وفہم سے بلند و بالا تھا۔ اسی وجہ سے کفار مکہ نے انکار کر دیا تو اللہ جل ّجلالہٗ نے سُبْحٰنَ ارشاد فرما کر یہ بتادیا کہ سفر معراج ایک عجیب و غریب سفر ہے مگر اس ذات نے یہ سفر کرایا جو سُبْحٰنَ ہے۔ اللہ جل جلالہٗ کے لیے کوئی مشکل نہیں وہ ہر شی پر قادر ہے۔ اس آیت میں ''الَّذِیْ اَسْرٰی'' سے بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ ''اَلْاِسْرَاءُ السَّیْرُ بِاللَّیْلِ خَاصَۃٌ۔ اسریٰ محاورہ عرب میں رات کی سیر کو کہتے ہیں۔ وَقَالَ اللَّیْثُ یُقَالُ اَسْرٰی لِاَوَّلِ الَّیْلِ. لیث کے نزدیک اسریٰ رات کی ابتدائی سیر کو کہتے ہیں۔(تفسیر الحسنات/ص ۶۱۱، جلد سوم)

اللہ رب العزت جل ّجلالہٗ نے رات کو سیر کرائی، سیر کرانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ یعنی اللہ جل جلالہٗ نبی کریم ﷺ کو رات میں سیر کرانے لے گیا۔

''بِعَبْدِہٖ''عَنْ اَبِی الْقَاسِمِ سُلَیْمَانَ الْاَنْصَارِی اَنَّہٗ قَالَ: لَمَّا وَصَلَ النَّبِیُّ ﷺ اِلَی الدَّرَجَاتِ الْعَالِیَۃِ وَالْمَرَاتِبِ الرَّفِیْعَۃِ اَوْحَی اللہُ تَعَالٰی اِلَیْہِ یَامُحَمَّد بِمَ نُشَرِّفُکَ قَالَ بِنِسْبَتِیْ اِلَیْکَ بِالْعُبُوْدِیَّۃِ فَاَنْزَلَ اللہُ تَعَالٰی سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ. جب نبی کریم ﷺ درجات عالیہ اور مراتب رفیعہ پر فائز ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی اور فرمایا اے محمد! ﷺ کس نام سے آپ کو مشرف کروں؟ نبی کریم ﷺ نے عرض کیا اس نسبت سے جو میری تیرے پاس ہے عبودیت کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ''. ''قُوْلُوْا عَبْدُ اللہِ وَرَسُوْلُہٗ'' اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اسکا رسول کہا کرو۔(تفسیر الحسنات، ص:۶۱۱، جلد سوم)

بِعَبْدِہٖ...میں لفظ ب مصاحبت کے لیے ہے۔یعنی سیر کرانے والا، سیر کرنے والے کے ساتھ تھا اور یہ صحبت و معیت جو بیان میں نہیں آسکتی۔ اور بِعَبْدِہٖ میں ''ہٗ''، ضمیر کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہے اور ''عَبْدِ'' خاص ہمارے نبی کریم ﷺ کی ذات ہے۔ صرف'' عَبْدْ '' ہونا اور بات ہے ''عَبدِہٖ''ہونا بڑے کمال کا درجہ رکھتا ہے۔ جس عَبْدْ کا ذکر آیتِ کریمہ میں ہوا وہ کوئی عام عَبْدْ نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا خاص عَبْدْ ہے جس کی عبدیت پر اسے ناز ہے۔

''لَیْلًا''یہ ظرف ہے اَسْرٰی کا۔ اور لیل پر تنوین تنکیر برائے تقلیل و تحقیر ہے اور مدت اسریٰ کی تقلیل اور بعض اجزاء لیل ظاہر فرمائی گئی۔ چنانچہ قرأت عبد اللہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما ''مِنْ الَّیْلِ'' بھی ہے۔ جس کے معنی ہوتے ہیں بعض حصہ رات سے جیسے ''مِنْ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ''فرمایا گیا۔ یعنی معراج ساری رات نہیں ہوئی بلکہ رات کے تھوڑے سے حصے میں اتنا طویل اور عظیم سفر طے ہوا ہے۔ اس عظیم سفر پر صرف ایک لمحہ لگا ہے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اللہ رب العزت جل جلالہ قادر ہے،وہ چاہے تو قصیر زمانہ کو طویل کر دے اور طویل زمانہ کو قصیر کر دے۔(تفسیر الحسنات ص:۶۱۱، جلد سوم/ سیرت حلبی، ص:۴۱۴ / انوار البیان، ص:۴۰۰، ۴۰۱، جلد دوم)

''مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ'' مسجد حرام مکہ مکرمہ کی عزت والی مسجد جس کے بیچ میں بیت اللہ واقع ہے مگر مسجد سے مراد مکہ مکرمہ ہے نہ خود مسجد شریف۔ کیونکہ معراج حضرت ام ہانی کے گھر سے ہوئی جو حرم شریف میں ہے(انوار البیان، ص:۴۰۲، جلد دوم/حاشیہ جلالین، ص:۲۲۸)

آیت نمبر۲: قرآن حکیم میں ارشاد ہوا ہے کہ اے لوگو! سفر معراج کے دوران'' مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَ مَا غَوٰی ؕ'' تمہارے آقا ﷺ نہ بہکے اور نہ بے راہ چلے بلکہ

سارے سفر کو بڑی دلجمعی اور سکون کے ساتھ طے کیا جیسے پہلے ہی تمام مراحل و مدارجِ سفر سے آگاہ ہوں۔ پھر ارشاد فرمایا" وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی ؕ" اور محمد ﷺ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔ بلکہ ان کی ہر بات سراسر وحی الٰہی ہوتی ہے۔ مزید ارشاد ہوا" عَلَّمَهٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی ۙ" انہیں سکھایا سخت قوتوں والے زور آور نے بلکہ انہوں نے علم زبردست قوت رکھنے والے رب العزت جل جلالہ سے حاصل کیا۔ اسے علم اور اسرار الٰہیہ کے تمام خزانے براہ راست عطا کئے گئے۔ اس کے بعد اللہ رب العزت جل جلالہ نے معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بلندی اور علو مرتبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "وَهُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰی ؕ" اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارے پر تھا۔ جس کے آگے کوئی کنارہ اور حد نہیں۔ جب خدا کی ذات اپنی صفاتی تجلیات کے ساتھ اس کے قریب ہوئی تو ارشاد ہوا" ثُمَّ دَنَا " پھر جلوہ نزدیک ہوا فَتَدَلّٰی ۙ" پھر خوب اتر آیا۔ پھر ارشاد ہوا" فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی ۚ" تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ قرب و وصال کی اس انتہائی منزل پر دونوں کی ملاقات ہوئی اور قرب کی اس انتہا کو پہنچ کر" فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِهٖ مَاۤ اَوۡحٰی ؕ" اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ اس کی خبر وحی کرنے والے کو ہے یا اسے ہے جسے وحی کی گئی کسی اور کو اس کی کوئی خبر نہیں کہ راز و نیاز کی باتوں میں محب اور محبوب کے سوا کوئی تیسرا شامل نہ تھا۔ پھر فرمایا " مَا کَذَبَ الۡفُؤَادُ مَا رَاٰی " دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔ اس رسول معظم ﷺ نے جو کچھ بچشم سر دیکھا دل نے اس کو نہیں جھٹلایا یعنی دیدار خداوندی کے معاملے میں آنکھ نے جو کچھ دیکھا دل نے اس دیکھنے کی تصدیق کی اور رویت باری تعالی کے بارے میں مفسرین کے دو قول ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ رب العزت جل جلالہ کو اپنے قلب مبارک سے دو بار دیکھا (مسلم) ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ آپ نے اللہ رب العزت جل جلالہ کو حقیقتاً چشم مبارک سے دیکھا یہ قول حضرت انس بن مالک اور حسن و عکرمہ کا ہے (خزائن العرفان ص: ۷۹۴)

وعید فرمائی گئی کہ " اَفَتُمٰرُوۡنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی " تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو۔ تم اس بارے میں جھگڑتے ہو کہ اس نے کس کا دیدار کیا۔ پھر دیکھنا صرف ایک بار نہ تھا۔" وَلَقَدۡ رَاٰهُ نَزۡلَةً اُخۡرٰی ۙ" انہوں نے تو وہ جلوہ دوبارہ دیکھا۔ اس نے دوسری مرتبہ اسے دیکھا۔ یہ دیکھنا ایسا ہی تھا جیسے دم رخصت بچھڑنے سے پہلے کوئی محبوب کو مڑ مڑ کر دیکھتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ رب العزت جل جلالہ کو اپنے قلب مبارک سے دو مرتبہ دیکھا اور انہیں سے یہ بھی مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اللہ رب العزت جل جلالہ کو آنکھ سے دیکھا۔ اور یہ دیکھنا" عِنۡدَ سِدۡرَةِ الۡمُنۡتَهٰی ﴿۱۴﴾ عِنۡدَهَا جَنَّةُ الۡمَاۡوٰی ؕ" سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ پہلی مرتبہ جلوہ محبوب قاب قوسین پر دیکھا اور دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ پر جس کے قریب جَنَّۃُ الماویٰ ہے۔ جب منظر یہ تھا کہ " اِذۡ یَغۡشَی السِّدۡرَةَ مَا یَغۡشٰی ۙ" جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ یعنی سدرہ کو ڈھانپنے والی چیزوں نے ڈھانپ لیا تھا۔ گویا فرشتوں کا انبوہ کثیر سدرہ میں حضور ﷺ کے استقبال کے لئے موجود تھا۔" مَا زَاغَ الۡبَصَرُ وَ مَا طَغٰی " آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔ بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔ اس میں نبی کریم ﷺ کے کمال قوت کا اظہار ہے کہ اس مقام میں جہاں عقلیں حیرت زدہ ہیں آپ ثابت رہے اور جس نور کا دیدار مقصود تھا اس سے بہرہ اندوز ہوئے، دائیں، بائیں کسی طرف ملتفت نہ ہوئے، نہ مقصود کی دید سے آنکھ پھیری، نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح بے ہوش ہوئے بلکہ اس مقام عظیم میں ثابت رہے۔ (سورۃ النجم، آیت از: ۱تا ۱۷، ترجمہ و تفسیر کنزالایمان، خزائن العرفان)

معراج مصطفی ﷺ احادیث نبویہ کی روشنی میں: معراج جسمانی کے بارے میں سینکڑوں احادیث ہیں جن کا ایک

مختصر خلاصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ معراج کی رات حضرت جبرئیل بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ کو معراج کی خوشخبری سنائی اور آپ ﷺ کا مقدس سینہ کھول کر اسے آبِ زمزم سے دھویا، پھر اسے حکمت و ایمان سے بھر دیا۔ اس کے بعد تاجدارِ رسالت ﷺ کی بارگاہ میں براق پیش کیا اور انتہائی اکرام و احترام کے ساتھ اس پر سوار کر کے مسجدِ اقصیٰ کی طرف لے گئے، اور بیت المقدس میں سیّد المرسلین ﷺ نے تمام انبیاء و مرسلین علیہم السّلام کی امامت فرمائی۔ پھر وہاں سے آسمانوں کی سیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت جبریل آمین علیہ السلام نے باری باری تمام آسمانوں کے دروازے کھلوائے، پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام، دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلاۃ والسلام، تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام، چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ الصلاۃ و السلام، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ الصلاۃ والسلام، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ الصّلاۃ والسّلام اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام حضور اقدس ﷺ کی زیارت و ملاقات سے مشرف ہوئے، انہوں نے نبی کریم ﷺ کی عزت و تکریم کی اور تشریف آوری کی مبارک بادیاں پیش کیں، حتی کہ نبی اکرم ﷺ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف سیر فرماتے اور وہاں کے عجائبات دیکھتے ہوئے تمام مقرّبین کی آخری منزل سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔ اس جگہ سے آگے بڑھنے کی کسی مقرب فرشتے کو بھی مجال نہیں ہے اس لئے حضرت جبریل امین آگے ساتھ جانے سے معذرت کر کے وہیں رہ گئے، پھر مقام قربِ خاص میں نبی کریم ﷺ نے ترقیاں فرمائیں اور اس قربِ اعلیٰ میں پہنچے کہ جس کے تصور تک مخلوق کے افکار و خیالات بھی پرواز سے عاجز ہیں۔ وہاں رسول اکرم ﷺ پر خاص رحم و کرم ہوا اور آپ ﷺ انعامات الٰہیہ اور مخصوص نعمتوں سے سرفراز فرمائے گئے، زمین و آسمان کی بادشاہت اور ان سے افضل و برتر علوم پائے۔ اُمت کے لئے نمازیں فرض ہوئیں، نبی کریم ﷺ نے بعض گناہ گاروں کی شفاعت فرمائی، جنت و دوزخ کی سیر کی اور پھر دنیا میں اپنی جگہ واپس تشریف لے آئے۔ جب سَرورِ عالم ﷺ نے اس واقعہ کی خبریں دیں تو کفار نے اس پر بہت واویلا کیا اور حضور اقدس ﷺ سے بیت المقدس کی عمارت کا حال اور ملک شام جانے والے قافلوں کی کیفیتیں دریافت کرنے لگ گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں سب کچھ بتا دیا اور قافلوں کے جو احوال سیّد المرسلین ﷺ نے بتائے تھے، قافلوں کے آنے پر اُن سب کی تصدیق ہوئی۔ (خزائن العرفان ص:۱۰۹، سورۃ بنی اسرآئیل، تحت الآیۃ:۱/مسلم شریف، جلد:۱، ص:۹۱، کتاب الایمان/بخاری شریف، کتاب الصلوۃ، جلد:۱، ص:۵۰، ۵۱، ملخصاً)

تفسیر و حدیث کی چند کتابوں کے مطالعہ پر اکتفا کر لینے سے معراج کی حقیقت کو سمجھ لینے کا دعویٰ خام خیالی ہے اس کی تفصیلات کے لئے کثیر کتابوں کو کھنگالنا پڑے گا۔ قلتِ مطالعہ کی بنا پر واقعہ معراج کی عظمت و رفعت کو جھٹلانا انصاف و دانشمندی کے تقاضوں کے منافی ہے۔

معراج مصطفی کس مقام سے ہوئی: حضرت ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف روایات میں تطبیق فرمائی پھر بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی چچا زاد بہن حضرت ام ہانی کے گھر آرام فرما تھے یعنی مقام ام ہانی سے معراج کی ابتدا ہوئی۔

(سیرت حلبی۔ ص:۴۰۵/تفسیر ابن کثیر، ص:۲۵۴، جلد دوم/الطبقات الکبریٰ، ص:۲۱۴، جلد:۱/انوار البیان، ص:۴۰۰، جلد دوم)

معراج مصطفی کس شب میں ہوئی: معراج پیر کی رات میں ہوئی۔ پیر کی رات میں آپ پیدا ہوئے اور پیر ہی کو وصال فرمایا اور پیر کو اعلان نبوت کیا۔ پیر ہی کو مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی اور پیر ہی کو مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

(سیرت حلبی، ص:۴۰۵، انوار البیان، ص:۴۰۰، جلد دوم)

معراج مصطفی کس مہینے اور تاریخ میں ہوئی: شیخ محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جاننا چاہئے کہ دیار عرب میں لوگوں کے درمیان مشہور ہے کہ نبی کریم ﷺ کی معراج شریف ۲۷ رجب المرجب کو ہوئی۔ (ماثبت بالسنۃ، ص:۱۳۹ بحوالہ انوار البیان، ص:۴۰۰، جلد دوم)

وَنَقَلَ عَنْهُ الْفَاضِلُ الْمُلَا اَمِيْنُ الْعُمْرِي فِيْ شَرْحِ الشِّفَا الْجَزْمُ بِاَنَّهُ كَانَ فِي السَّنَةِ الثَّانِيَةِ عَشَرَةَ مِنَ الْبَعْثِ. پختہ تحقیق ملا امین کی یہ ہے کہ معراج بعثت کے بارہویں سال ہوئی۔ (تفسیر الحسنات، ص:۶۱۶، جلد سوم) اور اسی کو حضور صدر الافاضل نے تفسیر خزائن العرفان میں بیان فرمایا کہ نبوت کے بارہویں سال سید عالم ﷺ معراج سے

نوازے گئے۔البتہ مہینے میں اختلاف ہے۔(خزائن العرفان ،ص:۵۰۷)

نبی کریم ﷺ کو ۳۴ معراجیں ہوئیں: تفسیر الحسنات میں زیر آیت ''عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى'' ہے کہ معراج نبی کریم ﷺ کو کل ۳۴ بار ہوئی جن میں سے ایک بار حالت بیداری میں معراج جسمانی اور باقی خواب میں روحانی۔ شیخ عبد الوھاب شعرانی فرماتے ہیں:

''اِنَّ اَسْرَاءَاته عَليه السّلَامُ كَانَتْ اَرْبَعًاوَثَلَاثِيْنَ وَاحِدٌ بِجِسْمِهٖ وَالْبَاقِي بِرُوْحه'' نبی کریم ﷺ کو اسراء تو چونتیس بار ہوا ایک بار بجسد و روح اور باقی روحانی۔(تفسیر الحسنات،ص:۶۲۰،جلد سوم)

معراج جسمانی کے دلائل اور منکرین کے شبہات کا ازالہ:

عالم بیداری میں جسمانی معراج مصطفی ﷺ پر بے شمار دلائل موجود ہیں یہاں پر چند دلائل بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔(۱)ارشادِ باری تعالیٰ'' اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ ''فرمانا لفظ عبد قرآن وحدیث یا عربی زبان میں صرف روح کو نہیں کہا جاتا ہے یا صرف جسم کے لئے نہیں بولا جاتا ہے بلکہ روح اور جسم کے مجموعہ کو کہا جاتا ہے اس لئے لفظ عبد استعمال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ معراج شریف جسمانی تھی۔امام رازی فرماتے ہیں:'' ان العبد اسم لمجموع الجسد والروح فوجب ان يكون الاسراء حاصلا لمجموع الجسد والروح ''(مفاتیح الغیب) یقیناً یہ سیر دونوں کے مجموعہ کو حاصل ہوئی۔

(۲) حدیث پاک میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے لئے براق کی سواری پیش کی گئی جس پر نبی کریم ﷺ سوار ہو کر تشریف لے گئے۔براق کا سواری بننا اور نبی کریم ﷺ کا براق پر سوار ہونا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ معراج مصطفی جسمانی تھی۔جیسا کہ (بخاری شریف،ص:۵۰،۵۱/جلد:۱/مسلم،ص:۹۱/جلد:۱/مشکوۃ،ص:۵۲۷)

(۳) ارشادِ باری تعالیٰ:اَسْرٰی رات کی سیر کو کہتے ہیں اَسْرٰی کا اطلاق اس سیر پر نہیں ہوتا کہ جو خواب میں ہو بلکہ اَسْرٰی کا اطلاق اس سیر پر ہوتا ہے جو رات کے وقت عالم بیداری میں ہو۔ اَسْرٰی کا استعمال اس بات کی دلیل ہے معراج مصطفی جسمانی تھی۔چنانچہ کہا جاتا ہے:وَالِاسْرَاءُ السَّيْرُ بِاللَّيْلِ خَاصةً. یعنی اَسْرٰی محاورۂ عرب میں رات کی سیر کو کہتے ہیں۔

وَقَالَ اللَّيْثُ يُقَالُ اَسْرٰى لِاَوَّلِ الَّيْلِ.لیث کے نزدیک اَسْرٰی رات کی ابتدائی سیر کو کہتے ہیں۔(تفسیر الحسنات،ص:۶۱۱،جلد سوم)

(۴) ارشادِ باری تعالیٰ ہے :''مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰى''(پ:۲۷،ع:۵) آنکھ نہ کسی طرف پھری، نہ حد سے بڑھی۔(کنزالایمان)

بَصَرْ کا لفظ جسمانی نگاہ کے لئے بولا جاتا ہے۔خواب میں دیکھنے کے لیے بَصَرْ کا لفظ نہیں استعمال کیا جاتا لہذا آیت مذکورہ میں بَصَرْ کے لفظ کا استعمال ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ معراج مصطفی جسمانی تھی۔

(۵) معراج نبی کریم ﷺ کا عظیم معجزہ ہے اگر خواب میں معراج ہوتی تو خواب کی بات معجزہ کیسے بن جاتی، معراج کا معجزہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ معراج جسمانی تھی۔ شیخ عبد الوھاب شعرانی فرماتے ہیں:''اِنَّ اَسْرَاءَاتَهٗ عَلَيه السّلَامُ كَانَتْ اَرْبَعًاوَثَلَاثِيْنَ وَاحِدٌ بِجِسْمِهٖ وَالْبَاقِي بِرُوْحِهٖ''(تفسیر الحسنات،ص:۶۲۰،جلد سوم)

(۶) نبی کریم ﷺ نے جسمانی معراج کا ذکر کیا تھا اگر معراج خواب کی بات ہوتی تو کفار مکہ کے کافر مذاق نہ بناتے اور تکذیب نہ کرتے، کفار و مشرکین کا اس شدت سے معراج کا انکار کرنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ معراج جسمانی تھی۔اور ہم اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ رب العزت جل جلالہ کو بچشم سر دیکھا چنانچہ حضرت حسن بصری قسم کھا کر فرماتے ہیں: معراج میں نبی کریم ﷺ نے رب تعالیٰ کو دیکھا۔امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے رب کو دیکھا،رب کو دیکھا،رب کو دیکھا، یہاں تک فرمایا کہ آپ کی سانس بند ہوگئی۔اور روح البیان اور مشکوۃ باب المساجد میں بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''رَأَيْتُ رَبِّي فِيْ اَحْسَنِ صورةٍ'' میں نے اپنے رب کو اچھی صورت میں دیکھا

(مشکوۃ شریف، جلد اول،اذان کا بیان،حدیث:۶۸۸)

منکرین معراج شریف کا دنداں شکن جواب: اللہ رب العزت جل جلالہ نے نبی کریم ﷺ کو عالم بیداری میں جسم اقدس اور روح پاک کے ساتھ عرش اعظم پر اپنے قرب خاص میں بلا کر اپنی عین ذات کا مشاہدہ کرایا اور دیدار عطا فرمایا۔ چنانچہ علامہ سعدالدین تفتازانی معراج جسمانی کے متعلق عقیدۂ اہل سنت کی ترجمانی کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ''وَلَا يَخْفٰى اَنَّ الْمِعْرَاجَ فِي الْمَنَامِ اَوْبِالرُّوْحِ لَيْسَ بِمَا يُنْكَرُ كُلَّ الْاِنْكَارِ وَ لَكِفرة اَنْكَرُوا اَمْرَ الْمِعْرَاجِ غَايَةَ الْاِنْكَار بَلْ كَثِيْرٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَدِ ارْتَدُّوا بِسَبَبِ ذٰلِكَ'' (شرح عقائد نسفی، ص:۱۰۵) یعنی اس میں کوئی خفا نہیں کہ معراج منامی ہو یا روحانی، ان امور میں سے نہیں ہے کہ جس کا کلی طور پر انکار کیا جائے، اور کافروں نے واقعۂ معراج کا شدت سے انکار کیا بلکہ کثیر مسلمان اس کی وجہ سے مرتد ہوگئے۔

جو لوگ معراج جسمانی کے منکر اور منامی کے قائل ہیں ان کے شبہات کا ازالہ: بعض لوگوں نے آیت کریمہ '' وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ '' ترجمہ: اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو۔
(سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۶۰)

اس سے حجت پکڑی کہ نبی کریم ﷺ کی معراج منامی تھی، جسمانی نہ تھی۔ لیکن قرآن کریم کی اسی آیت سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے معراج جسمانی ثابت فرمائی ہے۔ تفسیر در منثور میں ہے۔ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ رویا سے مراد یہاں رویت چشم ہے خواب میں دیکھنا مراد نہیں ہے۔ شب معراج نبی کریم ﷺ کو جو نشانیاں دکھائی گئی تھیں وہ خواب میں نہ تھیں۔

امام لغت ابن دحیہ نے بھی صراحت کی ہے کہ رویا کا معنی دیکھنے کے بھی آتے ہیں ''رَأَيْتُ رُؤْيَةً رُؤيًا'' نیز ''وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ'' کا آخری ٹکڑ ''فِتْنَةً لِّلنَّاسِ'' رویت چشم اور معراج جسمانی کی تائید کرتا ہے اس لئے کہ خواب کے بیان میں کوئی فتنہ اور آزمائش نہیں ہے کیونکہ کوئی بھی خوابوں کی تکذیب نہیں کرتا۔ (در منثور) ''فِتْنَةً لِّلنَّاسِ'' کی تفسیر روایت ذیل سے ہوتی ہے۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ آیت سے وہ نشانیاں مراد ہیں جو بیت المقدس جاتے وقت نبی کریم ﷺ کو دکھائی گئی تھیں جب نبی کریم ﷺ نے وہ نشانیاں بیان فرمائیں تو بہت سے لوگ تکذیب کر کے مرتد ہوگئے۔ (معارج النبوۃ) اور عربی ادب میں بھی یہ لفظ اکثر استعمال ہوا ہے جیسا کہ دیوان متنبی میں ہے:

مضى الليل والفضل الذى لك لايمضى
ورؤياك احلى فى العيون من الغمض.
(دیوان متنبی ص:۱۸۸ قافیۃ الضاد)

ترجمہ: رات ختم ہوگئی اور تیرا فضل ختم ہونے والا نہیں ہے۔ اور تیرا دیدار جمال آنکھوں میں نیند سے زیادہ میٹھا ہے۔ اس میں لفظ ''رؤیا'' رویت بصری کے معنی میں استعمال ہوا ہے علاوہ ازیں اسی آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: هِیَ رُؤيا عَين أُرِيْهَا رَسُوْل الله لَيْلَةَ أُسرِیَ بِهٖ الٰی بيتِ المقدس. (بخاری، ص:۵۵۰، جلد:۱)

علامہ کرمانی نے اس حدیث پر کہا: رؤيا عين به للأشعار بأنَّ رؤيا بمعنى الرؤية فى اليقيضة لارؤيا النائم. (بخاری شریف، ص:۵۵۰، حاشیہ:۵) ترجمہ: رویا عین کے ساتھ یہ ظاہر کرنے کے لئے مقید فرمایا کہ لفظ رویا یہاں بحالت بیداری دیکھنے کے معنی میں ہے سونے والے کے خواب کے معنی میں نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو معراج جسمانی ہوئی ہے۔ آیات قرآنیہ و احادیث مبارکہ معراج جسمانی پر دلیل قاطع ہیں اور قاعدہ بھی ہے ''النصوص تحمل على الظواهر'' لہٰذا قرآن اور کتب احادیث میں مذکورہ آیات اور حدیثوں سے اعراض کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور معراج جسمانی کو حق تسلیم کرنے پر کوئی استحالہ بھی نہیں ہے۔ اللہ ربّ العزّت جل جلالہ حق تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاه النبى الكريم عليه التحية والتسليم.

نوک قلم: محمد نفیس القادری امجدی
خطیب وامام جامع مسجد منڈیا/خادم تدریس جامعہ قادریہ
مدینۃ العلوم، گلڑیا، معافی، مرادآباد، یوپی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعدد ازواج کی حکمتیں

کلک مفتی مشتاق احمد امجدی، ازہری دارالافتا، ناسک

مذہب اسلام دین فطرت ہے،اس کا کوئی قانون انسانی فطرت سے بالاتر نہیں، اسلام کا منشاو مقصد یہ ہے کہ اس کے پیروکار بدکاری سے کامل طور پر دور و نفور ہیں اور مسلم معاشرہ سے زنا اور اس کے دواعی کا مکمل طور پر سد باب ہو، اسی لیے مذہب اسلام ایک تندرست و صحتمند شخص کو بیک وقت چار بیویاں رکھنے کی اجازت فراہم کرتا ہے مگر تعدد ازواج کی یہ اجازت چند بنیادی شرائط کے ساتھ مشروط ہے مثلا حقوق زوجیت پر قدرت کے ساتھ سب کے درمیان نفقہ ،سکنی،شب باشی وغیرہ امور میں عدل و مساوات کر سکتا ہو ورنہ ایک ہی بیوی پر اکتفا کی تلقین کرتا ہے چناں چہ فرمان خداوندی ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً [سورہ نساء،۳]

ترجمہ: تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو (کنز الایمان)

دور جاہلیت میں اسلام کا سورج طلوع ہونے سے قبل ایک بے ہودہ اور غیر شرعی رسم و رواج یہ بھی تھا کہ ایک مرد جتنی عورتوں کو چاہتا بیک وقت اپنے نکاح میں رکھ لیتا، عورتوں کو اپنے نکاح میں رکھنے کی کوئی حد بندی نہ تھی ، اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے ذریعہ دور جاہلیت کے نظام کثرت ازواج کو ختم کر دیا اور اسے ایک حد پر لا کر محدود کر دیا وہ بھی چند اہم شرائط کے ساتھ لہذا اسلامی قانون کے مطابق ایک صحت مند آدمی بیک وقت صرف چار بیویاں ہی رکھ سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں ،اسلام کے دیگر قوانین کی طرح یہ قانون بھی عین فطرت انسانی کے مطابق ہے، عقل انسانی اس کی حکمت کا ادراک کر سکے یا ادراک کرنے سے قاصر رہے،

اسلام میں ایک مرد کو اکٹھا صرف چار بیویوں کی اجازت ہے پانچویں نہیں رکھ سکتا ہے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے محقق دوراں شیخ الاسلام سید محمد مدنی اشرفی دام ظلہ رقمطراز ہیں:

"اسلام دین فطرت ہے، اس کے سارے اصول انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں ،اسلام بدکاری کو دور کرنا چاہتا ہے اور یہ مقصد صرف چار بیویوں سے بخوبی حاصل ہو جاتا ہے، پانچویں کی قطعی ضرورت نہیں رہتی،ہاں اگر صرف تین تک اجازت ہوتی تو اس سے بدکاری کا مکمل سد باب نہیں ہوتا،اس اجمال کی ایک مختصر سی تفصیل یہ ہے ،مثلا کسی صحتمند انسان نے کسی صحتمند خاتون سے نکاح کیا، تو اگر دونوں مکمل صحتمند ہیں تو اغلب یہی ہے کہ پہلی ہی قربت میں بیوی حاملہ ہو جائے،حاملہ ہو جانے کی صورت میں تین ماہ تک اس سے قربت حاملہ کے لیے طبّی نقطۂ نظر سے مضر نہیں مگر تین مہینے کے بعد احتیاط برتنی ہو گی اور شوہر کو اس کی صحبت سے خود کو بچانا ہو گا،اب اس حال میں شوہر کی نفسانی خواہش پوری کرنے کے لیے اور اس کو بدکاری سے بچانے کے لیے دوسری شادی کی اجازت دیدی ہے، وہ بھی اگر پہلی ہی قربت میں حاملہ ہو گئی تو اس کے ساتھ بھی تین ماہ تک شوہر کے مشغول رہنے میں مضائقہ نہ رہا، تین ماہ کے بعد شوہر کو حسب سابق اس سے بھی الگ ہو جانا پڑا تو اس کی تیسری شادی کی اجازت مل گئی اور پھر اس نے تیسری عورت سے نکاح کر لیا،اس کا بھی یہی حال رہا کہ پہلی صحبت میں حاملہ ہو گئی اور اس کے قریب بھی شوہر احتیاطا تین ہی مہینے رہ سکا ، تین مہینے کے بعد اس کو چوتھے نکاح کی رخصت مل گئی اور پھر وہ بھی پہلی قربت میں حاملہ ہو گئی اور شوہر کو اس سے قربت بھی تین ہی مہینہ طبّی نقطۂ نظر سے مناسب رہی، چناں چہ تین مہینے کے بعد اسے اس کی قربت سے الگ ہو جانا پڑا، مگر

اس کے باوجود اب اسے پانچویں کی ضرورت نہیں ،اس لیے کہ اس چوتھی کے تین مہینے پورنے ہونے تک ،اس کی سب سے پہلی بیوی بچے سے فارغ ہوچکی ہوگی اور اس پر مزید تین مہینہ گذر چکا ہوگا،اب اس سے قربت کرنے میں کسی طرح کا کوئی مضائقہ نہ ہوگا اور جب اس پہلی کا تین مہینہ پورا ہوگا تو دوسری فارغ ہوکر تین مہینے گزار چکی ہوگی ،یوں ہی جب دوسری کا تین مہینہ پورا ہوگا تو تیسری اس منزل میں آچکی ہوگی کہ اس سے قربت کی جاسکے ،تیسری کے بعد چوتھی کا بھی یہی حال ہوگا،اس طرح ایک دور پورا ہوجاتا ہے اور پھر دوسرے دور کے لیے پہلی بیوی اپنی سابقہ حالت پر آچکی ہوگی ،المختصر چوتھی کے بعد کسی حال میں بھی پانچویں کی ضرورت نہیں اور صرف تین سے مکمل طور پر ضرورت پوری نہیں ہوتی اور پوری طور پر بدکاری کا سدباب نہیں ہوتا۔۔۔اب اگر کوئی سوچے کہ جس صورت حال کی تصویر کشی کی گئی ہے،وہ شاذ ونادر ہی پیش آسکتی ہے تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ ایک جامع قانون وضابطہ بنانے کے لیے شاذ ونادر حالت پر ہی نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے"۔

[سید التفاسیر المعروف بہ۔ تفسیر اشرفی۔ جلد دوم، ص،۱۳۴]

ہاں یہ خدائی قانون امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے مردوں کے لیے ہے ،جبکہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم اس سے جدا اور الگ ہے چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف اوقات میں متعدد حکمتوں کے پیش نظر گیارہ خوش نصیب خواتین اسلام کو اپنی زوجیت کا شرف بخشا اور بوقت وصال آپ کے نکاح میں نو بیویاں باحیات تھیں۔

کچھ ناعاقبت اندیش ،ناخداترس اور بزم خویش روشن خیال افراد پیغمبر اسلام کی حیات طیبہ کے اس پہلو کو لے کر سخت واویلا مچاتے ہیں، طرح طرح کے مغلظات بکتے ہیں اور بے جا اعتراضات کرتے ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے پیغمبر اپنے ماننے والوں کو خواہش پرستی کی تعلیم دیتے ہوئے چار شادیاں کرنے کی اجازت دیتے ہیں اور خود اس بلا میں اتنے آگے پہنچے ہوئے ہیں کہ انہوں نے اپنی امت کے مردوں کے لیے بیویوں کی جو تعداد مقرر کی ہے انہوں نے خود کو اس کا پابند نہ کیا اور اپنی جنسی خواہشات کی تسکین کے لیے گیارہ شادیاں کی، معاذ اللہ رب العالمین۔

پچھلے سطور میں آپ نے عام مومنین کے لیے چار شادیوں کی حکمت تفصیل سے مطالعہ فرمایا یہاں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کثرت ازواج کی حکمتوں پر چند کلمات ہدیہ ناظرین ہیں۔

چند توجہ طلب امور

پیغمبر اسلام کی کثرت ازواج جنسی تسکین کے خاطر تھی یا جنسی تسکین کے ماسوا اس کے کچھ دوسرے مقاصد تھے اس پر تفصیلی گفتگو سے قبل درج ذیل امور ذہن نشیں رہیں تاکہ زیر تحریر مسئلہ کے اسرار وحقائق اور اس کی باریکیوں کو سمجھنے میں مدد ملے۔

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچیس برس کی عمر تک کوئی شادی نہیں کی۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنسی اباحیت کے پرآشوب ماحول میں اپنا عنفوان شباب تجرد کی حالت میں گذارا لیکن کسی کو آپ کے دامن عفت پر کوئی دھبہ نظر نہ آیا۔

(۳) آپ نے پہلی شادی پچیس سال کی عمر میں ایک چالیس سالہ بیوہ خاتون سے کی گویا جس خاتون کو سب سے پہلے آپ نے اپنی زوجیت کا شرف بخشا وہ آپ سے عمر میں پندرہ سال بڑی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آنے سے قبل وہ دو خاوندوں کی زوجیت میں رہ چکی تھیں۔

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عمر کے پچاس سال تک، پچیس برس کا ایک طویل عرصہ اپنی اسی زوجہ مکرمہ کے ساتھ گذارا،جب تک وہ زوجہ محترمہ زندہ رہیں آپ نے دوسری شادی نہیں کی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کا وصال ہجرت سے تین برس قبل پینسٹھ سال کی عمر میں ماہ رمضان المبارک میں مکہ معظمہ میں ہوا۔

(۵) پہلی بیوی کے وصال کے بعد جس خاتون سے عقد نکاح فرمایا وہ ایک بیوہ اور عمر رسیدہ خاتون تھیں۔

(۶) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجات مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا کوئی بھی باکرہ نہ تھیں حالاں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اپنے امتیوں کو باکرہ عورتوں سے

شادی کی ترغیب دیتے تھے جیسا کہ حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مستفاد ہوتا ہے۔

(۷) آپ ﷺ کی اکثر شادیاں آپ کی عمر کے پچپن برس سے انسٹھ برس کی عمر کے درمیان ہوئیں۔

معزز قارئین مذکورہ بالا نکات کو بامعان نظر اور بغور پڑھیں، ان امور میں غور کرنے کے بعد یقیناً ہر قاری پر یہ امر شمس وامس کی طرح عیاں ہوجائے گا کہ ایک عالی نسب، خوبرو اور نیک نام شخص جس کے لیے ابھرتی جوانی میں متعدد شادیاں کرنے میں معاشرتی اور معاشی لحاظ سے کوئی ممانعت نہ ہو نیز حسین سے حسین تر دوشیزاؤں کے ساتھ شادی کرنے کے راستے میں اس کے لیے کوئی روکاوٹ بھی نہ ہو پھر بھی اپنی عمر سے پندرہ سال بڑی ایک بیوہ عورت کو شادی کے لیے منتخب کرے اور اپنی عمر کے بہترین ایام ۲۵ سے ۵۰ برس تک مکمل ۲۵ سال اسی بیوی خاتون کے ساتھ گذار دے پھر پچاس سال کی عمر کے بعد شادیاں کرے بھی تو مختلف قبیلوں کی اکثر ان بیوہ خواتین سے ہی جو فطری طور پر جنسی تحریک کے لیے کوئی خاص رغبت نہ رکھتی ہوں۔ پھر بھی ان کے بارے میں اگر کوئی یہ کہے کہ یہ متعدد شادیاں جنسی تسکین اور جنسی جذبے کے تحت تھیں تو یہ نہایت ناانصافی اور اخلاق و دیانتداری سے گری ہوئی بات ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے سارے اعمال وافعال حکمتوں سے پر تھے، آپ کے ہر عمل کے پیچھے کوئی نہ کوئی حکمت پنہاں ہوا کرتی تھی اسی طرح آپ کی حیات طیبہ کا یہ روشن پہلو بھی بے شمار حکمتوں سے مالامال ہے، یقیناً حضور اقدس ﷺ کا متعدد خواتین سے شادی کرنا جنسی خواہشات کی تسکین کی خاطر نہ تھا بلکہ اس کے کچھ اور ہی حکمتیں تھیں جن کی وجہ سے آپ نے کثیر شادیاں کیں۔

حضور علیہ السلام کی شادیوں کی حکمتیں

نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے کثرت ازواج کی حکمتوں پر علامہ محمد علی صابونی استاذ کلیۃ الشریعہ والدراسۃ الاسلامیۃ مکہ مکرمہ نے ایک مختصر مگر نہایت جامع رسالہ تحریر فرمایاہے، اس رسالے کا نام "شبہات واباطیل حول زوجات الرسول" ہے، آپ نے اس رسالہ میں حضور ﷺ کی متعدد شادیوں کے کثیر حکمتوں کا قول کرکے چار حکمتوں میں سب کا استقصا فرمایا:

(۱) تعلیمی حکمت (۲) تشریعی حکمت (۳) سماجی حکمت (۴) سیاسی حکمت۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

ایھاالاخوۃالفاضل: ان الحکمۃمن تعدد زوجات الرسول کثیرۃومتشعبۃو یمکننا ان نجملھا فیما یلی : اولًا : الحکمۃالتعلیمیۃ، ثانیاالحکمۃالتشریعیۃ، ثالثا: الحکمۃالاجتماعی، رابعا: الحکمۃ السیاسیۃ.

[شبہات واباطیل حول زوجات الرسول، ص۔۱۳]

ذیل میں ان چاروں حکمتوں پر قدرے روشنی ڈالی جاتی ہے۔

تعلیمی حکمت

ہجرت کے بعد مسلمانوں کی تعداد میں بہت تیزی سے اضافہ ہونا شروع ہوگیا تھا، بہت جلد مومنوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی تھی، اسلامی اصولوں کے مطابق مردوں کی طرح عورتیں بھی مکلف ہیں، یہ بات ممکن نہیں کہ اسلام صرف مردوں کے مسائل کا حل پیش کرے اور عورتوں کے مسائل کو نظر انداز کردے نیز عورتوں کے مسائل میں بہت سارے مسائل ایسے ہیں جن کا تعلق خاص عورتوں کی نسوانی زندگی سے ہے جیسے حیض ونفاس، جنابت اور امور زوجیت وغیرہ ان کے متعلق نہ تو عورتیں کھل کر حضور ﷺ سے پوچھ سکتی تھیں اور نہ ہی حضور اقدس ﷺ کھل کر ان کا جواب دے سکتے تھے کیوں کہ شرم وحیا دونوں جانب سے مانع تھی، روایتوں میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اتنے حیادار تھے کہ جتنی حیادار دلہن اپنے حجلۂ عروسی میں ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی خاتون خاص عورتوں سے متعلق آپ سے کوئی مسئلہ معلوم کرتی تو آپ اس کا جواب اشاروں کنایوں میں ارشاد فرماتے مگر عورتیں سرکار کی مراد سمجھنے سے بسا اوقات قاصر رہتیں، چناں چہ کتب احادیث میں بکثرت ایسی مثالیں ملتیں ہیں کہ جب بھی کسی سائلہ نے آپ کی خدمت میں کوئی مسئلہ دریافت کیا، آپ نے اشارے اور کنائے کے ذریعہ اس مسئلے کا جواب سائلہ کو سمجھانا چاہا لیکن وہ اس مسئلے کو نہ سمجھ سکی، غرض کہ حضور ﷺ عورتوں کے مسائل سے متعلق جو تعلیمات لے کر مبعوث ہوئے تھے ان تعلیمات کو

امت کی عورتوں تک پہنچانے، عورتوں کو وہ مسائل سمجھانے اوران پر عمل کرکے دکھانے کے لیے آپ کو ایسی خواتین کی ضرورت تھی جو انتہائی پاک باز،ذہین وفطین اوردیانت دارہوں جو حضور اقدس ﷺ سے عورتوں سے متعلق تعلیمات نبوی کو محفوظ کرتیں اورانہیں امانت ودیانت کے ساتھ امت کی عورتوں تک پہنچاتیں،اور خواتین اپنے جن مسائل کو حضور کی خدمت میں پیش کرنے سے شرماتی تھیں ،ان سے وہ مسائل سنتیں اوران مسائل کو حضور کی خدمت میں پیش کرتیں اور حضور ان کا جو حل ارشاد فرماتے اسے عورتوں تک پہنچاتیں اوران کو ان پر عمل کرنے کا طریقہ بھی سمجھاتیں۔ گویا حضور اکرم ﷺ کے کثیر شادیوں کا ایک بنیادی مقصد امت کی عورتوں کے لیے دین سکھانے والی معاملات ومبلغات کی ٹیم تیار کرنا تھا جو فی نفسہ ایک بہت بڑی حکمت ہے،چنانچہ علامہ صابونی رقمطراز ہیں:

"لقد كانت الغاية الاساسية من تعدد زوجات الرسول ﷺ هي تخريج بضع معلمات للنساء،يعلمهن الاحكام الشرعية،فالنساء نصيف المجتمع وقدفرض عليهن من التكاليف مافرض على الرجال وقد كان الكثيرات منهم يستحيين من سؤال النبي ﷺ عن بعض الامورالشرعية وخاصة المتعلقة بهن كاحكام الحيض والنفاس والجنابة والامورالزوجية وغيرها من الاحكام وقد كانت المرأة تغالب حياء ها حينما تريد ان تسأل الرسول الكريم عن بعض هذه المسائل، كما كان من خلق الرسول الحياء الكامل وكان كما تروى كتب السنة،اشد حياء من العذراء فى خدرها فما كان عليه الصلاة والسلام يستطيع ان يجيب عن كل سوال يعرض عليه من جهة النساء بالصراحة الكاملة بل يكنى فى بعض الاحيان ولربما لم تفهم المرأة عن طريق الكناية مراده عليه السلام"[ایضا،ص،۱۴]۔

تشریعی حکمت

حضوراکرم ﷺ کے فرائض نبوت و رسالت میں جس طرح اللہ کی زمین کو کفروشرک سے پاک کرنے کا عمل شامل تھا یونہی انسانی معاشرہ سے تمام بدعات ومنکرات اورفرسودہ رسومات کو دور کرنا بھی آپ ﷺ کے فرائض میں شامل تھا،عرب معاشرہ میں کچھ ایسی غلط رسم ورواج نے جڑ پکڑ لیے تھے جنہیں ختم کرنااس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک خود آپ ﷺ ان جاہلی رسم ورواج کے خلاف عمل کرکے لوگوں کے سامنے اپنا نمونہ عمل نہ پیش کرتے۔

معاشرہ میں پھیلی بے جا اور غیر شرعی رسومات میں سے ایک رسم بد یہ بھی تھی کہ جب کوئی شخص کسی اجنبی کے بیٹے کو یہ کہہ دیتا کہ تومیرا بیٹا ہے تو اس کے اس قول سے وہ اس کا بیٹا قرار پاتا جسے فقہا کی زبان میں "متبنی" کہا جاتا ہے، نسب، وراثت، نکاح وطلاق وغیرہ تمام مسائل میں اس کی حیثیت ایک حقیقی بیٹے جیسے ہوتی،یہ رسم معاشرتی اور شرعی کثیر مفاسد کا دروازہ کھولتا ہے،اس رسم کو ختم کرنا نہایت ضروری تھا۔

حضرت زینب بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اقدس ﷺ کا نکاح خاص اسی رسم بد کو دفع کرنے کے لیے ہوا تھا،جس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ اہل عرب کے دستور کے مطابق پہلے حضور اقدس ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ کو اپنا منہ بولا بیٹا(متبنیٰ)بنایا اور پھر اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش کے ساتھ ان کا نکاح کرایا،اللہ تعالیٰ نے منہ بولے بیٹے کے متعلق غلط رسم ورواج کا قلع قمع کرنے کی ظاہر تدبیر یہ کی کہ پہلے حضرت زید بن حارثہ حضرت زینب بنت جحش کو طلاق دیں اور پھر عدت گذرنے کے بعد حضور اکرم ﷺ ان کے ساتھ نکاح کرلیں۔ چناں یہی ہوا کہ سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ نے حضرت زینب کو طلاق دی اور عدت گذرنے کے بعد حضور اقدس ﷺ نے رب تعالیٰ کے حکم سے حضرت زینب بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی زوجیت کا شرف عطا فرمایا جو آپ کے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ تھیں،اہل عرب کے مطابق یہ سخت خلاف مزاج اور معیوب وناپسندیدہ کام ہوا کیوں کہ وہ متبنیٰ کو نسبی بیٹے کی حیثیت دیتے تھے اور نسبی بیٹے کی طرح متبنی کی بیوی کو اپنے اوپر حرام سمجھتے تھے مگر جب خود بانی اسلام نے متبنیٰ کی مطلقہ سے نکاح فرمایا اورامتیوں کے سامنے پیارے نبی ﷺ کی سنت آگئی تو اب غلط اور غیر شرعی رسم کے خلاف عمل کرنا اب نہ معیوب سمجھا جانے لگا اور نہ ہی اس پر عمل پیرا ہونے والوں کے لیے ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ اور ممانعت باقی رہ گئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی کثرت ازواج میں ایک بڑی حکمت

معاشرہ میں پھیلے غیر شرعی رسوموں کو دور کر کے اسے ایک مثالی معاشرہ تشکیل دینا بھی ہے، علامہ صابونی تشریعی حکمت کے تحت اس نکاح کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"وقد كان هذا الزواج بامرمن الله تعالىٰ ولم يكن بدافع الهوىٰ والشهوة كما يقول بعض الافاكين المرجفين من اعداء الله،وكان لغرض نبيل وغاية شريفة هى ابطال عادات الجاهلية و قد صرح الله تعالىٰ عزوجل بغرج هذا الزواج بقوله "لكيلا يكون على المومنين حرج فى ازواج ادعيائهم اذاقضومنهن وطراً"روى البخارى بسنده أن زينب رضى الله تعالىٰ عنها كانت تفخر على ازواج النبى ﷺ وتقول:روجكن اهاليكن وزوجنى الله من فوق سبع سموات وهكذاكان هذاالزواج للتشريع وكان بامرالحكيم العليم" [ایضا، ص،۲۳،۲۲]۔

سماجی حکمت

ایک اچھے اور مثالی سماج کی خوبی یہ ہے کہ اس سماج کے بے سہاروں کو سہارا، محتاج کی حاجت روائی اور غمزدوں کی غم خواری کی جائے، دکھیاروں کے دکھ دور کیے جائیں، جنگ بدر اور پھر جنگ احد میں بہت سے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جام شہادت نوش کیے، کئی گھرانے بے آسرا ہو گئے، بیوگان اور یتیموں کا کوئی سہارا نہ رہا ایسے کٹھن ماحول میں پیغمبر اسلام ﷺ کو کب گوارا تھا کہ سماج کے ان بے سہاروں کو بے یارو مددگار چھوڑ دیتے اور ان کے دکھ درد کا مداوا نہ کرتے چناں چہ آپ نے سماج کے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے اپنے جانثار صحابہ کو بیوہ عورتوں سے شادی کرنے کو کہا اور لوگوں کو ترغیب دینے کے لیے آپ نے خود حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت زینب بن خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مختلف اوقات میں نکاح فرمایا، حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پچاس سال کی عمر میں بیوہ ہو گئیں اب وہ اس قابل نہ تھی کہ کوئی ان سے شادی کرتا اور ان کا معاشی و معاشرتی سہارا بنتا چناں چہ سرکار دوعالم ﷺ نے ان سے نکاح فرمالیا اور ان کا مضبوط سہارا بن کر ان کے غموں کو دور کیا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ احد میں بازو پر تیر لگنے کی وجہ سے شدید زخمی ہوئے اور اسی زخم سے ۴ھ ہجری کو وصال فرما گیے، شوہر کے وصال کے بعد جبکہ انہیں دو لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں ان کا یوں بے یارو مددگار رہ جانا بہت بڑا حادثہ تھا، حضور اکرم ﷺ نے بچوں سمیت ان کے سہارے کے لیے انہیں اپنی زوجیت کا شرف بخشا، اسی طرح حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی جنگ احد میں شہید ہو گیے تو ۳ھ ہجری میں حضور اقدس ﷺ نے انہیں اپنی زوجیت میں لے لیا اور آپ ام المومنین کے معزز لقب سے سرفراز ہوئیں۔

نیز ایک صالح سماج کی بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ محسنین کا احسان یاد رکھا جائے اور انہیں ان کا صلہ دیا جائے، نبی کریم ﷺ نے بحکم خداوندی جب توحید و رسالت کا پرچم بلند فرمایا، دین حق کی دعوت عام کی تو ایسی مشکل گھڑی اور پر آشوب ماحول میں نے آپ کی نصرت و حمایت اور دعوت دین کی تبلیغ واشاعت میں سب سے زیادہ جو لوگ پیش پیش رہے اور اپنی جان و مال ہر چیز کی قربانی پیش کی ان میں سر فہرست حضرت سیدنا ابو بکر صدیق، عمر فاروق اعظم، عثمان غنی اور علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تھے۔

غلامان مصطفی ﷺ کے ایثار و قربانی کا اصل صلہ تو خالق کائنات خود بروز قیامت انہیں عطا فرمائے گا تاہم سرکار دوعالم ﷺ نے اس دنیا میں بھی اپنے غلاموں کو نوازنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا، آپ نے اپنے جانثاروں کو نوازنے کے لیے یہ اسلوب اپنایا کہ آپ ان کے ساتھ رشتۂ مصاہرت قائم فرمالیں، چنانچہ آپ نے حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہما کی صاحبزادیوں کو اپنے نکاح میں لے لیا، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نکاح میں اپنی صاحبزادیاں عطا فرمائی۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیوہ ہو گئیں تھی، ایسے میں ان کا اپنی صاحبزادی کے مستقبل کے لیے فکر مند ہونا ایک فطری شئی ہے، حضور اکرم ﷺ نے ان کی بیوی بٹی کو اپنے نکاح میں قبول فرما کر ایک طرف تو ان کی پریشانی دور فرمائی اور دوسری طرف ان کو وہ اعزاز عطا فرمایا کہ جو ان کے لیے حاصل زندگی تھا، یقیناً اس طرح کا نکاح جلسی

تسکین کی خاطر نہیں ہوتا بلکہ اس رشتۂ ازدواج میں ایک صالح اور مثالی سماج کی تشکیل کی حکمت مضمر تھی۔

سیاسی حکمت

حضور ﷺ کی کثرت ازواج میں ایک بہت بڑی حکمت یہ بھی تھی کہ اسلامی انقلاب میں وسعت پیدا کی جائے اوراس کے لیے اسلام مخالف طاقتوں کو زیر کرنا،دشمنان اسلام کے دل جیتنااور باثر قبائل سے معاشرتی تعلقات استوار کرکے اسلام کے ساتھ ان کی مخالفت کم کرنانہایت ضروری تھا،اسی حکمت بالغہ کی وجہ سے آپ نے مختلف قبائل اورالگ الگ خاندانوں کی متعدد عورتوں سے شادی کی تاکہ اس طرح لوگ قریب ہوں اوران تک نور حق پھیلانے میں راہ ہموار ہوسکے نیز عربوں میں دستور تھا کہ جب کوئی شخص ان کا داماد بن جاتا تواس کی نصرت وحمایت کے لیے تیار رہتے اوراس کے خلاف جنگ کرنا اپنی عزت کے خلاف سمجھتے تھے،چناں چہ خاص اس مقصد کے لیے آپ ﷺ نے کئی شادیاں فرمائیں،علامہ صابونی قلمبند فرماتے ہیں:

"لقد تزوج النبی ﷺ ببعض النسوة، من اجل تالیف القلوب علیه وجمع القبائل حوله،فمن المعلوم ان الانسان اذا تزوج من قبیلة اوعشیرة یصبح بینه وبینهم قرابة ومصاهرة وذلك بطبیعته یدعوهم الی نصرته وحمایته"[ایضا، ص۲۶]۔

تاریخی اوراق میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں،ذیل میں چند نمونے قارئین کی ضیافت طبع کے لیے پیش ہیں:

(۱)حضرت ام حبیبہ سے نکاح: یہ سردار مکہ ابوسفیان کی بیٹی ہیں،ابوسفیان اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا، کفار مکہ نے اسلام کے خلاف جو جارحانہ کاروائیاں کی تھی ان میں سے اکثر کی قیادت ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی،یہ اسلام کا کمال تھا کہ دین کے اس سخت ترین دشمن کی بیٹی باپ سے پہلے ہی حلقہ بگوش اسلام ہوچکی تھی،ان کا نکاح سب سے پہلے عبیداللہ بن جحش سے ہوا تھا،یہ بھی مسلمان ہوگیا تھا جو بدقسمتی سے حبشہ پہنچ کر مرتد ہوگیااور عیسائی دھرم قبول کرلیا،حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس سے علاحدہ ہوگئی اور دین عزیز کی خاطر اپنے ماں باپ، قبیلہ اور خاندان،گھر باراور خاوند سب کچھ چھوڑ دیا اوراب دیار غیر میں بے یارومددگار رہ گئیں، حضور اکرم ﷺ کو جب دین کی اس مخلص مجاہدہ کے حالات کا علم ہواتو آپ نے ان کی بے کسی کو ختم کرنے اورانہیں ان کی قربانیوں کا صلہ دینے کا ارادہ فرمایااورآپ نے شاہ حبشہ نجاشی کے ذریعہ حضرت ام حبیبہ کو پیغام نکاح بھیجوایا،یہ نوید جانفزا سن کو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے اس پیشکش کو سعادت دارین سمجھ کر قبول کرلیا، نجاشی نے حضور اقدس ﷺ کے حکم کے مطابق ان کا نکاح حضور کے ساتھ کردیااوراپنے پاس سے چار سودینار بطور مہر اداکیے،نجاشی کی طرف سے جملہ حاضرین کو کھانا کھلایا گیااوراس نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو انتہائی عزت واحترام کے ساتھ حضرت شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ مدینہ طیبہ روانہ کردیااور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے حرم نبوی میں داخل ہوکر ام المومنین کا معزز لقب پالیا۔

حضور اقدس ﷺ کے اس نکاح سے نہ صرف ایک مخلص مومنہ کا غم دور ہوااور بے آسرا کو سہارا ملا بلکہ اس سے بے شمار سیاسی فوائد بھی حاصل ہوئے،اس نکاح کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ابوسفیان جو اسلام کا بڑا دشمن تھا،اسلام مخالف ہر محاذ کی قیادت کرتا تھا،اس نکاح کی وجہ سے اس کی اسلام مخالف سرگرمی میں کمی واقع ہوگئی،یہ نکاح ۷ھ ہجری میں ہوا تھااس کے بعدابوسفیان اسلام کے خلاف کسی کارروائی کی قیادت کرتا ہوا نظر نہیں آتا گویااس نکاح نے اس کی مخالفت کے جوش کو ٹھنڈا کردیا۔بلکہ ایک وقت وہ بھی آیا کہ اس نکاح کی برکت سے سردار قریش ابوسفیان حلقہ بگوش اسلام ہوگیا اوراس کے نتیجے میں لوگ فوج در فوج دین اسلام میں داخل ہونے لگے،یہ نکاح حضور اکرم ﷺ کی دوراندیشی،معاملہ فہمی اور سیاسی بصیرت کی واضح دلیل ہے۔

(۲)حضرت جویریہ سے نکاح: حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قبیلۂ بنو مصطلق کے سردار اعظم حارث بن ضرار کی بیٹی ہیں،یہ قبیلہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی دشمنی میں پیش پیش تھا، غزوۂ بنو مصطلق میں اس قبیلے کو شکست ہوئی اوراس قبیلے کے متعدد لوگ مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوکر قیدی بنائے گیے،ان قیدیوں میں حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی

تھیں،جب قیدیوں کو لونڈی غلام بناکر مجاہدین پر تقسیم کر دیا گیا تو حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں آئیں،انہوں نے اس سے مکاتبت کرلی یعنی یہ لکھ کر دے دیا کہ تم اتنی رقم مجھے ادا کر دو تو میں تم کو آزاد کر دوں گا،حضرت جویریہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے قبیلے کے سردار اعظم حارث بن ضرار کی بیٹی ہوں اور مسلمان ہوچکی ہوں،ثابت بن قیس نے مجھے مکاتبہ بنادیا ہے مگر میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہو جاؤں،اس لیے آپ اس وقت میری مالی امداد فرمائیں کیوں کہ میرا تمام خاندان جنگ میں گرفتار ہو چکا ہے اور ہمارے تمام اموال اور دیگر ساز و سامان مسلمانوں کے ہاتھوں میں مال غنیمت بن چکے ہیں اور میں اس وقت بالکل ہی مفلسی و بیکسی کے عالم میں ہوں، حضور اکرم ﷺ کو ان کی فریاد سن کر ان پر رحم آگیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اس سے بہتر سلوک تمہارے ساتھ کروں تو کیا تم اس کو منظور کرلو گی؟ انہوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ میرے ساتھ اس سے بہتر کیا سلوک فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے بدل کتابت کی تمام رقم میں خود تمہاری طرف سے ادا کر دوں اور پھر تم کو آزاد کر کے میں خود تم سے نکاح کرلوں تا کہ تمہارا خاندانی اعزاز و وقار برقرار رہ جائے،یہ سن کو حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مسرت وشادمانی کی کوئی انتہا نہ رہی انہوں نے اس اعزاز کو خوشی خوشی منظور کرلیا،چناں چہ حضور ﷺ نے بدلِ کتابت کی ساری رقم ادا فرما کر اور ان کو آزاد کر کے ان کو اپنے نکاح میں لے لیا اور وہ ام المومنین کے اعزاز سے سرفراز ہو گئیں۔

جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت جویریہ سے نکاح کرلیا ہے تو انہوں نے بنو مصطلق کے تمام قیدیوں کو یہ کہہ کر رہا کر دیا کہ جس خاندان میں رسول اللہ ﷺ نے نکاح فرمالیا اس خاندان کا کوئی فرد لونڈی اور غلام نہیں رہ سکتا،اس طرح حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح کی برکت سے تقریبا سو گھرانوں کو آزادی کی نعمت حاصل ہوئی اور قبیلہ بنو مصطلق نے جب حضور کی اس عالی ظرفی اور مسلمانوں کے دلوں میں موجزن حب رسول کے جذبۂ بیکراں کا مشاہدہ کیا تو وہ سارا قبیلہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ سبحان اللہ۔

یہ پیغمبر اسلام کی غیر معمولی سیاسی بصیرت ہی تو ہے کہ ایک شادی کی برکت سے اسلام کے ایک سخت ترین دشمن قبیلے نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی دشمنی چھوڑ کر حضور کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال لیا۔ چناں چہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

فما رأينا امرأة كانت اعظم بركة على قومها منها یعنی ہم نے کسی عورت کو اپنے خاندان والوں کے لیے حضرت جویریہ سے زیادہ بابرکت نہیں دیکھا۔

(۳) حضرت صفیہ سے نکاح: حضرت صفیہ حیی بن اخطب کی بیٹی ہیں، حیی بن اخطب بھی بنو مصطلق کے سردار حارث کی طرح اسلام کا زبردست دشمن تھا، حضرت صفیہ بھی غزوۂ خیبر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قیدی بن کر آئیں، حضور نے انہیں اپنے پاس بلایا اور ان کے سامنے دو صورتیں رکھیں یا تو وہ اسلام قبول کریں اور حضور ﷺ انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح فرمالیں یا یہ کہ اگر وہ یہودیت پر قائم رہنا چاہیں تو آپ انہیں آزاد کر دیں اور اپنی قوم کے پاس واپس چلی جائیں،انہوں نے اسلام قبول کر کے حضور کی زوجیت میں داخل ہونا پسند کیا۔ چناں چہ آپ حرم نبوی میں داخل ہو کر "ام المومنین" کے عظیم لقب سے مشرف ہوئیں۔آپ کے اسلام لانے کی بدولت بہت سارے لوگ ایمان کی دولت لازوال سے مالامال ہوئے،علامہ صابونی تحریر فرماتے ہیں:

وكذالك تزوج ﷺ بالسيدة صفية بنت حيي بن اخطب التى اسرت بعد قتل زوجها فى غزوة خيبروو قعت فى سهم بعض المسلمين فقال أهل الراےوالمشورة هذه سيدة بنى قريظة لاتصلح الالرسول الله ﷺ فعرضوا الامرعلى الرسول الكريم فدعاها وخيرهابين امرين:اماان يعتقها و يتزوجهاعليه السلام فتكون زوجة له واما ان يُطْلقَ سراحها فتلحق باهلها فاختارت ان يعتقها وتكون زوجة له وذلك لما راته من جلالةقدره وعظمته وحسن معاملته وقداسلمت واسلم باسلامها عدد من الناس"[ایضا،ص۲۸]۔

بلاشبہ یہ سب سرکار دوعالم ﷺ کی سیاسی بصیرت، دوررسی اور دوراندیشی تھی جس کی وجہ سے اسلام کو تقویت ملی، باطل قوتوں کو زیر کرنے میں مدد ملی اور غیر قوموں میں نور حق پھیلانے کا حسین موقع ملا۔ ان کے علاوہ آپ کی کثرت ازواج کی کثیر حکمتیں ہیں، ان حکمتوں کا مطالعہ کرنے سے یہ امر آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہوجاتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے کثیر شادیاں کسی جنسی جذبہ تسکین کی خاطر نہ کی تھیں بلکہ آپ ﷺ کی کثرت ازواج کے مقاصد اتنے اونچے تھے کہ جن کا تصور ہماری فہم وبصیرت سے بالاتر ہے، سید عالم ﷺ کی حیات طیبہ کے ان پہلوؤں سے صرف نظر اور مذکورہ بالا حکمتوں سے آنکھ موند کر حضور اقدس ﷺ کی کثرت ازواج کا سبب جنسی تسکین قرار دینا سراسر زیادتی ،ناانصافی اور ہٹ دھرمی ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولیٰ ہمیں عقل سلیم کی دولت سے سرفراز فرمائے۔آمین یارب العالمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلی آلہ افضل الصلواۃ واکرم التسلیم.

محتاج دعا
مشتاق احمد امجدی غفرلہ/خادم ازہری دارالافتا
امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک
متوطن: احمد پور (پچھم ٹولہ افریل) کدوا، کٹیہار، بہار
8830789911

حمد باری تعالی

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا
تجھے حمد ہے خدایا

تم ہی حاکم برا تم ہی قاسم عطایا
تم ہی دافع بلایا تم ہی شافع خطایا
کوئی تم سا کون آیا

وہ کنواری پاک مریم وہ نَفَخْتُ فیہ کا دم
ہے عجب نشانِ اعظم مگر آمنہ کا جایا
وہی سب سے افضل آیا

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھال ڈالے ترے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ یہ ملا ہے تم کو منصب
جو گدا بنا چکے اب اٹھو وقت بخشش آیا
کرو قسمت عطایا

وَاِلَی الْاِلٰہِ فَارْغَبْ کرو عرض سب کے مطلب
کہ تمہی کو تکتے ہیں سب کرو ان پر اپنا سایا
بنو شافعِ خطایا

ارے اے خدا کے بندو! کوئی میرے دل کو ڈھونڈو
مرے پاس تھا ابھی تو ابھی کیا ہوا خُدایا
نہ کوئی گیا نہ آیا

کبھی خندہ زیر لب ہے کبھی گریہ ساری شب ہے
کبھی غم کبھی طرب ہے نہ سبب سمجھ میں آیا
نہ اسی نے کچھ بتایا

کبھی خاک پر پڑا ہے سر چرخ زیر پا ہے
کبھی پیش در کھڑا ہے سر بندگی جھکایا
تو قدم میں عرش پایا

کبھی وہ تپک کہ آتش کبھی وہ ٹپک کہ بارش
کبھی وہ ہجوم نالش کوئی جانے ابر چھایا
بڑی جوششوں سے آیا

یہ تصوراتِ باطل ترے آگے کیا ہیں مشکل
تری قدرتیں ہیں کامل انہیں راست کر خدایا
میں انہیں شفیع لایا

ہمیں اے رضا ترے دل کا پتا چلا بہ مشکل
درِ روضہ کے مقابل وہ ہمیں نظر تو آیا
یہ نہ پوچھ کیسا پایا

عظمت صحابہ و اہل بیت
و
ردّ روافض وخوارج

مفتی محمد آصف رضا مصباحی
استاد جامعہ اشرفیہ مبارک پور

تمام صحابۂ کرام متقی، عادل اور جنتی ہیں ان کا تذکرہ خیر ہی کے ساتھ کرنا فرض ہے اور تمام صحابۂ کرام کی تعظیم و توقیر واجب ہے اور کسی بھی صحابی کے ساتھ بغض رکھنا بد بختی و گمراہی اور جہنم کا مستحق ہونا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب قرآن عظیم اور احادیث طیبہ میں جا بجا صحابۂ کرام کے عادل و متقی ہونے اور فسق سے محفوظ ہونے کی گواہی موجود ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں صحابۂ کرام کو لفظ مومن سے مخاطب کیا اور ان کی مدح سرائی فرمائی، دیکھئے سورہ انفال میں کس شان کے ساتھ تذکرہ کیا:

٭ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّاؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ (انفال: ۷۴)

ترجمہ: اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی پکے ایمان والے ہیں ان کے لیے بخشش ہے اور اچھی عزت کی روزی۔ (کنزالایمان)

اس آیت میں مہاجرین و انصار صحابہ کی شان بیان ہوئی اور کس خوبصورت انداز میں اللہ تعالیٰ نے ان کو متقی اور مومن فرمایا نیز ان کی مغفرت اور باعزت روزی کا اعلان فرمایا:

٭ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْؕ وَاُولٰٓىٕكَ لَهُمُ الْخَیْرٰتُ٘ وَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(۸۸) اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ(۸۹) (سورۂ توبہ: ۸۸/۸۹)

ترجمہ: لیکن رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور انھیں کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی مراد کو پہنچے، اللہ نے ان کے لیے تیار کر رکھی ہیں بہشتیں جن کے نیچے نہریں رواں، ہمیشہ ان میں رہیں گے یہی بڑی کامیابی ہے۔ (کنزالایمان)

ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کس طرح صحابہ کرام کو کامیاب اور جنتی قرار دیا اور کتنی عزتیں ان کو عطا فرمائیں۔

٭ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَیْكُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَیْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ(۷) فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةًؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ (حجرات، ۷/۸)

ترجمہ: لیکن اللہ نے تمھیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر، حکم عدولی اور نافرمانی تمھیں ناگوار کر دی ایسے ہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں ان پر اللہ کا فضل اور احسان اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ (کنزالایمان)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام کفر، فسق اور گناہ سے محفوظ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کی محبت پیدا فرمائی کہ انھیں راہ حق پر ثابت قدم بنا دیا، ان کے قلوب ایمان اور تقوی و طہارت سے مزین و معمور ہیں، لہذا ان میں کوئی بھی صحابی فاسق نہیں، ہر صحابی عادل، متقی اور جنتی ہے اس لیے ان کی تعظیم ہر مسلمان پر واجب ہے۔ بہر حال قرآن پاک میں بہت سارے مقامات پر اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام کا تذکرہ فرمایا ہے، اور نہ صرف تذکرہ کیا بلکہ ان کی عظمتوں کو بلند فرمایا، اور قیامت تک کے لیے اپنی مقدس کتاب میں صحابہ کی عظمتوں کو محفوظ فرمایا ہے۔

خود نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کی عظمتوں اور فضلیتوں کو بے شمار مقامات پر بیان فرمایا ان تمام احادیث کے لیے تو مستقل کتاب کی ضرورت ہے، مگر چند احادیث سر دست ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

(۱) عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما قال : قال النبي ﷺ :إن الله اختار اصحابي علي العالمين سوي النبيين والمرسلين.

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ نے میرے صحابہ کو انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے علاوہ تمام جہان پر چُنا۔(تاریخ بغداد ۳/۳۸۱)

اللہ تعالٰی نے اپنے دین کی نشر واشاعت اور اسکی سر بلندی کے لیے انبیاء و مرسلین کے علاوہ کسی کو چُنا ہے تو وہ صحابۂ کرام کی مقدس جماعت ہے، اور صحابہ نے اس فریضہ کو بخوبی انجام بھی دیا اس کی انجام دہی کے لیے انھوں نے اپنے مال وجان کو بھی قربان کر دیا۔

(۲) عن ضحاك بن مزاحم قال النبي ﷺ مثل أصحابي مثل الملح لا يصلح الطعام إلّا به و مثل أصحابي مثل النجوم لا يهتد ي إلّا بها فبأيّ قول أصحابي أخذتم به اهتديتم.

ترجمہ: حضرت ضحاک بن مزاحم سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ میرے صحابہ کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کھانے میں نمک کہ کھانے کی درستگی نمک کے بغیر نہیں، اور میرے صحابہ کی مثال ستاروں کی طرح ہے کہ راستوں کی رہنمائی ستاروں سے ہی ہوتی ہے، تو تم میرے جس صحابی کو فرمان اختیار کروگے راہ راست پاجاؤگے۔(البدر المنیر لابن الملقن ۹/۵۸۶)

(۳) عن انس بن مالك رضي الله عنه قال النبيﷺ من أحبّ الله فليحبني ومن أحبني فليحب أصحابي.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: جو شخص اللہ سے محبت کرنا چاہے وہ مجھ سے محبت کرے اور جو مجھ سے محبت کرنا چاہے وہ میرے صحابہ سے محبت کرے۔(میزان الاعتدال: ۴/۵۸۶)

دیکھئے اس حدیث میں تاجدار کائنات نے کس خوب صورت انداز میں اپنے صحابہ کے مراتب کو بلند فرمایا کہ اللہ کی محبت کو اپنی محبت پر موقوف فرمایا اور اپنی محبت کو صحابہ کی محبت پر موقوف فرمایا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو صحابہ سے محبت نہیں کرتا وہ کسی بھی حال میں اللہ اور اس کے رسول کا محبوب نہیں بن سکتا، خواہ وہ ساری زندگی ریاضت و مجاہدہ میں گزار دے، یعنی صحابہ کی عداوت بد دینی اور بد مذہبیت ہے اور ان سے بغض رکھنے والا دنیا و آخرت میں تباہی کے سوا کچھ نہیں پا سکتا۔ صحابہ کا بغض اور ان کی دشمنی سینہ میں رکھنا جہنم کی طرف راہ ہموار کرنا ہے، روافض اور خوارج صحابہ سے محبت نہیں کرتے بلکہ ان کو برا بھلا کہتے ہیں اور بعض صحابہ کو تو گالیاں تک دیتے ہیں اور وہ اپنی محفلوں میں خطبوں میں تقریروں میں تحریروں میں ہر طرح بعض صحابہ کو سبّ و شتم کرتے ہیں اور نہ صرف سبّ و شتم بلکہ لعن طعن تک کرتے ہیں، ایسے لوگ نہ صرف یہ کہ جہنمی ہیں بلکہ جہنم کے کتّے ہیں۔ اللہ کے رسول نے صاف صاف حکم فرمایا کہ صحابہ کو گالیاں نہ دینا۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے: عن أبي هريرة رضي الله عنه : قال النبي ﷺ لا تسبوا أصحابي لا تسبوا أصحابي فوالذي نفسي بيده لو أنّ أحدكم انفق مثل أحد ذهباً ما ادرك مدّ احدهم ولا نصفه.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو گالی نہ دینا، میرے صحابہ کو گالی نہ دینا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے اگر کوئی احد پہاڑ کی برابر سونا خرچ کر دے تو اس مد کے برابر نہیں ہو سکتا جو میرے صحابی نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا(صحیح مسلم ۲۵۴)

دیکھئے اس حدیث میں کتنے واضح طور انداز میں فیصلہ کیا کہ احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنا کسی صحابی کی ایک مٹھی کے مقدار کا مقابلہ نہیں کر سکتا، یعنی اگر ہم پوری زندگی اللہ کی عبادت میں گزار دیں تو صحابی کی ایک نماز کے برابر ہماری ساری زندگی کی عبادت نہیں ہو سکتی چہ جائے کہ برابری۔ صحابی کو سبّ و شتم کرنا نہ صرف ایمان و اعمال کو تباہ کرتا ہے بلکہ اللہ اور رسول کی بارگاہ کا ملعون ہونا ہے، جیسا کہ امام ابو نعیم

نے حلیۃ الاولیاء میں لکھا ہے: عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ : لا تسبوا أصحابي لعن الله من سبّهم.

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کو گالی نہ دینا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اس شخص پر جس نے میرے صحابہ کو گالی دی۔

(حلیۃ الاولیاء ۴۰۱/۳)

اس سے زیادہ سخت بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ صحابہ کو سبّ و شتم کرنا اللہ کا ملعون ہونا ہے اور اللہ کا ملعون دنیا و آخرت میں کہیں ٹھکانا نہیں پا سکتا اس کا صرف ایک ہی ٹھکانا ہو سکتا ہے اور وہ ہے جہنم۔ روافض اور خوارج اللہ اور رسول کی لعنت کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کی محبت سے ہمارے سینوں کو معمور فرمائے اور فتنہ خوارج سے ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے آمین۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہے اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ ﷺ کی

از قلم: محمد آصف رضا مصباحی
استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور، یوپی

مناجات

یا الٰہی! ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہِ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یا الٰہی! بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادیِ دیدارِ حُسنِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی! گورِ تیرہ کی جب آئے سخت رات
اُن کے پیارے منھ کی صبحِ جاں فزا کا ساتھ ہو

یا الٰہی! جب پڑے محشر میں شورِ دار و گیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی! جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحبِ کوثر شہِ جود و عطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی! گرمیِ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی! نامۂ اعمال جب کھلنے لگیں
عیب پوشِ خلق، ستّارِ خطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی! جب چلوں تاریک راہِ پل صراط
آفتابِ ہاشمی نور الہدیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی! جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے
رَبِّ سَلِّمْ کہنے والے غم زُدا کا ساتھ ہو

یا الٰہی! جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں
قدسیوں کے لب سے آمیں رَبَّنَا کا ساتھ ہو

یا الٰہی! جب رضاؔ خوابِ گراں سے سر اٹھائے
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

علم طب میں اعلیٰ حضرت کی مہارت

محمد مفتی رضوان نوری مصباحی منظری
ڈھکیا، مرادآباد

یوں تو دنیا میں روزانہ نہ جانے کتنے لوگ جنم لیتے ہیں اور نہ جانے کتنے لوگ اپنی زندگی کے متعین ایام گذار کر اس دار فانی کو خیر آباد کہہ جاتے ہیں۔ ان آنے جانے والوں میں مختلف جہت کے افراد ہوتے ہیں۔ بعضے وہ جن کو ان کا خاندان، گاؤں، شہر یا علاقہ ہی یاد کرتا ہے۔ اور وہ بھی کچھ دنوں کے بعد ان کی یادوں کے نقوش اپنے دل سے نکال دیتے ہیں۔ مگر کچھ شخصیات وہ ہوتی ہیں جن کو صرف ان کے اہل خانہ یا شہر، گاؤں یا علاقہ و ملک اور اپنے ہی نہیں بلکہ بیگانے بھی کسی نہ کسی نہج سے ان کی تعریف میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ انہیں شخصیتوں میں ایک نام عارف شریعت و طریقت، غواص بحر معرفت، تاج المحققین، یکتائے زمانہ، روحانی و جسمانی طبیب الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کا ہے۔ جو ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء بروز ہفتہ بوقت ظہر ملک ہندوستان کے صوبہ اترپردیش کے مشہور شہر بریلی شریف کے محلہ جسولی میں پیدا ہوئے۔ اللہ نے ان پر اپنے کرم کی اتنی بارشیں کیں کہ آپ نے چار سال کی عمر میں قرآن شریف کا ناظرہ کر لیا اور چھ سال کی عمر میں عید میلاد النبی کے موقع پر جامع تقریر کی اور آٹھ سال کی عمر میں علم نحو کی مشہور کتاب ہدایۃ النحو کی شرح تحریر کی اور کل تیرہ سال دس ماہ اور کچھ دن میں ہی مروجہ علوم و فنون سے فارغ التحصیل ہو گئے۔ بس جوں جوں زندگی آگے بڑھتی رہی اللہ پاک اپنے حبیب کے صدقے آپ پر برکتوں، رحمتوں اور عنایتوں کے دروازے کھولتا رہا جسکا حتمی ثبوت، علم کی وجہ سے آپ کی شخصیت کا پوری دنیا میں متعارف و مشہور ہونا ہے۔ اللہ نے آپ کو کثیر علوم و فنون پر مہارت تامہ عطا فرمائی تھی۔ جن کی مقدار مختلف سوانح نگاروں نے متفرق بیان فرمائی ہے۔ سیّد ریاست علی قادری نے اپنے مقالہ امام احمد رضا کی جدید علوم و فنون پر دسترس میں لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت کو ایک سو پانچ علوم و فنون پر مہارت و دسترس کاملہ حاصل تھی"

مگر ماہنامہ سنی دنیا نے آپ کے علوم و فنون کی مقدار ۱۰۰ لکھی ہے۔ " آپ کو علوم درسیہ کے علاوہ علوم جدیدہ و قدیمہ پر بھی مکمل دسترس و عبور حاصل تھا۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ان میں بعض علوم ایسے ہیں جن میں کبھی کسی استاد کی رہنمائی حاصل کئے بغیر اپنی خدا داد صلاحیت و ذہانت سے کمال حاصل کیا" (ماہنامہ سنّی دنیا بریلی شریف، ماہ اگست)۔

انہیں علوم و فنون میں جن میں آپ نے کسی استاد کی رہنمائی حاصل نہیں کی ایک علم، علم طب ہے جو بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں:

"العلم علمان علم الأبدان، وعلم الأديان"
(حلیۃ الاولیاء)

امام اہلسنت کو علم طب میں بھی دیگر علوم کی طرح بڑی مہارت و حذاقت حاصل تھی۔ مگر جس طرح دیگر علوم میں ایک ہزار سے زائد آپ کی تصنیف ہیں ان میں علم طب کو اگرچہ مستقل کتاب یا رسالے کی حیثیت سے جگہ نہیں مل سکی اور نہ ہی میں نے اپنے مختصر مطالعے میں کسی ایسے قلمکار کو پڑھا ہے جس نے اس تعلق سے آپ کے بارے میں اپنے قلم کو زحمت دی ہو، فقیر اس مضمون میں آپ کے صرف ایک خط کو شامل کر رہا ہے جس کے ذریعہ آپ نے ایک حکیم صاحب کو ایسی نصیحتیں کی ہیں جو ایک طبیب حاذق ہی کر سکتا

ہے ورنہ جس کو علم طب کے بارے میں معلوم ہی نہ ہو وہ نصیحت کیسے کرے گا۔

''برادر عزیز مولانا عبدالعزیز سلمہ العزیز عن کل رجیز
السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ
آپ کا خط آیا خوش کیا اللہ تعالیٰ آپ کو دست شفا بخشے اور جفاو شقا سے محفوظ رکھے برادرم تم طبیب ہو اور میری آپ سے دلی محبت ہے جو مجھے تمہارے لیے مجبور کرتی ہے کہ چند حرف تمہارے گوش گذار کردوں۔

(۱) جان برادر جس طرح فقہ میں صدہا حوادث (سینکڑوں واقعات) ایسے پیش آتے ہیں جو کتب میں نہیں اوران میں حکم لگانا ایک دشوار گذار پہاڑ کا عبور کرنا ہے جس میں بڑے بڑے ٹھوکریں کھاتے ہیں بعینہٖ یہی حال طب کا ہے بلکہ اس سے بھی نازک تر، بالکل بے دیکھی چیز پر حکم کرنا ہے۔ پھر اگر آدمی قابلیت تامہ نہیں رکھتا اور برائے خود کچھ کر بیٹھا اگرچہ اتفاق سے ٹھیک بھی اتری گناہ گار ہوگا۔ جس طرح تفسیر قرآن کے بارے میں ارشاد ہوا:

''من قال فی القرآن برائیه فأصاب فقد أخطا'' ترجمہ: جو قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے اور ٹھیک ہی کہے جب بھی خطا کی۔ (ترمذی، ج:۴/۴۴۰، حدیث: ۲۹۶۱) یوں ہی حدیث شریف میں فرمایا:

''من تطبب ولم یعلم منه طب فهو ضامن''
ترجمہ: جو طب کرنے بیٹھا اور طب کو نہ جانتا ہو اس پر تاوان ہے۔ (مشکوۃ، ج:۱، ص: ۳۵۰۴) یعنی اس علاج سے کوئی بگڑ جایئے تو اس کا خون بہا اس کی گردن پر ہوگا۔ اگرچہ کسی استاد شفیق نے تمہیں ماذون و مجاز کردیا ہو (یعنی علاج کرنے کی اجازت دے دی ہو)۔ مگر میری رائے میں تم ہر گز ہر گز ہنوز مستقل تنہا (علاج) گوارا نہ کرو اور جب تک ممکن ہو مطب دیکھتے اور اصلاحیں لیتے رہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جداگانہ معالجہ کے لیے نہ بیٹھو، بیٹھو مگر اپنی رائے کو ہر گز رائے نہ سمجھو اور ذرا ذرا میں اساتذہ سے استعانت (مدد) لو۔

(۲) رائے لینے میں کسی چھوٹے بڑے سے عار (شرم) نہ کرو۔ کوئی علم (میں) کامل نہیں ہوتا، آدمی (نے) بعد فراغ درس (تعلیم حاصل کرنے کے بعد) جس دن اپنے آپ کو عالم مستقل جانا اسی دن اس سے بڑھ کر کوئی جاہل نہیں۔

(۳) کبھی محض تجربہ پر بے تشخیص حادثہ خاص (بیماری کو DIAGNOSE کئے بغیر) اعتماد نہ کرو۔ اختلاف فصل، اختلاف بلد، اختلاف عمر، اختلاف مزاج (موسم ، شہر ، عمر ، مزاج کے مختلف ہونے) وغیرہا بہت باتوں سے علاج مختلف ہو جاتا ہے ایک نسخہ ایک مریض کے لیے ایک فصل میں صدہا بار مجرب (سینکڑوں بار تجربہ) ہو چکا، کچھ ضرور نہیں کہ دوسری فصل میں بھی کام دے بلکہ ممکن کہ ضرر (نقصان) پہنچائے وعلی ہذا اختلاف البلاد والاعمار والامتزجہ وغیرہا (شہروں، عمروں، اور مزاجوں کے مختلف ہونے کا بھی یہی معاملہ ہے۔

(۴) مرض کبھی مرکب ہوتا ہے ممکن کہ ایک نسخہ ایک مرض کے لیے تم نے فصول مختلفہ، بلاد متعددہ واعمار متفاوتہ وامزجہ متبائنہ (مختلف موسموں، شہروں، عمروں اور مزاجوں) میں تجربہ کیا اور ہمیشہ ٹھیک اترا مگر وہ مرض ساذج (سادہ، simpal) تھا یا کسی ایسے مریض (patient) کے ساتھ جسے یہ مضر (نقصان دہ، harmful) نہ تھا، اب جس شخص کو دے رہے ہو اس میں (سادہ مرض) ایسے مرض سے مرکب ہو جس کے خلاف ضرر (نقصان) دے گا اور وہ تجربہ صد (۱۰۰) سالہ لغو بے کار ہو جائے گا۔

(۵) ابھی ابتدائے امر (practice کا آغاز) ہے۔ کبھی بعض دلالات (علامتوں) پر مدار تشخیص (بیماری کی پہچان کی بنیاد) نہ رکھو مثلاً نبض یا مجرد تفسرہ (صرف قارورہ) یا محض استماع حال (حالت سننے) پر قناعت نہ کرو۔ کیا ممکن نہیں کہ نبض دیکھ کر ایک بات تمہاری سمجھ میں آئے اور جب قارورہ (پیشاب کی شیشی، urine Bottle) دیکھو، رائے (Opinion) بدل جائے، تو بالضرور حتی الامکان بطرف تشخیص (مرض کی پہچان کے ایک سے زائد ذرائع) کو عمل میں لاؤ، اور ہر وقت اپنی علم و فہم و حول و قوت سے بری

ہو کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں التجا کرو کہ القائے حق (صحیح بات کی طرف رہنمائی کرنا) فرمائے۔

(۶) کبھی کیسے ہی ہلکے سے ہلکے مرض کو آسان نہ سمجھو اور اس کی تشخیص و معالجہ میں سہل انگاری (سستی) نہ کرو۔ دشمن نہ تواں حقیر و بے چارہ شمرد (دشمن کو چھوٹا اور بے چارہ نہیں سمجھنا چاہئے)ہو سکتا ہے کہ تم نے بادی النظر (سرسری نظر) میں سہل (آسان) سمجھ کر جہد تام نہ کیا(خوب کوشش نہ کی) اور وہ باعث غلطی تشخیص ہوا جس نے سہل کو دشوار کر دیا یا فی الواقع (در حقیقت) اسی وقت ایک مرض عسیر (مشکل) تھا اور تم نے قلت تحقیق سے آسان سمجھ لیا۔ کیا تم نے نہیں پڑھا، دق(ٹی بی) سا دشوار مرض العیاذ باللہ تعالیٰ سہل معلوم ہوتا ہے۔

(۷) مریض یا اس کے تیماردار جس قدر حال بیان کریں کبھی اس پر قناعت نہ کرو ،ان کے بیان میں بہت باتیں رہ جاتی ہیں جنھیں وہ نقصان نہیں سمجھتے یا ان کے خیال اس طرف نہیں جاتے۔ ممکن ہے کہ وہ سب بیان میں آئے(تو) صورت واقعہ دگرگوں (کچھ اور)معلوم ہو۔ میں نے مسائل میں صدہا (سیکڑوں مرتبہ) آزمایا ہے کہ سائل نے تقریراً یا تحریراً جو کچھ بیان کیا اس کا حکم کچھ اور تھا، جب تفتیش کرکے تمام مالہ وماعلیہ (تفصیلات) اس سے پوچھے گئے۔ اب حکم بدل گیا۔ بہت مواقع پر ہم لوگوں (مفتیان کرام) کو رخصت ہے کہ محرد (صرف)بیان سائل پر فتویٰ دیدے مگر طبیب (Doctor) کو ہرگز اجازت نہیں کہ تشخیص کامل (مرض کو اچھی طرح Diagnose کیئے بغیر) زبان کھولے۔

(۸) تمام اطبا (Doctors) کا معمول ہے الا من شاء اللہ (چند ایک کے علاوہ) کہ نسخہ لکھا اور حوالہ کیا، ترکیب استعمال زبان سے ارشاد نہیں ہوتی۔ بہت مریض جہلائے زمانہ (بے پڑھے لکھے) ہوتے ہیں کہ آپ کا لکھا ہوا نہ پڑھ سکیں گے۔ طبیب (Doctor) صاحب کو اعتماد یہ ہے کہ عطّار (دوا بیچنے والا) بتادے گا، عطّار کی وہ حالت ہے کہ مزاج نہیں ملتے اور ہجوم مرض (یعنی مریضوں کے ہجوم) سے اس بیچارے کے خود ہواس گم ہیں۔ اس جلدی میں انہوں نے آدھی چہارم (نامکمل) بات کہی اور دام سیدھے کئے اور رخصت۔ بارہا دیکھا گیا ہے کہ غلط استعمال سے مریض کو مضرتیں پہنچ گئیں(نقصان پہنچ گیا)۔ لہذا بہت ضروری ہے کہ تمام تراکیب دوا اور طریقہ اصلاح واستعمال خوب سمجھا کر سمجھ کر ہر مریض سے بیان کرے، خصوصاً جہاں احتمال ہو کہ فرق آنے سے نقصان پہنچ جائے گا۔

(۹) اکثر اطباء نے کج خلقی وبدزبانی وخردماغی وبے اعتنائی اپنا شعار (پہچان) کرلی، گویا طب کسی مرض مزمن (پرانی بیماری) کا نام ہے جسنے یوں بدمزاج کرلیا۔ یہ بات طبیب کے لیے دین ودنیا میں زہر ہے۔ دین میں تو ظاہر ہے کہ تکبر ورعونت وتشدد وخشونت (سختی) کس درج مذموم ہے خصوصاً حاجت مند کے ساتھ اور دنیا میں یوں کہ رجوع خلق ان کی طرف کم ہوگی، وہی آئیں گے جو سخت مجبور ہو جائیں گے۔ لہذا طبیب پر اہم واجبات سے ہے کہ نیک خلق، شریں زبان، متواضع، حلیم، مہربان ہو جس کی میٹھی باتیں شربت حیات کا کام کریں۔ طبیب کی مہربانی وشیریں زبانی مریض کا آدھا مرض کھو دیتی ہے۔ اور خواہی نخواہی دل اس کی طرف جھکتے ہیں۔ اور نیک نیت سے ہوتا ہے تو خدا بھی راضی ہوتا ہے۔ جو خاص جالب دست شفا ہے۔

(۱۰) بہت جاہل اطباء کا انداز ہے کہ نبض دیکھتے ہی مرض کا عسیر العلاج (مشکل علاج والا) ہونا بیان کرتے لگتے ہیں اگرچہ واقعی میں سہل التدارک (آسان علاج والا) ہو۔ مطلب یہ کہ اچھا ہو جائے گا تو ہمارا شکر زیادہ ادا کرے گا اور شہرہ بھی ہوگا کہ ایسے بگڑے کو تندرست کیا حالانکہ یہ محض جہالت ہے۔ بلکہ اگر واقع میں مرض دشوار بھی ہو تاہم ہرگز اسکی بو آنے نہ پائے (مریض کو اس بات کا پتا نہ چلنے پائے) کہ یہ سن کر دردمند دل ٹوٹ جاتا ہے اور صدمہ پا کر ضعف طبیعت باعث غلبۂ مرض ہوتا ہے، بلکہ ہمیشہ بکشادہ پیشانی تسکین وتسلی کی جائے کہ کوئی بات نہیں ان شاءاللہ تعالیٰ آپ اچھے ہوئے۔

(۱۱) بعض احمق ناکردہ کار یہ ظلم کرتے ہیں کہ دوا کو ذریعہ تشخیص مرض بتاتے ہیں یعنی جومرض اچھی

طرح خیال میں نہ آیا انہوں نے رجماً بالغیب (اندازے سے) ایک نسخہ لکھ دیا کہ اگر نفع کیا تو فبھا ورنہ کچھ حال تو کھلے گا، یہ حرام قطعی ہے۔ علاج بعد تشخیص ہونا چاہئے نہ کہ تشخیص بعد علاج۔

اس قسم کی صدہا باتیں ہیں مگر اس قلیل کو کثیر پر حمل کرو اور میں ان شاء اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً تمہیں مطلع کرتا ہونگا۔ بہت باتیں ایسی ہیں جن کا اس وقت بیان کرنا ضرور نہیں، جب خدانے کیا کہ تمہارا مطب(Clinic) چل نکلا اور رجوع خلائق ہوئی اس وقت ان شاء اللہ تعالی بہت نفع پاؤگے اور اگر یہ سمجھ کر کہ یہ طب سے جاہل ہے، اس فن میں اس کی بات پر کیا اعتماد، تو بے شک یہ خیال تمہارا بہت صحیح ہے۔ اس تقریر پر مناسب ہے کہ اپنے اساتذہ کو دکھالو اور وہ پسند کریں (تو) معمول یہ کرو۔ والسلام خیر ختام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۴؍ جمادی الآخر روز جمعہ ۱۳۰۶ء

(حوالہ: کلیات مکاتیب رضا، دوم، ص: ۱۴۷)

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت کی مذکورہ تحریر سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ آپ کو علم طب میں کس درجہ مہارت حاصل تھی کیونکہ ایسی بیش بہا نصیحتیں وہی کرسکتا ہے جو خود ایک طبیب حاذق ہو لیکن اس مہارت و حذاقت کے باوجود آپ نے خود اس علم (علم طب) کو اپنا پیشہ نہیں بنایا کہ باضابطہ مطب کھول کر علاج کرتے جس کی وجہ آپ نے خود اپنے ایک شاگرد رشید حضرت علامہ صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان سے ارشاد فرمائی جس کو خود صدرالشریعہ بیان کرتے ہیں: میں جب اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو دریافت فرمایا: مولانا کیا کرتے ہو؟ میں نے عرض کی مطب کرتا ہوں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مطب بھی اچھا کام ہے "العلم علمان علم الأديان و علم الأبدان" مگر مطب کرنے میں خرابی یہ ہے کہ صبح صبح قارورہ (یعنی پیشاب) دیکھنا پڑتا ہے اس ارشاد کے بعد مجھے قارورہ سے انتہائی نفرت ہوگئی اور یہ اعلیٰ حضرت کا کشف تھا کیونکہ میں امراض کی تشخیص میں قارورہ سے ہی مدد لیتا تھا۔ اور واقعی صبح صبح مریضوں کا قارورہ دیکھنا پڑ جاتا تھا۔ کوئی بھی کتنا ہی انکار کرے مگر حقیقت یہی ہے کہ جس طرح آپ ایک ماہر مفتی، محدث، فقیہ مدرس، سائنس داں تھے ایسے ہی آپ حاذق طبیب بھی تھے کیوں کہ آپ کی تضیفات کا اگر بنظر عمیق مطالعہ کیا جائے اور دیکھا جائے تو طب کے تعلق سے ایسے ایسے بیش قمتی اقوال اور مفردات ملیں گے جن کو اطباء اپنی زندگی کا معمول بنالیں تو وہ اس فن کے ماہر بن سکتے ہیں اللہ کریم ہمیں فیضان اعلیٰ حضرت سے مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

عرفان فضائل

رمضان المبارک کے فضائل و مسائل

مولانا محمد عاشق رضا مصباحی
خطیب و امام جامع مسجد سماتھل، مراد آباد

رمضان المبارک کو دیگر تمام مہینوں پر فضیلت حاصل ہے۔ اس مہینہ میں اللہ رب العزت کی رحمتوں، عنایات اور کرم نوازیوں کی عجیب شان ہوتی ہے۔ انہی برکات کا یہ ثمرہ ہے کہ اس میں ایک نفل کا ثواب فرض کے برابر اور ایک فرض کا ثواب ستر فرائض کے برابر کر دیا جاتا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح، ج:۱، ص:۳۷۱، کتاب الصوم/الفصل الاول)

اس مہینہ میں عبادات و ریاضات کی کیا کیفیت ہونی چاہیے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی اس حدیث پر نظر ڈالیے، فرماتی ہیں: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ شَدَّ مِئْزَرَهُ، ثُمَّ لَمْ يَأْتِ فِرَاشَهُ حَتّٰى يَنْسَلِخَ. (شعب الایمان للبیہقی، ج:۳، ص:۳۱۰، فضائل شہر رمضان) ترجمہ: جب رمضان کا مہینہ آتا تو رسول اللہ ﷺ کمر ہمت کس لیتے اور اپنے بستر پر تشریف نہ لاتے یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔

لیکن جب رمضان کی آخری دس راتیں آتیں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں:
كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهَا. (صحیح مسلم، ج:۱، ص:۳۷۲، باب الإجتهاد فی العشر الأواخر...الخ) ترجمہ: رسول اللہ ﷺ آخری دس دنوں میں جو کوشش فرماتے وہ باقی دنوں میں نہ فرماتے تھے۔

بلکہ رمضان کی آمد سے قبل آپ ﷺ نے اس کی تیاری اور اس میں بھرپور محنت کرنے کے لیے ایک خطبہ بھی ارشاد فرمایا۔ چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے شعبان کی آخر تاریخ میں ہمیں وعظ فرمایا:

«أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ، شَهْرٌ مُبَارَكٌ، شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، جَعَلَ اللهُ صِيَامَهُ فَرِيضَةً، وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا، مَنْ تَقَرَّبَ فِيهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ، كَانَ كَمَنْ أَدَّى فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ، وَمَنْ أَدَّى فِيهِ فَرِيضَةً كَانَ كَمَنْ أَدَّى سَبْعِينَ فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ، وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ، وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ، وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ، وَشَهْرٌ يَزْدَادُ فِيهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ، مَنْ فَطَّرَ فِيهِ صَائِمًا كَانَ مَغْفِرَةً لِذُنُوبِهِ وَعِتْقَ رَقَبَتِهِ مِنَ النَّارِ، وَكَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ» ، قَالُوا: لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَا يُفَطِّرُ الصَّائِمَ، فَقَالَ: ''يُعْطِي اللهُ هَذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلَى تَمْرَةٍ، أَوْ شَرْبَةِ مَاءٍ، أَوْ مَذْقَةِ لَبَنٍ، وَهُوَ شَهْرٌ أَوَّلُهُ رَحْمَةٌ، وَأَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ، وَآخِرُهُ عِتْقٌ مِنَ النَّارِ، مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوكِهِ غَفَرَ اللهُ لَهُ، وَأَعْتَقَهُ مِنَ النَّارِ، وَاسْتَكْثِرُوا فِيهِ مِنْ أَرْبَعِ خِصَالٍ: خَصْلَتَيْنِ تُرْضُونَ بِهِمَا رَبَّكُمْ، وَخَصْلَتَيْنِ لَا غِنًى بِكُمْ عَنْهُمَا، فَأَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ تُرْضُونَ بِهِمَا رَبَّكُمْ: فَشَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَتَسْتَغْفِرُونَهُ، وَأَمَّا اللَّتَانِ لَا غِنًى بِكُمْ عَنْهُمَا: فَتَسْأَلُونَ اللهَ الْجَنَّةَ، وَتَعُوذُونَ بِهِ مِنَ النَّارِ، وَمَنْ أَشْبَعَ فِيهِ صَائِمًا سَقَاهُ اللهُ مِنْ حَوْضِي شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ حَتَّى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ'' (صحیح ابن خزیمہ، ج:۲، ص:۹۱۱، باب فضائل شہر رمضان/رقم الحدیث۱۸۸۷)

ترجمہ: تم پر ایک مہینہ آرہا ہے جو بہت بڑا اور بہت مبارک مہینہ ہے۔ اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض فرمایا اور اس کی رات کے قیام کو ثواب کی چیز بنایا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں کوئی نیکی کرکے اللہ کا قرب حاصل کرے گا ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض کو ادا کیا اور جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے گا وہ ایسا ہے جیسے غیر رمضان میں ستر فرائض ادا کرے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے، یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے۔ اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے، اس کے لئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا اور اسے روزہ دار کے ثواب کے برابر ثواب ہوگا مگر اس روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائیگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص تو اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (یہ ثواب پیٹ بھر کر کھلانے پر موقوف نہیں) بلکہ اگر کوئی بندہ ایک کھجور سے روزہ افطار کرادے یا ایک گھونٹ پانی یا ایک گھونٹ لسّی کا پلادے، تو اللہ تعالیٰ اس پر بھی یہ ثواب مرحمت فرمادیتا ہے۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول حصہ اللہ کی رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ جہنم کی آگ سے آزادی کا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام اور نوکر کے بوجھ کو ہلکا کردے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیتا ہے اور آگ سے آزادی عطا فرماتا ہے۔ اس مہینہ میں چار چیزوں کی کثرت کیا کرو جن میں سے دو چیزیں اللہ کی رضا کے لیے ہیں اور دو چیزیں ایسی ہیں جن سے تمہیں چارہ کار نہیں۔ پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب کرو اور جہنم کی آگ سے پناہ مانگو۔ جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے رب تعالیٰ (روزِ قیامت) میرے حوض سے اس کو ایسا پانی پلائے گا جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک اسے پیاس نہیں لگے گی۔

رمضان المبارک کی عبادات کی فضیلت اور مسائل کا جاننا ضروری ہے تاکہ انسان اس مہینہ میں عبادات کو بطریقِ احسن ادا کرکے خدا تعالیٰ کے ہاں سرخرو ہوسکے۔

رمضان و روزہ کے فضائل

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أُعْطِيَتْ أُمَّتِي خَمْسَ خِصَالٍ فِي رَمَضَانَ لَمْ تُعْطَهَا أُمَّةٌ قَبْلَهُمْ، خُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، وَتَسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْمَلَائِكَةُ حَتَّى يُفْطِرُوا وَيُزَيِّنُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ كُلَّ يَوْمٍ جَنَّتَهُ ثُمَّ يَقُولُ يُوشِكُ عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ أَنْ يُلْقُوا عَنْهُمُ الْمُؤْنَةَ وَالْأَذَىٰ وَيَصِيرُوا إِلَيْكِ وَيُصَفَّدُ فِيهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِينِ فَلَا يَخْلُصُوا إِلَى مَا كَانُوا يَخْلُصُونَ إِلَيْهِ فِي غَيْرِهِ وَيُغْفَرُ لَهُمْ فِي آخِرِ لَيْلَةٍ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ أَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ؟ قَالَ لَا وَلَكِنَّ الْعَامِلَ إِنَّمَا يُوَفَّى أَجْرَهُ إِذَا قَضَى عَمَلَهُ. (مسند احمد، ج:۸ ص:۳۰، رقم الحدیث ۷۹۰۴)

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کو رمضان شریف میں پانچ چیزیں خاص طور پر دی گئیں ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں دی گئیں۔

(۱) ان کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (۲) ان کیلئے فرشتے دعا کرتے رہتے ہیں حتی کہ افطار کے وقت تک دعا کرتے ہیں۔ (۳) جنت ہر روز ان کیلئے سجادی جاتی ہے۔ پھر اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ عنقریب میرے نیک بندے مشقتیں اپنے اوپر سے ہٹا کر تیری طرف آئیں گے۔ (۴) اس مہینہ میں سرکش شیاطین قید کردیے جاتے ہیں اور لوگ رمضان میں ان برائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں جا سکتے ہیں۔ (۵) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی مغفرت کی جاتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی! کیا یہ شب قدر ہے؟ ارشاد فرمایا: نہیں!، بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو مزدوری کام ختم ہونے کے وقت دی جاتی ہے۔

(۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا فِي رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ رَخَّصَهَا اللهُ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صِيَامُ الدَّهْرِ.(مسند احمد، ج:۹، ص:۳۴۶، رقم الحدیث:۹۸۷۰)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص بغیر کسی شرعی عذر کے ایک دن رمضان کا روزہ چھوڑ دے اور پھر تمام عمر کے روزے بھی رکھے تو اس ایک روزے کا بدل نہیں ہو سکتا۔

(۳) قَالَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ الصَّوْمُ جُنَّةٌ مَا لَمْ يَخْرِقْهَا.(سنن النسائی، ج:۱، ص:۳۱۱، باب فضل الصیام)

ترجمہ: حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: روزہ انسان کے لئے ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔

فائدہ: ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے آدمی ڈھال سے اپنی حفاظت کرتا ہے اسی طرح روزہ سے بھی اپنے دشمن یعنی شیطان سے حفاظت ہوتی ہے اور روزہ پھاڑ ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں جھوٹ، غیبت اور اس قسم کے ناجائز کام کیے جائیں۔ لہٰذا روزہ کے حقیقی فوائد اور ثمرات اس وقت حاصل ہوں گے جب انسان ان گناہ کی چیزوں اور لایعنی کاموں سے بچا رہے۔

(۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثَلَاثَةٌ لَا يُرَدُّ دُعَاؤُهُمْ: اَلْإِمَامُ الْعَادِلُ وَالصَّائِمُ حَتَّى يُفْطِرَ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا اللهُ فَوْقَ الْغَمَامِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَفْتَحُ لَهَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ وَيَقُولُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ بِعِزَّتِي لَأَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ.(مسند احمد بن حنبل، ج:۹، ص:۲۹۸، رقم الحدیث ۹۷۰۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی: ایک روزہ دار کی جب وہ روزہ افطار کرتے وقت مانگتا ہے، دوسرے عادل بادشاہ کی، تیسرے مظلوم انسان کی جس کو اللہ تعالیٰ بادلوں سے اوپر اٹھا لیتا ہے اور آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ (اے بندے!) میں تیری ضرور مدد کروں گا، گو (کسی مصلحت کی وجہ سے) کچھ دیر ہو جائے۔

(۵) عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: اُحْضُرُوا الْمِنْبَرَ فَحَضَرْنَا، فَلَمَّا ارْتَقَى دَرَجَةً قَالَ: آمِينَ، فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ قَالَ: آمِينَ، فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ قَالَ: آمِينَ، فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ مِنَ الْمِنْبَرِ قَالَ: فَقُلْنَا لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ لَقَدْ سَمِعْنَا الْيَوْمَ مِنْكَ شَيْئًا لَمْ نَكُنْ نَسْمَعُهُ قَالَ: إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَرَضَ لِي فَقَالَ: بَعُدَ مَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ فَقُلْتُ: آمِينَ فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّانِيَةَ قَالَ: بَعُدَ مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ فَقُلْتُ: آمِينَ، فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّالِثَةَ قَالَ: بَعُدَ مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ الْكِبَرَ عِنْدَهُ أَوْ أَحَدَهُمَا، فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ - أَظُنُّهُ قَالَ - فَقُلْتُ: آمِينَ.(شعب الایمان للبیہقی: ج:۲، ص:۲۱۴، باب فی تعظیم النبی ﷺ...الخ)

ترجمہ: کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ۔ ہم لوگ (قریب قریب) حاضر ہو گئے۔ جب آپ ﷺ نے منبر کے پہلے زینہ پر قدم رکھا تو فرمایا: آمین۔ جب دوسرے زینہ پر قدم رکھا تو پھر فرمایا: آمین، جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا: آمین۔ جب آپ علیہ السلام خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے ایسی بات سنی ہے جو پہلے کبھی نہیں سنی آپ ﷺ نے فرمایا: اس وقت جبرئیل میرے پاس آئے تھے۔ جب میں نے پہلے درجہ پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا: ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا اور پھر بھی اس کی مغفرت نہیں ہوئی، میں نے کہا: آمین، پھر جب میں دوسرے زینے پر چڑھا تو انہوں نے کہا: ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے، میں نے کہا: آمین، جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا: ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے اس

کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کی حالت میں آئیں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں، میں نے کہا: آمین۔

(۶) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: ذَاكِرُ اللهِ فِيْ رَمَضَانَ يُغْفَرُله وَسَائِلُ اللهَ فِيْهِ لَا يَخِيْبُ. (شعب الایمان للبیہقی، ج:۳، ص:۳۱۱، فضائل شہر رمضان)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''رمضان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا بخشا جاتا ہے، اور اس مہینے میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے والا بے مراد نہیں رہتا۔''

(۷) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا أَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ. (السنن الکبریٰ للبیہقی، ج:۴، ص:۲۴۰)

ترجمہ: حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے روزہ دار کا روزہ افطار کرایا یا کسی غازی کو سامانِ جہاد دیا، اس کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا۔''

روزے کے 30 مسائل اور ان کا حل:

سوال (۱) کیا قے (الٹی) سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: قے کی صرف دو صورتیں ایسی ہیں جن میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے باقی تمام صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا، جن صورتوں میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے وہ یہ ہیں: (۱) روزہ یاد ہونے کے باوجود جان بوجھ کر قے کی مثلاً انگلی وغیرہ حلق میں ڈال کر قے کی اور وہ قے منہ بھر ہوئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا بشرطیکہ قے کھانے، پانی، خون وغیرہ کی ہو۔ (۲) بغیر اختیار کے منہ بھر قے آئی اور ایک چنے یا اس سے زیادہ مقدار میں واپس حلق سے نیچے لوٹا دی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری، درمختار)

فائدہ: جس قے کو بغیر تکلف کے نہ روکا جا سکے اسے منہ بھر قے کہتے ہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری)

سوال (۲): کیا روزے میں احتلام ہو جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: روزہ میں احتلام ہو جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (درمختار)

سوال (۳): اگر روزے کی حالت میں فرض غسل کرنا ہو تو کیا کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا منع ہے؟

جواب: روزہ شروع ہونے سے پہلے غسل فرض ہو یا روزہ میں احتلام ہو جائے تو روزہ کی حالت میں غسل کے تمام فرائض ادا کیے جائیں گے۔ غسل میں کلی کرنا اور ناک میں نرم حصہ تک پانی پہنچانا فرض ہے اس کے بغیر نہ غسل اترے گا نہ نمازیں ہوں گی۔ (عامہ کتب فقہ)

سوال (۴): روزے میں فرض غسل کرنا ہو تو کیا غرغرہ کر سکتے ہیں؟

جواب: روزہ ہو تو غرغرہ نہیں کریں گے اور عام دنوں میں بھی غرغرہ غسل کا فرض یا کلی کا حصہ نہیں بلکہ ایک جداگانہ سنت ہے وہ بھی اس وقت سنت ہے جب روزہ نہ ہو، کیونکہ روزے کی حالت میں غرغرہ مکروہ ہے۔ (عامہ کتب فقہ)

سوال (۵): کیا روزے کی حالت میں مسواک کر سکتے ہیں؟

جواب: روزے کی حالت میں دن کے کسی بھی وقت مسواک کر سکتے ہے، اور اس سے اور دنوں کی طرح سنت کا ثواب بھی حاصل ہو گا البتہ اگر مسواک چبانے سے اس کے ریشے چھوٹتے ہوں یا مزہ محسوس ہو تو ایسی مسواک روزے کی حالت میں نہیں کرنی چاہیے۔ (بحرالرائق، ردالمحتار، فتاویٰ رضویہ)

سوال (۶): کیا روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ اور منجن کر سکتے ہیں؟

جواب: روزے کی حالت میں ضرورتِ صحیحہ کے بغیر ٹوتھ پیسٹ اور منجن وغیرہ کرنا مکروہِ تنزیہی ہے اور اگر اس کا کوئی جز حلق سے نیچے اتر گیا تو روزہ ہی ٹوٹ جائے گا، اس لیے روزے کی حالت میں ان کو استعمال کرنے سے بچنا چاہیے۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ)

سوال (۷): روزے کی حالت میں تیل لگانا اور زیرِ موئے ناف بنانا کیسا ہے؟

جواب: روزے کی حالت میں تیل لگانا اور موئے زیر ناف بنانا جائز ہے، ان سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (عامہ کتب فقہ)

سوال (۸): کیا سرمہ لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (الجوھرۃ النیرۃ، ردالمحتار)

سوال(۹): کیا روزے کی حالت میں سرمے کی طرح کاجل بھی لگا سکتے ہیں؟
جواب: جی نہیں! کاجل کا حکم سرمہ والا نہیں لہذا روزے کی حالت میں کاجل نہیں لگا سکتے۔(دارالافتاء اہلسنت)
سوال(۱۰): کیا روزے کیلیے سحری شرط ہے؟
جواب: روزے کے لئے سحری شرط نہیں ہے, رات میں روزے کی نیت کر لی جائے یا پھر زوال سے پہلے بھی نیت کر سکتے ہیں، لیکن سحری کا وقت ختم ہونے کے بعد اور زوال سے پہلے نیت اس وقت کر سکتے ہیں جب دو چیزیں پائی جائیں: (۱) پہلی یہ کہ روزہ بند ہونے کے بعد سے کوئی منافی روزہ کام مثلا کھانا پینا وغیرہ نہ کیا ہو (۲) دوسرا یہ کہ یہ نیت کرے کہ میں روزہ بند ہونے کے وقت سے روزے سے ہوں۔
(عامہ کتب فقہ)
سوال(۱۱): کیا خون نکلنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟
جواب: روزہ کسی چیز کے معدے کے راستہ میں یا دماغ میں جانے سے ٹوٹتا ہے، جسم سے کوئی چیز باہر آنے پر نہیں ٹوٹتا لھذا خون زخمی ہونے پر نکلے یا پھر ٹیسٹ کروانے کے لئے نکلوایا جائے یا کسی کو دینے کے لیے نکلوایا جائے, اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ: ''روزہ اس چیز سے ٹوٹتا ہے جو اندر جائے, جو باہر نکلے اس سے نہیں ٹوٹتا''۔
(مسند ابو یعلی وعامہ کتب فقہ)
سوال(۱۲): کیا انجیکشن اور ڈرپ لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟
جواب: قوی اور مضبوط دلائل کی روشنی میں انجکشن اور ڈرپ لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا لہذا ضرورت ہو تو انجیکشن یا ڈرپ لگوا سکتے ہیں۔(فتاوی نوریہ, فتاوی فیض رسول, فتاوی یورپ, فتاوی بریلی, فتاوی اہلسنت وغیرہ)
سوال(۱۳): کیا اذانِ فجر تک سحری کر سکتے ہیں؟
جواب: جب سحری کا وقت ختم ہو جاتا ہے تو اذانِ فجر اور نمازِ فجر کا وقت شروع ہوتا ہے لہذا جو سحری بند ہونے کے باوجود اذان ختم ہونے تک سحری کرتے رہتے ہیں (یعنی کھاتے پیتے رہتے ہیں) تو وہ اپنا روزہ برباد کر دیتے ہیں کیونکہ اس طرح ان کا روزہ ہوتا ہی نہیں اور سارا دن بھوک پیاس کے سوا انہیں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔(فیضانِ رمضان)

سوال(۱۴): کیا تھوک اور بلغم کو نگلنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟
جواب: تھوک اور بلغم جب تک منہ میں ہوں، ان کو نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ منہ سے باہر مثلاً ہتھیلی پر تھوک کر پھر منہ میں دوبارہ ڈالا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور ایسا عام طور پر کوئی نہیں کرتا(در مختار مع ردالمحتار)
سوال(۱۵): کیا روزے کی حالت میں خوشبو سونگھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟
جواب: خوشبو مائع (یعنی لیکوڈ) حالت میں ہو یا ٹھوس حالت میں, اس کو سونگھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔(عامہ کتب فقہ)
سوال(۱۶): اگر بتی کا دھواں منہ یا ناک کے ذریعے اندر گیا تو روزے کا کیا حکم ہے؟
جواب: اگر کسی جگہ یا کمرے میں اگربتی سُلگ رہی ہو اور اس کا دھواں منہ یا ناک کے ذریعے اندر گیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا البتہ اگر منہ یا ناک کو اگربتی کے قریب جا کر اس کے دھواں کو کھینچا اور روزہ بھی یاد ہوا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔
نوٹ: یونہی کسی بھی خوشبودار یا غیر خوشبودار دھوئیں کی دھونی اس طرح لی کہ اس کے دھوئیں کو ناک یا منہ سے حلق میں داخل کیا حالانکہ روزہ بھی یاد ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔(در مختار مع ردالمحتار)
سوال(۱۷): کیا روزے کی حالت میں پان, تمباکو اور نسوار منہ میں رکھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟
جواب: روزے کی حالت میں منہ میں پان, تمباکو اور نسوار رکھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔(فتاوی رضویہ، جلد: ۱۰)
سوال(۱۸): کیا سگریٹ اور حقہ وغیرہ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟
جواب: سگریٹ اور حقہ وغیرہ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔(بہارِ شریعت)
سوال(۱۹): کیا حقنہ (یعنی پاخانے کے مقام میں دوا داخل کرنے سے) روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟
جواب: روزہ یاد رہنے کے باوجود حقنہ لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔(فتاوی عالمگیری)

سوال(۲۰): کیا مشت زنی (یعنی اپنے ہاتھوں سے منی نکالنے) سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟
جواب: اگر مشت زنی سے انزال ہو جائے (یعنی منی نکل آئے) تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔(در مختار مع رد المحتار)
سوال(۲۱): اگر دمے کا مریض سانس کو بحال کرنے کیلئے روزے کی حالت میں انہیلر استعمال کرے تو کیا حکم ہوگا؟
جواب: انہلیر کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ اس کے ذریعے گیس اور باریک بوندوں کی شکل میں پانی اور دوا کے اجزاء مریض کے پھیپھڑوں تک پہنچتے ہیں۔(فتاوی اہلسنت)
سوال(۲۲): کیا روزے کی حالت میں آکسیجن ماسک لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟
جواب: روزے کی حالت میں آکسیجن ماسک لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے (فیضان فرض علوم)
سوال(۲۳): روزے کی حالت میں ناک میں سپرے کرنے یا دوا چڑھانے کا کیا حکم ہے؟
جواب: روزے کی حالت میں ناک میں سپرے کرنے یا دوا چڑھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے (در مختار)
سوال(۲۴): کیا کسی کو خون دینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟
جواب: کسی کی جان بچانے کے لئے خون دینا بلا کراہت جائز ہے اور اس سے روزہ بھی نہیں ٹوٹتا۔(فیضان فرض علوم)
سوال(۲۵): کیا غیبت و گالی گلوچ کرنے اور جھوٹ بولنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟
جواب: غیبت کرنے, گالی گلوچ کرنے اور جھوٹ بولنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر یہ سب کام گناہ کے ہیں اور ان سے روزے کی نورانیت ختم ہو جاتی ہے۔(بہار شریعت وعامہ کتب فقہ)
سوال(۲۶): اگر دانتوں سے خون نکل آئے تو کیا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟
جواب: اگر دانتوں سے خون نکل کر حلق سے نیچے اتر جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر حلق سے نیچے نہ اترے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔(در مختار)
سوال(۲۷): کیا حجامہ یعنی پچھنے لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟
جواب: حجامہ یعنی پچھنے لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔(الجوھرۃ النیرۃ)
سوال(۲۸): کیا آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟
جواب: جی ہاں! روزے کی حالت میں آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔(دار الافتاء اہلسنت، تفہیم المسائل)
سوال(۲۹): کیا کان میں دوا اور تیل وغیرہ ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟
جواب: اگر کان کا پردہ سلامت ہو تو کان میں دوا یا تیل وغیرہ ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر کان کا پردہ پھٹا ہوا ہو تو کان میں دوا اور تیل وغیرہ ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔(دار الافتاء اہلسنت، تفہیم المسائل، فیضان رمضان)
سوال(۳۰): کیا بیوی کا بوسہ لینے اور گلے لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟
جواب: اگر بیوی کا بوسہ لینے اور گلے لگانے سے منی خارج ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر منی خارج نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔
نوٹ: اگر کسی کو منی خارج ہونے یا جماع میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے یہ سب روزے کی حالت میں کرنا مکروہ ہے اور اگر اس کا اندیشہ نہ ہو تو بلا کراہت جائز ہے۔(رد المحتار)
واللہ اعلم ورسولہ اعلم عزوجل و ﷺ

تراویح کے فضائل:

(۱) حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: شَهْرٌ كَتَبَ اللهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَه وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهُ.(سنن ابن ماجہ، ص:۹۴، باب ما جاء فی قیام شهر رمضان) ترجمہ: اس مہینہ کے روزے اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض فرمائے ہیں اور میں نے اس کے قیام (تراویح) کو تمہارے لیے سنت قرار دیا ہے۔
(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى ﷺ قَالَ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.(صحیح البخاری، ج:۱، ص:۱۰، باب تطوع قیام رمضان من الإیمان) ترجمہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے تراویح پڑھی تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیے جائیں گے۔

تراویح کے مسائل/تراویح بیس رکعت ہے:

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ رَسُولَ ﷺ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ.

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۲،ص:۲۸۴،باب کم یصلي في رَمَضَانَ مِنْ رَكْعَةٍ،المعجم الکبیر للطبرانی،ج:۵،ص:۴۳۳،رقم ۱۱۹۳۴،المنتخب من مسند عبد بن حمید ص:۲۱۸،رقم ۶۵۳)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے۔

(۲) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ فَصَلَّى النَّاسَ اَرْبَعَةً وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَاَوْتَرَ بِثَلَاثَةٍ.(تاریخ جرجان للسہمی ص:۳۱۷، فی نسخہ ۱۴۲) ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ رمضان میں ایک رات تشریف لائے اور لوگوں کو چار (فرض) بیس رکعت (تراویح) اور تین وتر پڑھائے۔

(۳) عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَمَرَ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ اَنْ يُّصَلِّيَ بِاللَّيْلِ فِيْ رَمْضَانَ...... فَصَلّٰى بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً.(مسند أحمد بن منيع بحواله اتحاف الخيرة المهرة للبوصيري،ج:۲،ص:۴۲۴، باب فی قیام رمضان)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ میں رمضان شریف کی راتوں میں نماز (تراویح) پڑھاؤں...... تو میں نے لوگوں کو بیس رکعات نماز (تراویح) پڑھائی۔

(۴) عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ : كَانُوا يَقُومُونَ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً وَكَانُوا يَقْرَءُونَ بِالْمِئِينِ، وَكَانُوا يَتَوَكَّؤُنَ عَلَى عُصِيِّهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ.(السنن الکبری للبیہقی، ج:۲،ص:۴۹۶، باب مَا رُوِيَ فِي عَدَدِ رَكَعَاتِ الْقِيَامِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (صحابہ کرام باجماعت) بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور قاری صاحب سو سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور لوگ لمبے قیام کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں لاٹھیوں کا سہارا لیتے۔

(۵) عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّه عَنْ عَلِيٍّ اَنَّه اَمَرَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ صَلَاةَ الْقِيَامِ فِيْ شَهْرِ رَمْضَانَ اَنْ يُّصَلِّيَ بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً يُّسَلِّمُ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُرَاوِحَ مَابَيْنَ كُلِّ اَرْبَعِ رَكْعَاتٍ.(مسند الامام زید،ص:۱۵۸)

ترجمہ: امام زید رحمہ اللہ اپنے والد امام زین العابدین رحمہ اللہ سے وہ اپنے والد حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس امام کو رمضان میں تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا اسے فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے، ہر دو رکعت پر سلام پھیرے، ہر چار رکعت کے بعد آرام کا اتنا وقفہ دے کہ حاجت والا فارغ ہو کر وضو کرلے اور یہ کہ سب سے آخر میں وتر پڑھائے۔

(۶) حضرت زید بن وہب فرماتے ہیں:كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ يُصَلِّيْ بِنَا فِيْ شَهْرِ رَمْضَانَ فَيَنْصَرِفُ وَ عَلَيْهِ لَيْلٌ، قَالَ الْاَعْمَشُ:كَانَ يُصَلِّيْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ.(قیام اللیل للمروزی،ص:۱۵۷)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رمضان میں ہمیں تراویح پڑھاتے تھے اور گھر لوٹ جاتے تو ابھی رات باقی ہوتی تھی۔ حدیث کے راوی امام اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(۷) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اَجْمَعَ الصَّحَابَةُ عَلٰى اَنَّ التَّرَاوِيْحَ عِشْرُوْنَ رَكْعَةً.
(مرقاۃ المفاتیح،ج:۳،ص:۳۴۶،باب قیام شہر رمضان/الفصل الثالث)

ترجمہ: تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ تراویح بیس رکعات ہے۔

(۸) محدث علامہ ابوزکریا یحیی بن شرف الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:اِعْلَمْ اَنَّ صَلَاةَ التَّرَاوِيْحِ سُنَّةٌ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ وَهِيَ عِشْرُوْنَ رَكْعَةً.(کتاب الاذکار،ص:۲۲۶،باب أذکار صلاۃ التراویح)

ترجمہ: نماز تراویح باتفاق علماء سنت ہے اور یہ بیس رکعتیں ہیں۔

تراویح میں ختم قرآن:

(۱) عَنِ الْحَسَنِ قَالَ مَنْ اَمَّ النَّاسَ فِيْ رَمْضَانَ فَلْيَأْخُذْ بِهِمُ الْيُسْرَ فَاِنْ كَانَ بَطِيْءَ الْقِرَاءَةِ فَلْيَخْتِمِ الْقُرْآنَ خَتْمَةً وَاِنْ كَانَ قِرَاءَةً بَيْنَ ذٰلِكَ، فَخَتْمَةً وَنِصْفاً وَاِنْ كَانَ سَرِيْعَ الْقِرَاءَةِ فَمَرَّتَيْنِ.
(مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۵،ص:۲۲۲باب فی صلاۃ رمضان)

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص رمضان میں لوگوں کو نماز تراویح پڑھائے وہ ان سے آسانی کا معاملہ کرے۔اگر اس کی قراءت آہستہ ہو تو ایک قرآن کریم کا ختم کرے، قراءت کی رفتار درمیانی ہو تو ڈیڑھ اور اگر تیز قراءت کر سکتا ہو تو پھر دو بار قرآن کا ختم کرے۔

(۲) قَالَ الْاِمَامُ الْفَقِيْهُ مُحَمَّدُبْنُ عَلِيٍّ الْحَصْكَفِيُّ رَحِمَهُ الله :(وَالْخَتْمُ)مَرَّةً سُنَّةٌوَمَرَّتَيْنِ فَضِيْلَةٌ وَثَلَاثًا اَفْضَلُ(وَلَايُتْرَكُ) الْخَتْمُ(لِكَسْلِ الْقَوْمِ)
(الدرالمختار الحصکفی،ج:۲، ص: ۲۰۱،کتاب الصلاۃ،مبحث صلاۃ التراویح)

ترجمہ: امام محمد بن علی الحصکفی فرماتے ہیں: تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت، دوبار فضیلت اور تین بار افضل ہے، قوم کی سستی کی وجہ سے چھوڑا نہ جائے۔

(۳) اَلسُّنَّةُ فِي التَّرَاوِيْحِ اِنَّمَاهُ وَالْخَتْمُ مَرَّةً فَلَايُتْرَكُ لِكَسْلِ الْقَوْمِ.

(فتاوی عالمگیریہ،ج:۱،ص:۱۳۰فصل فی التراویح)

ترجمہ: تراویح میں ایک بار ختم قرآن کرنا سنت ہے،لوگوں کی سستی کی وجہ سے ترک نہ کیا جائے۔

تراویح میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا جائز نہیں:

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : نَهَانَا أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنْ نَؤُمَّ النَّاسَ فِي الْمُصْحَفِ.
(کتاب المصاحف لابن ابی داؤد، ص:۱۱۷،باب هل یؤم القرآن....)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم امام بن کر قرآن پاک دیکھ کر پڑھائیں۔

(۲) عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَؤُمَّ الرَّجُلُ فِي الْمُصْحَفِ.(مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۵،ص:۸۹،باب من کرہہ [ای الامامۃ بالقراءۃ فی المصحف])

ترجمہ: حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ آدمی امام بنے اور قرآن دیکھ کر پڑھائے۔

(۳) عَنْ إِبْرَاهِيْمَ ، أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يَؤُمَّ الرَّجُلُ فِي الْمُصْحَفِ.(مصنف ابن ابی شیبۃ: ج:۵/۸۸، باب من کرہہ [ای الامامۃ بالقراءۃ فی المصحف])

ترجمہ: مشہور فقیہ حضرت ابراہیم النخعی رحمۃ اللہ علیہ قرآن دیکھ کر امامت کرانے کو ناپسند فرماتے تھے۔

نابالغ کی امامت جائز نہیں:

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : نَهَانَا أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنْ نَؤُمَّ النَّاسَ فِي الْمُصْحَفِ ، وَنَهَانَا أَنْ يَؤُمَّنَاإِلَّا الْمُحْتَلِمْ.(کتاب المصاحف لابن ابی داؤد: ص:۱۱۷،باب ہل یوم القرآن فی المصحف)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم امام بن کر قرآن پاک دیکھ کر پڑھائیں اور ہمیں یہ حکم دیا کہ بالغ امامت کروائیں۔

(۲) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: لَا يَؤُمُّ الْغُلَامُ حَتّٰى تَجِبَ عَلَيْهِ الْحُدُوْدُ.(نیل الاوطار للشوکانی، ج:۳، ص:۱۷۶، باب ماجاء فی امامۃ الصبی)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بچہ امامت نہ کرائے جب تک اس قابل نہ ہو جائے کہ اس پر حدود لگ سکیں (یعنی بالغ ہو جائے)۔

(۳) عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: لَا يَؤُمُّ غُلَامٌ حَتّٰى يَحْتَلِمَ.
(مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۳/۲۰۷، باب فی امامۃ الغلام قبل ان یحتلم)

ترجمہ: حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بچہ جب تک جوان نہ ہو جائے اس وقت تک امامت نہ کرائے۔

فضائل اعتکاف:

(۱) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ.(صحیح البخاری، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر، ج:۱/۲۷۱)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی۔ پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن اعتکاف فرماتی رہیں۔

(۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ...مَنِ اعْتَكَفَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ ثَلَاثَ خَنَادِقَ كُلُّ خَنْدَقٍ أَبْعَدُ مِمَّا بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ.(المعجم الاوسط للطبرانی، ج:۵، ص:۲۷۹، رقم الحدیث ۷۳۲۶)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کی رضا کیلیے ایک دن کا اعتکاف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقوں کو آڑ بنادیں گے، ایک خندق کی مسافت آسمان وزمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہے۔

فائدہ: سبحان اللہ! ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے اعتکاف کی کیا فضیلت ہوگی؟ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو رمضان کی مبارک گھڑیوں میں اعتکاف کرتے ہیں اور مذکورہ فضیلت کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

(۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فِي الْمُعْتَكِفِ هُوَ يَعْكِفُ الذُّنُوبَ، وَيُجْرَىٰ لَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا.(سنن ابن ماجہ، باب فی ثواب الاعتکاف، ص:۱۲۸)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعتکاف کرنے والا گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کی تمام نیکیاں اسی طرح لکھی جاتی رہتی ہیں جیسے وہ ان کو خود کرتا رہا ہو۔

فائدہ: اس حدیث میں اعتکاف کے فوائد میں سے دو بیان کیے گئے ہیں: (۱) معتکف جتنے دن اعتکاف کرے گا اتنے دن گناہوں سے بچا رہے گا۔ (۲) جو نیکیاں وہ باہر کرتا تھا مثلاً مریض کی عیادت، جنازہ میں شرکت، غرباء کی امداد، علماء کی مجالس میں حاضری وغیرہ، اعتکاف کی حالت میں اگرچہ ان کاموں کو نہیں کر سکتا لیکن اس قسم کے اعمال کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

(۴) ایک حدیث میں آتا ہے: مَنِ اعْتَكَفَ إِيمَانًا وَ احْتِسَابًا غُفِرَ لَه مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه.(کنز العمال: کتاب الصوم، الفصل السابع فی الاعتکاف ولیلۃ القدر، ج:۸، ص:۲۴۴)

ترجمہ: جس نے اللہ کی رضا کیلیے ایمان واخلاص کے ساتھ اعتکاف کیا تو اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

فائدہ: اس حدیث میں اعتکاف کرنے پر جن گناہوں کی معافی کا وعدہ کیا گیا ہے ان سے مراد گناہ صغیرہ ہیں، کیونکہ گناہ کبیرہ کی معافی کیلیے توبہ شرط ہے۔ اعتکاف کرنے والا جب مبارک ساعات میں خدا تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتا ہے، آہ وبکا کرتا ہے اور اپنے سابقہ گناہوں سے سچی توبہ کرتے ہوئے آئندہ نہ کرنے کا عزم کرتا ہے تو یقینی بات ہے اس کے کبیرہ گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں، اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک میں گناہوں سے مراد کبیرہ بھی ہو سکتے ہیں جن کی معافی اعتکاف میں ہوتی ہے۔ لہٰذا معتکف کو چاہیے کہ توبہ و استغفار کا ضرور اہتمام کیا کرے۔

(۵) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَيَقُولُ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ۔ (صحیح البخاری: باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر، ج:۱، ص:۲۷۰)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری راتوں میں تلاش کیا کرو۔

فائدہ: اعتکاف سے مقصود لیلۃ القدر کو پانا ہے جس کی فضیلت ہزار مہینوں سے زیادہ ہے۔ نیز اس حدیث میں لیلۃ القدر کو تلاش کرنے کیلیے آخری عشرہ کا اہتمام بتایا گیا ہے جو دیگر احادیث کی روسے اس عشرہ کی طاق راتیں ہیں۔ لہٰذا بہتر تو یہی ہے کہ اس آخری عشرہ کی ساری راتوں میں بیداری کا اہتمام کرنا چاہیے ورنہ کم از کم طاق راتوں کو تو ضرور عبادت کرنا چاہئے۔

✵ ✵ ✵

فرمان مصطفیٰ ﷺ

جو شخص ستائیسویں رجب کو روزہ رکھے گا، اس کو ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب ملے گا۔

غنیۃ الطالبین، ج:۱/۱۸۲

فرمان مصطفیٰ ﷺ

سب سے افضل کام مسلمانوں کا جی خوش کرنا ہے کہ تو اس کا بدن ڈھانکے یا بھوک میں پیٹ بھرے یا اس کا کوئی کام پورا کرے۔

فتاویٰ رضویہ شریف، ج:۲۳/۱۵۳

فرمان حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ

اعلیٰ حضرت کا نام لینا بڑی بات نہیں، اعلیٰ حضرت کی تعلیم پر عمل کون کر رہا ہے، اس کے ساتھ چلو۔

اعتذار

برکات رضا گروپ کی انقلابی آواز، مسلک اعلیٰ حضرت اور مشرب صدر الافاضل کا بے باک نقیب، **سہ ماہی عرفان رضا** کا پہلا شمارہ معزز قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے انتہائی مسرت وشادمانی محسوس ہو رہی ہے۔

ہماری ٹیم نے اسے خوب سے خوب تر اور ظاہری وباطنی نقائص وعیوب سے دور کرنے میں حتی الامکان کوشش کی اور علماء کرام سے رہنمائی بھی حاصل کی اور علماء کرام نے مفید مشوروں سے خوب نوازا پھر بھی بتقاضہ بشری اگر کوئی کمی رہ گئی ہو تو معذور سمجھتے ہوئے اسے ہدف تنقید نہ بنا کر ہمیں ضرور آگاہ فرمائیں۔ ہم آپ کے ممنون ہوں گے۔

معزز علماء کرام اور محترم قارئین عظام سے التماس ہے کہ اس رسالہ کا ضرور مطالعہ فرمائیں اور اپنے گراں قدر تاثرات اور قیمتی مشوروں سے نوازیں۔

عارض: محمد نفیس القادری امجدی مرادآباد
موبائل نمبر 8923604732

زکوۃ وصدقات کی اہمیت ومسائل

مفتی محمد نعیم الدین منظری
پرنسپل جامعہ رضائے مصطفی، کندرکی، مراد آباد

ہر مسلمان کو یہ حقیقت پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اسے جو کچھ بھی دولت وثروت ملی ہے اس کا اصل مالک وہ خود نہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالی ہے اور اس نے محض اپنے فضل وکرم سے ہمیں اپنی ملکیت میں بطور نیابت تصرف کرنے کا حق دے رکھا ہے، جب اللہ ہی اس کا مالک ہے اور اسی کی قدرت کی بناپر ہمیں یہ نعمت میسر آئی ہے تو اگر وہ اپنے بندوں کو یہ حکم دیتا کہ وہ اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں لٹا دیں تو ہمیں شکایت یا اعتراض کا کوئی موقع نہ تھا کیونکہ اس کی چیز ہے وہ جہاں اور جتنی چاہے خرچ کرے، مگر یہ بھی اس کا فضل ہے کہ اس نے جہاں ہمیں خرچ کرنے کا حکم دیا وہاں پورا مال نہیں بلکہ کچھ حصہ خرچ کرنا ضروری قرار دیا۔

زکوۃ وصدقات کی اہمیت:

اللہ عزوجل فرماتا ہے: وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (سورۃ البقرۃ:۳)

ترجمہ: اور متقی وہ ہیں کہ ہم نے جو انہیں دیا ہے، اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

اور فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ (المومنون:۴)

ترجمہ: اور فلاح پاتے وہ ہیں جو زکوۃ ادا کرتے ہیں۔

اور فرماتا ہے: وَ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَ هُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (سبا:۳۹) ترجمہ: اور جو کچھ تم خرچ کروگے، اللہ تعالی اس کی جگہ اور دے گا اور وہ بہتر روزی دینے والا ہے۔

اور فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۴﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ (التوبہ:۳۴،۳۵)

ترجمہ: جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے اور اسے اللہ (عزوجل) کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں، انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو، جس دن آتش جہنم میں وہ تپائے جائیں گے اور ان سے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور ان سے کہا جائے گا) یہ وہ ہیں جو تم نے اپنے نفس کے لیے جمع کیا تھا تو اب چکھو جو جمع کرتے تھے۔

حدیث: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ (مَنْ آتَاهُ اللهُ مَالاً فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ (يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ) ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ، أَنَا كَنْزُكَ، ثُمَّ تَلَا ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ (سورۂ آل عمران:۱۸۰) (صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب اثم مانع الزکوۃ، الحدیث :۱۴۰۳، ج:۱، ص:۱۸۸)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''جس کو اللہ تعالی مال دے اور وہ اس کی زکاۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن وہ مال گنجے سانپ کی صورت میں کر دیا جائے گا، جس کے سر پر دو چھتیاں ہوں گی۔ وہ سانپ اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا پھر اس کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، اس کے بعد حضور ﷺ نے اس آیت (مذکورہ) کی تلاوت کی۔

حدیث: عن ام المؤمنين عائشة الصديقة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله ﷺ ما خالطت الصدقة أو مال الزكاة مالا إلا أفسدته.

(ماخوذ از فتاوی رضویہ، ج:۴، ص:۴۳۳)

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: زکوۃ کا مال جس مال میں ملا ہو گا اسے تباہ وبرباد کر دے گا۔

حدیث: عن ابي هريرة رضى الله تعالى عنه عن امير المؤمنين عمر الفاروق الاعظم رضى الله عنه قال: قال رسول اللهﷺ: ما تلف مال فی بر ولا بحر الا بحبس الزكوة. (ماخوذ از فتاوی رضویہ، ج:۴، ص:۴۳۴)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خشکی وتری میں جو مال تلف ہوتا ہے وہ زکوۃ نہ دینے ہی سے تلف ہوتا ہے۔

حدیث: عن جابر بن عبد الله رضى الله تعالى عنهما قال: قال رسول اللهﷺ: من ادى زكوة ماله فقداذهب الله شره. (ماخوذ از: فتاوی رضویہ، ج:۴، ص:۴۳۴)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے مال کی زکوۃ ادا کردی بیشک اللہ تعالی نے اس مال کا شر اس سے دور فرمادیا

حدیث: عَنِ الْحَسَنِ البصرى رضى الله تعالى عنه مرسلاً قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِﷺ: حَصِّنُوا أَمْوَالَكُمْ بِالزَّكَاةِ، وَدَاوُوا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ ،وَاسْتَقْبِلُوا أَمْوَاجَ. شره.

(ماخوذ از فتاوی رضویہ، ج:۴، ص:۴۳۴)

ترجمہ: حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالی عنہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے مالو کو مضبوط قلعوں میں کرلو زکوۃ دے کر اور اپنے بیماروں کا علاج کرو خیرات سے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

اے عزیز! ایک بے عقل گوار کو دیکھ! کہ تخم گندم اگر پاس نہیں ہوتا۔ بہزار دقت قرض دام سے حاصل کرتا اور اسے زمین میں ڈال دیتا ہے اس وقت تو وہ اپنے ہاتھوں سے خاک میں ملا دیا مگر امید لگی ہے۔ کہ خدا چاہے تو یہ کھونا بہت کچھ پانا ہو جائے گا۔ تجھے اس گنوار کسان کے برابر بھی عقل نہیں۔ یا جس قدر ظاہری اسباب پر بھروسہ ہے اپنے مالک جل وعلا کے ارشاد پر اتنا اطمینان بھی نہیں کہ اپنے مال بڑھانے اور ایک ایک دانہ کا ایک ایک پیڑ بنانے کو زکوۃ کا بیج نھیں ڈالتا وہ فرماتا ہے۔ زکوۃ دو تمہارا مال بڑے گا اگر دل سے اس فرمان پر یقین نہیں جب تو کھلا کفر ہے۔ ورنہ تجھ سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنے یقینی نفع دین ودنیا کی ایسی بھاری تجارت چھوڑ کر دونوں جہاں کا زیاں مول لیتا ہے۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ، ج:۴/۴۳۴)

مسائل زکوۃ:

مسئلہ (۱) زکوۃ فرض ہے، اس کا منکر کافر اور نہ دینے والا فاسق اور قتل کا مستحق اور ادا میں تاخیر کرنے والا گناہ گار مردود الشہادۃ ہے (بہار شریعت، حصہ پنجم، صفحہ:۸۷۴)

زکوۃ واجب ہونے کے لیے چند شرطیں ہیں:

۱) مسلمان ہونا۔ ۲) بلوغ۔ ۳) عقل۔ ۴) آزاد ہونا۔ ۵) مال بقدر نصاب اس کی ملک میں ہونا۔ ۶) پورے طور پر اس کا مالک ہو۔ ۷) نصاب کا دین سے فارغ ہونا۔

سوال: پراپرٹی خریدتے وقت تجارت کی نیت نہ ہو تو کیا اس پر زکوۃ واجب ہوگی؟

جواب: اگر پراپرٹی خریدتے وقت تجارت کی نیت نہ تھی، تو یہ مال تجارت نہیں، زکوۃ واجب نہ ہوگی اگرچہ خریدنے کے بعد تجارت کی نیت کر لی ہو۔ جیسا کہ علامہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ نیت تجارت کے لیے یہ شرط ہے کہ وقت عقد نیت ہو، اگرچہ دلالتاً تو اگر عقد کے بعد نیت کی زکوۃ واجب نہ ہوئی۔ یوں ہی اگر رکھنے کے لیے کوئی چیز لی اور یہ نیت کی کہ اگر نفع ملے گا تو بیچ ڈالوں گا تو زکوۃ واجب نہیں.
(بہار شریعت، حصہ پنجم، صفحہ:۸۸۳)

سوال: زوجہ کی زکوۃ شوہر دے سکتا ہے؟

جواب: زوجہ کی اجازت سے شوہر ادا کر سکتا ہے اس صورت میں زوجہ کو دوبارہ نہیں دینی ہوگی۔
(ماخوذ از فتاویٰ اہلسنت احکام زکوۃ صفحہ:۱۶۷)

سوال: تجارتی پلاٹ کی قیمت خرید پر زکوۃ ہے یا موجودہ قیمت پر؟

جواب: اس پلاٹ کے نصاب کا سال جس تاریخ کو پورا ہوتا ہے اس دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔ (ماخوذ از فتاوی اہلسنت احکام زکوۃ صفحہ:۳۳۲)

سوال: صاحب نصاب عورت کی زکوۃ عورت کے ذمہ ہے یا اس کے شوہر کے ذمہ ؟اور جو زیور عورت کو پہننے کے لئے دیے گئے ان کی زکوٰۃ شوہر پر ہے یا خود عورت پر؟

جواب: امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، زیور کہ ملک زن ہے اس کی زکوۃ ذمہ شوہر پر ہر گز نہیں اگرچہ اموال کثیرہ رکھتا ہو نہ اسکے نہ دینے کا اس پر کچھ وبال، اور وہ زیور کہ عورت کو دیا اور اس کی ملک کر دیا اس پر بھی یہی حکم ہے، اور اگر ملک نہ کیا بلکہ اپنی ہی ملک میں رکھا اور عورت کو صرف پہننے کو دیا تو بیشک اس کی زکوۃ مرد کے ذمے ہے جبکہ خود یا دوسرے مال سے مل کر قدر نصاف فاضل من الحاجۃ الاصلیۃ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد:۴، صفحہ: ۴۰۹/۴۱۰ ملخصا)

سوال: جس کا کل مال حرام ہو کیا اس پر زکوۃ ہے ؟

جواب: جس کا کل مال حرام ہے اس پر زکوۃ واجب نہیں کہ وہ حقیقتاً اس کا مالک ہی نہیں، اس پر لازم ہے کہ وہ مال جس سے لیا ہے اس کو اور وہ نہ ہو تو اس کے ورثہ کو لوٹا دے اور اگر معلوم نہ ہو کہ وہ مال کس سے لیا تھا تو وہ مال غرباء پر صدقہ کردے۔
(فتاویٰ فقیہ ملت جلد اول صفحہ: ۳۱۴)

مصارف زکوۃ:

۱) **فقیر** فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ ہو مگر نہ اتنا کہ نصاب کو پہنچ جائے یا نصاب کی قدر ہو تو اس کی حاجت اصلیہ میں مستغرق ہو۔ (۲) **مسکین:** مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لئے اس کا محتاج ہے کہ لوگوں سے سوال کرے۔ (۳) **عامل:** عامل وہ ہے جسے بادشاہ اسلام نے زکوۃ اور عشر وصول کرنے کے لئے مقرر کیا۔ (۴) **رقاب:** رقاب سے مراد مکاتب غلام کو دینا کہ اس مال زکوٰۃ سے بدل کتابت ادا کرے اور غلامی سے اپنی گردن رہا کرے۔ (۵) **غارم:** غارم سے مراد مدیون ہے یعنی اس پر اتنا دَین ہو کہ اسے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے، اگرچہ اس کا اوروں پر باقی ہو مگر لینے پر قادر نہ ہو، مگر شرط یہ ہے کہ مدیون ہاشمی نہ ہو۔ (٦) **فی سبیل اللہ:** یعنی راہ خدا میں خرچ کرنا۔ (۷) **ابن السبیل:** ابن السبیل یعنی مسافر جس کے پاس مال نہ رہا زکوۃ لے سکتا ہے۔
(بہار شریعت حصہ پنجم از صفحہ: ۹۲۳ تا ۹۲٦ ملخصاً)

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف

📖 اجمالی خاکہ 📖

نام: نعمان

والد گرامی کا نام: ثابت

کنیت: ابو حنیفہ

ولادت: ۷۰؍ ہجری، عراق کے شہر ”کوفہ“ میں

وفات: ۲؍ شعبان المعظم ۱۵۰؍ ہجری

عمر مبارک: ۸۰؍ سال

مزار پر انور: بغداد شریف میں

منقبت ببارگاہ امام الائمہ سراج الامہ حضرت سید نا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ

مصدر علم فقاہت حضرت نعمان ہیں
نکتہ دان علم و حکمت حضرت نعمان ہیں

مذہب اسلام کو تابندگی جس سے ملی
ہاں وہی بدر فقاہت حضرت نعمان ہیں

لائے گا اک دن ثریّا سے جو علم مصطفی
میرے آقا کی بشارت حضرت نعمان ہیں

ہیں مقلد جن کے مسلم اور بخاری، ترمذی
وہ امام دین و سنت حضرت نعمان ہیں

بو حنیفہ سے لگی ہے آس نوری اس لئے
رہنمائے راہ جنت حضرت نعمان ہیں

☆------ کاوش فکر ------☆

☆ عبد القادر نوری بہرائچی ☆

عرفان شخصیات

تحــریک آزادی ہند میں علماء اہلِ سنت مرادآباد کا کردار

محمد نفیس القادری امجدی جامع مسجد منڈیا
خادم تدریس جامعہ قادریہ مدینۃ العلوم گلڑیا معافی مرادآباد

آج رفتار زمانہ اپنی تیز پرواز کے ساتھ مستقبل کی طرف گامزن ہے۔ یہ شمس و قمر جو مسلسل اپنے منازل کی طرف رواں دواں ہیں، جنہوں نے نہ جانے کتنی نسلوں کو سنورتے اور تباہ ہوتے دیکھا ہے، اس بات پر شاہد ہیں کہ ہمارے آباء و اجداد نے مادر ہند کی عظمت و وقار پر اپنی جانیں نچھاور کر کے سرخ روئی حاصل کی ہے۔ جذبۂ جہاد سے پر شوق علماء کرام نے، ظالموں کی زنجیریں اور تیر و تفنگ، اس لیے برداشت کئیے تاکہ آنے والی نسلیں آزادی کی فضا میں سانس لے سکیں۔ لیکن آج ان کی اس مظلومیت کا احساس کس کو ہوگا جو صرف ہمارے لیے تھی، ان کا ذکر کون کرے گا؟ جن کی نالہ و شیون اور آہِ سحر گاہی ہوا میں تحلیل ہو کر رہ گئی۔ جنکی چیخیں احسان فراموشی کی اینٹوں میں دب کر رہ گئیں۔ ظاہر ہے ہم پر ہی لازم ہے کہ آج ان بھولی بسری ہستیوں کی آہ وفغاں کی قیمت، تشکر کے آنسوؤں سے ادا کریں یہ ہمارا فرض ہے۔ آزادی میں جن علماء کرام نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا آج ہماری گردنیں ان کے احسانات سے زیر بار ہیں کتب تاریخ کے مطالعے سے جو کچھ حاصل ہوا اس کا خلاصہ حاضر خدمت ہے۔

جنگ آزادی ہند ۱۸۵۷ء میں علماء اہل سنت اور مشائخ طریقت کا نہایت بنیادی کردار رہا ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو کچھ مبالغہ نہ ہوگا کہ شمالی ہند انگریزوں کے خلاف مسلم رائے عامہ ہموار کرنے اور پورے خطے میں انقلاب کی فضا برپا کرنے کا بنیادی کام انہیں کی قیادت و سربراہی میں ہوا، ان مجاہدین میں علامہ فضل حق خیر آبادی (م ۱۲۷۸ھ) مفتی صدرالدین خان آزردہ دہلوی (م1285ھ) مولانا سید احمد اللہ شاہ مدراسی (م1274ھ 1858ء) مفتی عنایت احمد کاکوروی (م1279ھ) مولانا رحمت اللہ کیرانوی (م1308ھ) مولانا فیض احمد بدایونی، مولانا ڈاکٹر وزیر خاں اکبرآبادی (م 1289ھ 1873ء) حضرت علامہ مفتی کفایت علی کافی مرادآبادی (م1274ھ 1858ء) مولانا وہاج الدین مراد آبادی (م1274ھ 1858ء) مولانا رضا علی خاں بریلوی (م1286ھ 1869) مولانا امام بخش صہبائی دہلوی (م1273 1857ء) مفتی مظہر کریم دریابادی، حکیم سعید اللہ قادری (م 1325ھ) اور نواب مجو خان مرادآبادی وغیرہ کے انقلابی کارنامے آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

ان سب ممتاز ہستیوں کے درمیان مولانا سید کفایت علی کافی، مولانا وہاج الدین، حضرت شاہ جی غلام بولن سیوہاروی علیہم الرحمہ اور نواب مجو خان مرادآبادی۔ یہ ایسے نام ہیں جنہوں نے مرادآباد سے انگریزی راج کا تختہ الٹنے میں مرکزی کردار ادا کیا تھا۔

(۱) حضرت علامہ مولانا مفتی کفالت علی کافی مرادآبادی:

حضرت علامہ کافی، موضع نگینہ، ضلع بجنور، یوپی، انڈیا کے ایک سید گھرانے میں پیدا ہوئے، لیکن تحصیل علم کے بعد آپ نے مرادآباد کو اپنا مسکن بنایا، پیشے کے اعتبار سے حکیم حاذق اور مدرس و مبلغ تھے، محراب و منبر کی دنیا میں اپنے علم و تصانیف اور فن تقریر کے حوالے سے ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔

حضرت علامہ کافی نے حدیث رسول ﷺ کی تعلیم شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد، شاہ ابوسعید مجددی، سے حاصل کی اور شاعری میں فنِ سخن کے استاد شیخ

مہدی علی خان ذکیؔ مراد آبادی کے چار مشہور تلامذہ میں شمار ہوتے تھے، ان چار میں معروف مفسر حضرت علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کے والد مولانا سید معین الدین نزہتؔ، مولوی محمد حسین تمناؔ، مولوی شبیر علی تنہا بھی شامل ہیں۔

حضرت مولانا کافی کی جملہ تصانیف منظوم ہیں، ان میں نعتیہ کلاموں پر مبنی دیوان کافیؔ، مثنوی خیابان فردوس، نسیم جنت، مولود بہار، حلیہ شریف، جذبہ عشق، مجموعہ چہل حدیث، شمائل ترمذی کا ترجمہ بہار خلد، اور ۱۸۴۱ء میں حجاز مقدس سے واپسی پر لکھا گیا سفر نامہ تجلِ دربارِ نبی کریم ﷺ شامل ہیں، اب ان میں سے بیشتر کتب نایاب ہیں یا کسی قدیم لائبریری میں مل سکتی ہیں، دیوان کافی اور مولودِ بہار البتہ آرکائیو پر بھی دستیاب ہیں۔

زیرِ نگاہ مضمون حضرت مولانا کافیؔ کی داستان حریت سے متعلق ہے لیکن اصل میں وہ ایک فوجی نہیں بلکہ ایک منفرد عاشق رسول ﷺ اور دینی شخصیت تھے، ان کا سارا کلام نعت شریف پر مبنی ہے، اسلئے بر محل ہے کہ ان کی نعت گوئی پر اہل علم کی کچھ آراء بھی پیش کرتا چلوں۔ عبد الغفور نساخ نے، تذکرہ سخنِ شعرا میں لکھا ہے کہ مولوی کفایت علی مراد آبادی ایک صاحب علم و فضل اور زہد و تقویٰ رکھنے والے نعتیہ شاعر ہیں، حکیم غلام قطب الدین باطنؔ اکبر آبادی نے گلشنِ بے خزاں، اور عبد الحیٔ صفا بدایونی نے تذکرہ شمیم سخن میں حضرت کافیؔ کا ذکر بہت گرانقدر الفاظ میں کیا ہے۔

ایک نعت کے چند اشعار:

بدن تھا آپ کا کانِ تجلی
عیاں چہرے پہ تھی شانِ تجلی
رسول اللہ کی نورِ جبیں کو
بجا ہے گر کہیں جانِ تجلی
تصوّر کس کی صورت کا بندھا ہے
کہ چھایا دل پہ سامانِ تجلی

پروفیسر سید یونس شاہ کے تذکرہ نعت گویانِ اردو، اور لیلپور کے مایہ ناز استاد و شاعر پروفیسر ریاض مجید صاحب کے پی ایچ ڈی کے مقالہ اردو میں نعت گوئی، ماہنامہ نقوش لاہور کے رسول ﷺ نمبر، راجہ رشید محمود صاحب کے انتخاب نعت کائنات اور شفیق بریلوی صاحب کے انتخاب ارمغانِ نعت میں حضرت کافیؔ کا منتخب کلام اور ان کیلئے داد و تحسین کا ہدیہ بھی موجود ہے۔ بالخصوص راجہ رشید محمود صاحب نے بہت اچھا کیا کہ اپنی ادارت میں چھپنے والے ''ماہنامہ نعت'' کا ایک خصوصی ایڈیشن حضرت کافیؔ کے منتخب کلاموں پر شائع کیا ہے اور اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے مولانا کافی کے عشق رسول کی حرارت محسوس کرتے ہوئے آپ کی بارگاہ میں یوں خراج عقیدت پیش کیا:

پرواز میں جب حدیث شہ میں آؤں
تا عرش پرواز فکر رسا میں جاؤں
مضمون کی بندش تو میسر ہے رضا
کافیؔ کا دردِ دل کہاں سے لاؤں

اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ امام اہلِ سنت نے تو حضرت مولانا کافی کو سلطان نعت گویاں سے تعبیر کر کے آپ کی شہرت و عظمت کا پرچم چار دانگ عالم میں لہرایا آپ فرماتے ہیں:

مہکا ہے مرے بوئے دہن سے عالم
ہاں نغمۂ شیریں نہیں تلخی سے بہم
کافی سلطان نعت گویاں ہے رضا
ان شاء اللہ میں وزیر اعظم

(جنگ آزادی اور وطن کے جانباز ص۶۹) اعلیٰحضرت نے حضرت کافیؔ کے مختلف کلاموں کی زمین میں بہت سا کام کیا ہے، ان کا مشہور کلام۔ ''**یا الہٰی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو**'' یہ بھی حضرت کافیؔ کے درج ذیل کلام پر ان کی تظمین ہے۔

یا الٰہی حشر میں خیر الوریٰ ﷺ کا ساتھ ہو
رحمت عالم محمد مصطفٰی ﷺ کا ساتھ ہو

جہاد آزادی میں پورا پورا حصہ لیا، امام احمد رضا رضی اللہ تعالی عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تحریک آزادی ہند شروع ہوئی گویا مولانا کافی رحمۃ اللہ علیہ کا ہاشمی خون پہلے سے ہی جزبہ شہادت سے سرشار تھا۔ (جنگ آزادی اور وطن کے جانباز، ص:۷۰) مولانا کافی نے مراد آباد میں فرنگی سامراج کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔

جنگ آبادی ۱۸۵۷ء کے دوران آپ نے انگرزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ جاری کیا۔ جنرل بخت روہیلہ کی فوج میں کمانڈر ہو کر دہلی آئے اور اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ دشمن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔

بہادر شاہ ظفر نے کئی بار آپ کو بلا کر مشورے لئے، دہلی میں جب نظام درہم برہم ہوا تو جنرل بخت کے ہمراہ بریلی شریف پہنچے، یہاں مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی بھی موجود تھے انکی معیت میں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دشمن کا مقابلہ کرتے رہے، اس کے بعد احمد اللہ شاہ اور جنرل بخت کے ہمراہ مرادآباد پہنچے، جہاں آپ کو صدر الصدور منتخب کیا گیا، اور آپ نے شرعی احکام جاری کیے۔ رامپور اور مرادآباد کے مختلف معرکے آپ نے سر کیے۔ مختلف محاذوں پر انگریزوں کو شکست دی۔ آخر میں انعام کے ایک لالچی غدار فخر الدین کلال نے مولانا کافی کی جائے پناہ کی مخبری اس شرط پر کی کہ اسے مولانا کافی کی ساری جائداد انعام کے طور پر دی جائے، اس کم بخت کی نشاندہی پر انگریزوں نے ضلع مرادآباد کی تحصیل حسن پور سے گرفتار کر لیا۔ اور ساری جائداد اس لالچی مخبر کو دے دی۔ اور مولانا کافی کو قید میں ڈال دیا گیا، جسم پر گرم گرم استری پھیری گئی، زخموں پر مرچیں چھڑکیں، غرض یہ کہ اپنے مقصد سے برگشتہ کرنے کے لیے ہر حربہ انگریزوں نے استعمال کیا، مگر ظلم کا کوئی زخم بھی اس مرد مجاہد کے پایۂ استقلال میں لغزش پیدا نہ کر سکا، جب انگریز مایوس ہو گئے۔ ۳۰ اپریل ۱۸۵۸ء مطابق ۱۶ رمضان المبارک ۱۲۷۴ھ میں مقدمہ قائم ہوا اور اسی دن پھانسی کی سزا تجویز ہو گئی۔ پھانسی کی اطلاع ہونے پر بہت خوش ہوئے، چہرے سے کسی ملال اور خوف کا خیال نہ ہوا اور آنکھوں کے مجاہدانہ تیور میں کوئی کمی نہ آئی۔ چنانچہ ۱۲ رمضان المبارک کی مقدس تاریخ تھی، جمعرات کا دن تھا، اور عصر کا وقت، مرادآباد کے ایک چوراہے پر روزے کی حالت میں آپ کو لایا گیا تو آپ باآواز بلند بڑے اطمینان سے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنا یہ کلام پڑھا تھا۔

کوئی گل باقی رہے گا نہ چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا

تو مرادآباد چوک میں بر سر عام اس عاشق رسول اور مجاہد حریت کو سولی پر ٹکا دیا، یہ واقعہ ۳۰ اپریل ۱۸۵۸ء کو واقع ہوا۔

(سہ ماہی امجدیہ ۲۰۱۱ء گھوسی، ص: ۲۱، ۲۲/جنگ آزادی اور وطن کے جانباز، ص: ۶۸، ۷۱)

اور رات کی تاریکی میں جیل کے قرب و جوار میں دفن کر کے زمین ہموار کر دی گئی تاکہ نام و نشان باقی نہ رہے۔ مولانا عمر نعیمی صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس واقعہ کے تقریباً ۵۳ سال بعد اس علاقے سے ایک سڑک نکالی جا رہی تھی کہ ایک مزدور کے کدال سے حضرت مولانا کافی شہید کی قبر کھل گئی۔

یہ خبر جب شہر میں پھیلی تو لوگ جوق در جوق زیارت کیلئے آنے لگے، کہ جسم ویسا ہی رکھا تھا شہر کے بزرگ لوگوں نے چہرہ مبارک دیکھ کر شناخت کرلی، اور پھر جسم مبارک کو دوسری جگہ عقب جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ (ماہنامہ اشرفیہ ص 34 فروری 1982/جنگ آزادی اور وطن کے جانباز ص: ۷۲)

مولانا وہاج الدین مرادآبادی:

شہید ملت، ندائے قوم، مولانا وہاج الدین عرف مولانا منور علیہ الرحمہ مرادآباد کے ممتاز، باثر، قوم پرور اور جلیل القدر رئیس تھے۔ نہایت ہی فیاض، سیر چشم اور مہمان نواز تھے۔ ان کا دستر خوان فراخ تھا۔ مذہب کے معاملے میں آہنی ستون، عبادت گزار، بے مثل شجاع، اخلاق کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ ہر اعلی و ادنی کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔

جنگ آزادی 1857ء میں بھر پور حصہ لیا اور ہر محاذ پر انگریزوں کو شکست پر شکست دی اور جوان مردی کے جوہر دکھائے۔

مولانا وہاج الدین 1857ء کے وقت میں مرادآباد میں جج کے منصب پر فائز تھے، اور آپ مجلس عمائدین سے اچھی طرح واقف تھے، کہ جس وقت جہاد آزادی کے شعلے قرب و جوار میں نمودار ہونے لگے تو مرادآباد ضلع کی نظامت آپ کو سونپ دی گئی، تبلیغ جہاد میں پیش پیش تھے، علماء کی قیادت اور آپ کی حکمت عملی نے انگریزوں کو شکست دی اور

وہاں اپنی حکومت قائم کی گئی، مولانا نے کوئی عہدہ نہ لیا، بلکہ تبلیغ جہاد اور تنظیم انقلاب کے تمام فرائض سر لئے، مولانا ہر جمعہ کو بعد نماز، عوام سے خطاب کرتے اور غیر ملکی تسلط کے خلاف سینہ سپر رہنے کی تلقین کرتے، جس کی وجہ سے ضلع بھر کے مسلمان آپ کے پرچم تلے جمع ہو گئے۔

اور دیگر مجاہد رہنماؤں سے رابطہ و مشورہ کیا، بریلی آئے، خان بہادر خان سے مشورے کئے مولانا کافی بھی ساتھ تھے۔اس دور میں انگریزوں کو مقابلے کی ہمت نہ پڑی تھی، نواب رامپور نے انگریزوں کی حمایت کی تھی اور چاہتا تھا کہ سارے روہیل کھنڈ بریلی مرادآباد پر فوج بھیج کر فتح کر لے، مگر انگریزوں کو کب گوارہ تھا کہ ہمارے علاوہ کسی اور کا اقتدار رہے، تو نواب رامپور نے مرادآباد پر حملہ کی اجازت چاہی اور فوراً اپنا نمائندہ مرادآباد بھیج کر جہاد حریت کے رہنماؤں سے گفت وشنید کی، تو مجاہدین کے رہنماؤں نے صاف جواب دیا کہ آپ تشریف لائیں اور انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان کریں ورنہ اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ انگریزوں کے طرفدار بن کر آپ ہمیں دبائیں اور فتح کرکے دشمنوں کے حوالے کردیں تو ہم آخر وقت تک معرکہ آرائی سے باز نہ آئیں گے، یہ تیور دیکھ کر نواب رامپور نے مصالحانہ رویہ اختیار کرنے کی کوشش کی اور مجو خاں کو کہا کہ ہم تمہیں اپنا ناظم تسلیم کرتے ہیں، تمہاری حکومت رامپور کے تحت رہے گی، اور جب بریلی خبر پہنچی تو خان بہادر خان نے جنرل بخت کو فوراً وہاں بھیجا کہ وہاں کا جائزہ لیں اور نواب رامپور سے ساز باز نہ کرنے دیں، بہت سے مجاہدین مرادآباد پہنچ گئے تو نواب رامپور نے اپنی فوج واپس بلالی، نواب مجو خاں اور مولانا وہاج الدین صاحب نے یقین دلایا کہ ہم ہرگز دشمنوں سے یا ان کے ہواخواہوں سے ساز باز نہ کریں گے۔اس لئے جنرل بخت خاں دہلی چلے گئے، مگر نواب رامپور انگریزوں کی شہ پر برابر مرادآباد والوں کی سلسلہ جنبانی کرتے رہے، انگریز بھی غداریوں کے جال بچھائے جارہے تھے، شہزادہ فیروز شاہ اپنی فوج لے کر اطراف وجوانب میں معرکہ آرائی کرتے رہے۔

ایک سال بعد واپس مرادآباد آگئے، کیونکہ انگریز اطراف میں قابض ہوچکے تھے، ۲۴ اپریل ۱۸۵۷ء کو رامپور کی فوج کے ساتھ اور گورپٹن اور گورکھوں کے لشکر کی معیت میں جنرل جانسن نے مرادآباد پر حملہ کر دیا، مولانا وہاج الدین اور شہزادہ فیروز شاہ اور دیگر رہنماؤں کی قیادت میں مجاہدین نے سر سے کفن باندھ کر مقابلہ کیا، اولاً تو غالب رہے مگر انگریز نے فوج اور قوت کے سبب شہر پر قبضہ کر لیا، اور رہنماؤں کو گرفتار کرنا شروع کیا، مولانا وہاج الدین روپوش ہو گئے کہ کہیں پھر کوئی موقع ملے تو قسمت آزمائی کی جائے، ایک نمک حرام قریبی نوکر نے انعام کے لالچ میں مولانا وہاج الدین کی گرفتاری کے لیے ایک دن موقع پاکر مسلح گروہ لے کر دروازہ پر پہنچا اور آواز دی، دروازہ کھولا گیا کہ آناً فاناً ایک مسلح گروہ اندر داخل ہو گیا، مولانا حالات کے پیش نظر بہت احتیاط کرتے تھے لیکن باہر سے جب ان کے نمک حرام نوکر کی آواز آئی تو ملازم نے دروازہ کھول دیا نوکر کے پیچھے ہی انگریزی پلٹن بھی داخل ہو گئی، اس بداعتباری پر اس ملازم نے مزاحمت کی تو اسے وہیں گولی مار دی گئی، اور لوٹ مار شروع کر دی، آپ نے مقابلہ کیا مگر چاروں جانب سے آپ پر حملہ کر دیا گیا اور گولیوں کی بوچھار میں حضرت کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے واصل بحق ہوئے، آپ اور آپ کے اہل خاندان کی تمام جائیدادیں ضبط کر لی گئیں۔ اور انگریز ان دونوں کی لاشیں اپنے ساتھ لے گئے اور اپنی کاروائی پوری کر کے انہیں دفن کر دیا۔ ان دونوں کا مدفن محلہ کنجری سرائے، کچہری روڈ پر نعل بندوں کی مسجد کے قریب ہے۔(سہ ماہی امجدیہ گھوسی ص: ۲۴، ۲۰۱۱/ علماء ہند کا شاندار ماضی ص: ۸۴، ۸۵، جلد: ۴)

حضرت شاہ جی غلام بولن سیوہاروی علیہ الرحمہ مرادآبادی

آپ مرادآباد کے مشہور قادری بزرگ حضرت شاہ بلاقی الملقب بہ شاہ بولن متوفی 1139ھ کے پرپوتے تھے، اور حضرت شاہ جی غلام بولن ہر سال اپنے جد امجد کے مزار کی زیارت کے لئے مرادآباد آتے تھے۔ ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں آپ کا لنگر خانہ، تمام غریبوں مسافروں اور فقر وفاقہ کے ہاتھوں پریشان، لوگوں کیلئے کھلا ہوا تھا۔ سب آتے تھے اور کھانا کھاتے تھے۔انگریزوں نے غلبہ پاکر جو تفتیش کی تو آپ کو اس الزام میں گرفتار کیا گیا کہ آپ انگریزوں کے دشمنوں کی مدارات کرتے ہیں اور ان کو کھانا کھلاتے ہیں، اس گرفتاری کا باعث ایک چغل خور بدبخت تھا، جو بظاہر آپ کا مرید اور

معتقد بنا ہوا تھا لیکن یہ بدبخت انگریز کا خیر خواہ تھا۔ آپ کو گرفتار کرکے جزیرہ انڈومان بھیجا گیا اور وہیں ۲؍ربیع الاول ۱۲۷۶ھ کو آپ رحمت حق سے واصل ہوئے۔(انوار العارفین ص:۵۴۷مطبوعہ صدیقی بریلی)(علماء ہند کا شاندار ماضی ص:۴۰۵،۴۰۶،جلد:۴)

نواب مجو خان مرادآبادی:

ہندوستان میں جب آزادی کی لہر چلی تو مرادآباد کے ایک وفد نے روہیل کھنڈ میں جنرل بخت خان روہیلہ کیساتھ ایک ملاقات کی جس میں مرادآباد کی طرف، بغاوت کے خدوخال وضع کرنے پر اتفاق کیا گیا، قاضی عصمت اللہ فاروقی صاحب کی اولاد میں نواب مجدالدین عرف نواب مجو خان، نواب شبیر علی خان، نواب دوندے خان کے پوتے نواب عباس علی خان اور نواب اسد علی خان، مولانا وہاج الدین منو صاحب، مولانا کفایت علی کافی اور وہاں کے مشہور پہلوان چوہدری عبدالقادر عرب ،اس وقت مرادآباد کے سرکردہ لوگوں میں شامل تھے، مذکورہ نوابین اس علاقے کی سیاست کے اہم کرداروں کی اولادیں تھے۔

نواب مجو خان ایک وسیع جاگیر رکھنے والے رئیس تھے،ان کے ہاں ہر ہفتے پر تکلف دعوت پر عمائدین مرادآباد کا اجتماع ہوتا تھا، یہاں تک کہ مرزا غالب جب مرادآباد آئے تو انہیں کے ہاں قیام کیا تھا۔

حالات کے پیش نظر ایک انقلابی کمیٹی ترتیب دی گئی جس کے ذمے جنگی وسائل دستیاب کرنے کے علاوہ عوامی رابطہ اور آگاہی مہم بھی شامل تھی،اس میں نواب مجو خان حاکم مرادآباد، نواب شبیر علی خان فوج کے جرنیل، اسد علی خان، افسر توپ خانہ اور مولانا کافی امیر شریعت مقرر ہوئے۔ ۲۶؍اپریل ۱۸۵۸ء مرادآباد پر جب انگریزوں کا قبضہ ہوگیا۔ کرنل کک نے شہر کی ناکہ بندی کردی تاکہ کوئی شہر سے باہر نہ جاسکے، اسکے بعد انگریزی تہذیب کا وہ ننگا ناچ شروع ہوا جسے تاریخ عالم کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ پہلے مرحلے میں مجاہدین کی فہرست تیار کی گئی، پھر یہ اعلان کیا کہ جو کسی مجاہد کو گرفتار کرائے گا اسے اس مجاہد کی جائیداد کا بڑا حصہ انعام میں دیا جائے گا، پھر ایک طرف اسلحے کی تلاش میں خانہ تلاشی شروع ہوئی اور دوسری طرف انعام کے لالچی غداروں کی نشاندہی پر گرفتاریاں شروع ہوئیں،اس اپریشن کا نتیجہ یہ نکلا کہ کوئی مجاہد بھی گرفتاری سے بچ نہ سکا، پھر کسی کو گولی سے اور کسی کو توپوں سے اڑادیا گیا، کسی کو پھانسی اور کسی کو کالے پانی بھیج دیا گیا۔ خانہ تلاشی کے وقت سات فوجی نواب مجو خان کی حویلی پر آئے تو نواب صاحب نے چھت پر سے ان پر فائرنگ کردی، یہ مقابلہ تادیر جاری رہا لیکن اور زیادہ فوج آنے کے بعد کچھ فوجی چھت پر چڑھنے میں کامیاب ہوگئے ان میں سے کچھ کو نواب صاحب نے تہ تیغ بھی کیا، لیکن ایک سپاہی کی گولی لگنے سے زخمی یا شہید ہوگئے۔

نواب صاحب کے متعلق تین رائیں ہیں،ایک یہ کہ وہ اپنے مکان کی چھت پر لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ دوسری یہ کہ گرفتار ہوگئے تھے ،بعد ازاں انہیں چونے کی بھٹی میں جلادیا گیا۔ تیسری یہ کہ انہیں ہاتھی کے پاؤں کیساتھ باندھ کے کچلوادیا گیا تھا، مصنف علماء ہند کے مطابق آخری روایت ہی درست لگتی ہے کہ مرادآباد میں یہی بات مشہور ہے۔(علماء ہند کا شاندار ماضی جلد ۴)

یہ وہ مبارک شخصیات ہیں جنہوں نے اس وقت آزادی کی بنیاد ڈالی ، جس وقت ہندوستان غلامی کی زنجیروں میں قید تھا، ان کی مقدس قربانیاں آزادی کی خشت اول ثابت ہوئیں، ان شہیدان وطن اور مجاہدین آزادی کی پاکیزہ نورانی روحوں کو سلام۔

شیخ معقولات علامہ ہاشم نعیمی تعارف و شخصیت

مولانا محمد ناظر القادری مصباحی

آبروئے علم و فن، امام معقولات، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ **مولانا محمد ہاشم نعیمی رضوی اشرفی** صاحب مدظلہ العالی کی ہمہ جہت شخصیت احتیاج تعارف سے بالاتر ہے، آپ ،ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ ، مرجع علما، پیکر اخلاق ، یادگار اسلاف، برصغیر ہند و پاک کے شہرت یافتہ مدرس، ہزاروں علما، فضلا، محققین، مصنفین دعاۃ و مبلغین کے استاذ مطلق، گلشن نعیمی کے گل سرسبد، کی حیثیت سے آسمان علم و فضل پر چمک رہے ہیں۔

اسم گرامی: محمد ہاشم ولد محمد شمس الدین ولد عبداللہ۔

ولادت: آپ ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۹۳۷ء ضلع مراد آباد کے گاؤں ،اکبر پور کے ایک دین دار، گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب بڑے نیک ،سادہ طبیعت، دین سے محبت کرنے والے، خدا ترس انسان تھے، پورے گاؤں میں انھیں بڑی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا، اس لیے مذہبی ماحول میں آپ کی نشو و نما ہوئی۔

ابتدائی تعلیم: پانچ سال کی عمر میں مقامی مکتب میں ہی منشی عبد المجید ساکن ڈھکیا سے ابتدائی تعلیم شروع کی، اور وہیں پہ ناظرہ قرآن کیا اور اردو پڑھی، آپ کی آٹھ سال کی عمر رہی ہوگی کہ والد گرامی نے بھوجپور کے ایک قصاب جناب عبد الحمید قریشی سے بیٹے کے حفظ قرآن کے سلسلے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ میرا بیٹا بہت ذہین ہے، میں چاہتا ہوں کہ یہ بچہ حافظ قران ہوجائے۔ اس لیے آپ بھوجپور میں اس بچے کا داخلہ کرادیں۔ قریشی صاحب نے نہ صرف قبول کیا بلکہ آنے جانے کی دقت کے پیش نظر بچے کو اپنے گھر پر ہی رکھنے کا وعدہ بھی کر لیا۔ اس وقت بھوجپور میں حفظ قران کی دو درس گاہیں تھیں، ایک تو مسجد زمیں داران (للا میاں والی مسجد) میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ کے والد گرامی حضرت حافظ غلام نور صاحب رحمہ اللہ کی، دوسری جامع مسجد میں حضرت ملاجی میاں رحمہ اللہ کی درس گاہ قائم تھی۔ لہذا جناب عبد الحمید قریشی صاحب نے علامہ کو جامع مسجد کے خطیب و امام ،عارف باللہ ،عاشق رسول ،حضرت مولانا محمد عبد المجید (ملاجی میاں) رحمہ اللہ کے سپرد کر دیا، حضرت کے سایۂ عاطفت میں علامہ نے حفظ قران کا آغاز کر دیا۔

قریشی صاحب کا علامہ کے ساتھ حسن سلوک: یہاں یہ ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ قریشی صاحب نے بلا مبالغہ اپنی اولاد سے زیادہ ان کا خیال رکھا، گھر میں کھانے کی کوئی چیز آتی، اپنے بچوں سے پہلے انہیں دی جاتی، اس خیال سے کہ بچے کو ماں باپ کی زیادہ یاد نہ آئے، ان کی اہلیہ محترمہ اپنے بچوں کے بجائے انہیں ہی اپنے پاس سلاتیں، جب حفظ قران کے چند پارے ہوئے تو زیادہ محنت کی وجہ سے روزانہ رات کو بادام، کاجو ، چھوہارے وغیرہ خشک میوہ جات کوٹ کر دودھ میں پلاتیں۔ جامعہ قادریہ مجیدیہ بشیر العلوم بھوجپور کے موجودہ صدر ، جناب عبد الرؤف قریشی صاحب ان ہی کے پوتے ہیں۔ نہایت محنت و جانفشانی کے ساتھ علامہ صاحب حضرت ملاجی میاں رحمہ اللہ کے زیر سایہ حفظ قران میں مشغول رہے۔

حضرت مولانا عبد المجید ملاجی میاں:

آپ اللہ تعالی کے بر گزیدہ بندے، عابد شب زندہ دار، صاحب کشف و کرامت، خوگر حمد و نعت، حاجت مندوں کے درماں، اور زبردست عاشق مصطفی ﷺ تھے، مدت مدید تک بھوجپور کی جامع مسجد میں امامت وخطابت کے ساتھ

رشد وہدایت کے فرائض انجام دیتے رہے، پورے علاقے میں آپ کو قبول عام کا درجہ حاصل تھا، قطب وقت ، سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ، مرید حضرت شاہ عباس نقشبندی امروہوی، ممدوح حضور صدرالافاضل، حضرت قبلہ مولاناعبدالسلام عباسی مجددی نقشبندی بہادر گنجوی علیہ الرحمۃ و الرضوان (متوفی:۱۹۴۹ء/۱۳۶۸ھ) حضرت ملاجی میاں قدّس سرّہ سے بہت محبت فرماتے اور آپ پر حددرجہ اعتماد فرماتے، بھوجپور کے ایک صاحب، حضرت کے پاس اپنی بیمار بھینس کے لئے تعویز لینے بہادر گنج شریف حاضر ہوئے، عرض مدعا کیا، تو حضرت مجدّدی قدس سرّہ نے ارشاد فرمایا: بھوجپور میں مولاناعبدالمجید کے ہوتے ہوئے تم یہاں کیوں آئے ہو؟ جاؤ! حضرت سے تعویز لینا، یہ بات جہاں دونوں بزرگوں کی باہمی محبت، خلوص، جزبہ اعتراف حقیقت، پر بین دلیل ہے ، وہیں، یہ عصر حاضر کے بعض پیران مغاں کے لئے تازیانہ عبرت بھی ہے۔

آپ کے اور آپ کے کچھ رفقاء کے استفسار پر ہی حضور حافظ ملت، جلالۃ العلم ،علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی قدّس سرّہ نے المصباح الجدید معروف بہ ''عقائد علمائے دیوبند'' نامی مشہور زمانہ رسالہ تحریر فرمایا جس سے دیوبندیت کے ایوان میں بھونچال آگیا اور اس کے جواب میں حنیف رہبر نامی ایک دیوبندی مولوی نے ''مقامع الحدید'' کے نام سے اس کا، بزعم خویش جواب لکھا تو آپ نے ''العذاب الشدید'' کے ذریعے دیوبندیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھوک دی۔ رئیس القلم علامہ ارشد القادری رحمہ اللہ نے اسی کتاب کے بارے میں کہا تھا کہ میں نے مناظرہ'' العذاب الشدید'' سے سیکھا ہے۔ تو ایسی عظیم الشان کتاب کے سبب و محرک حضرت مولاناعبدالمجید رحمۃاللہ علیہ تھے۔

۲؍ربیع الثانی،۱۳۶۸ھ بمطابق ا؍ فروری ۱۹۴۹ء بروز منگل آپ اس دنیائے فانی کو چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جاملے، جامع مسجد بھوج پور میں آپ کا مزار شریف زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت ملاجی میاں رحمہ اللہ کا جب وقت وصال قریب آیا، اس وقت علامہ ہاشم ابھی ۱۸؍پاروں کے ہی حافظ ہوئے تھے، آپ نے رام پور میں زیر تعلیم اپنے برادر زادے اور داماد، صوفی باصفا، حضرت حافظ انعام اللہ صاحب کو طلب فرمایا اور جامع مسجد میں امامت وخطابت کی ذمہ داری کے ساتھ ،علامہ صاحب کا حفظ قرآن مکمل کرانے کا بھی حکم دیا، پس علامہ نے باقی ۱۲؍پارے حضرت حافظ انعام اللہ صاحب رحمہ اللہ کے پاس مکمل کیے اور پھر دور بھی حافظ صاحب سے مکمل کیا اور آپ کی نگرانی میں تین سال تک جامع مسجد بھوج پور میں رمضان شریف میں ختم قران کیا۔

حافظ انعام اللہ صاحب کے بارے میں: آپ ۱۹۲۵ء بمطابق ۱۳۴۴ھ بھوجپور میں پیدا ہوئے، حضرت حافظ انعام اللہ صاحب نیک طینت ، پاکیزہ فطرت، صاحب تقوی وطہارت، ایک مرد درویش تھے، ۲۴؍سال کی عمر میں جامع مسجد میں امامت وخطابت شروع کی اور عمر کے آخری حصے تک خدمات انجام دیتے رہے، بھوجپور کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ فاروقیہ عزیزالعلوم کے شعبہ حفظ قران میں بھی آپ نے پڑھایا، بڑے خوش اخلاق، خوش پوش ،ملنسار ،متواضع مگر خوددار طبیعت کے مالک تھے، بڑے ہی فیاض اور مہمان نواز ،علما کے بہت مؤدب، قدرے دراز قامت، لاغر جسم، کشادہ پیشانی، خوبصورت چہرہ، کلی دار کرتا، ٹخنوں سے کچھ اوپر پاجامہ، کرتے سے میل کھاتی صدری، سر پر بالالتزام عمامہ ،نہایت بیش قیمت جوتا، ہاتھ میں چھڑی ،ہونٹوں پر پان کی سرخی، نگاہیں نیچیں، ذکرالٰہی سے تر زبان، یہ خوش نما سراپا حافظ صاحب کا تھا۔ آخری عمر میں تو ہمیشہ تسبیح و تہلیل سے زبان تر رہتی، ۲۰؍رمضان مبارک ۱۴۳۴ھ مطابق ۳۰؍ جولائی ۲۰۱۳ء کو وصال ہوا، جنازے میں خلق کثیر نے شرکت کی اور ملاجی میاں کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں داخلہ: ۱۳؍سال کی عمر میں تکمیلِ حفظ قران کے بعد جولائی ۱۹۵۰ء مطابق ۱۳۶۹ھ شوال المکرم کو حضرت حافظ انعام اللہ صاحب نے حضور صدالافاضل، فخر الاماثل، امام سید محمد نعیم الدین قدس سرہ (متوفی:۱۳۶۸ھ/۱۹۴۹ء) کی قائم کردہ اہل سنت کی مرکزی دانش گاہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں علامہ صاحب کا داخلہ کرادیا۔ جامعہ میں شعبہ فارسی کے استاد، حضرت مولانا قاضی محمد حسین ماتی پوری رحمہ اللہ سے دوسال تک فارسی کی کتب

پڑھیں۔ آپ صدر الافاضل کے شاگرد اور فارسی کے بڑے مایہ ناز استاد تھے۔ پھر حسب نصاب شعبہ عربی میں داخل ہوئے، اس وقت جامعہ نعیمیہ میں شعبہ عربی میں صرف تین اساتذہ تھے جن کے بارے میں قدرے معلومات درج ذیل ہیں:

(۱)　استاذ العلماء، مفتی محمد یونس نعیمی اشرفی:

حضرت صدر الافاضل کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں: ۱۳۱۹ھ۔۱۹۰۱ء کو سنبھل میں پیدا ہوئے، مدرسہ اہل سنت مراد آباد میں (نعیمیہ کا قدیم نام) تحصیل علم کی، تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی صاحب کی ہجرت پاکستان کے بعد حضرت محدث اعظم ہند رحمہ اللہ کے اصرار پر جامعہ نعیمیہ کے دوسرے مہتمم مقرر ہوئے، حضرت اجمل العلما کے وصال کے بعد مدرسہ اجمل العلوم سنبھل کا اہتمام بھی سنبھالا، دس سال تک بیک وقت دونوں اداروں کے مہتمم رہے، مخدوم الاکابر، پروردہ سہ محبوباں حضرت سرکار علی حسین اشرفی میاں قدس سرہ کے خلیفہ تھے، ۲۰، شعبان ۱۳۹۳ھ ۱۸، ستمبر ۱۹۷۳ء بروز منگل وصال ہوا، اجمل العلوم سنبھل میں مزار ہے۔

علامہ ہاشم صاحب نے حضرت علامہ مولانا مفتی محمد یونس نعیمی اشرفی سنبھلی رحمہ اللہ سے نورالایضاح، قدوری، شرح وقایہ جیسی کتابیں پڑھیں۔

(۲)　حضرت مفتی حبیب اللہ نعیمی:

آپ کی ۱۹۱۷ء ۱۳۳۵ھ میں پیدائش ہوئی، ابتدائی تعلیم علاقے میں حاصل کی اور حضور صدر الافاضل، اجمل العلما حضرت مفتی محمد اجمل شاہ سنبھلی، تاج العلما مفتی محمد عمر نعیمی سے پڑھے، فراغت کے بعد جامعہ نعیمیہ میں تقرری ہوئی، شیخ الحدیث، صدر مفتی، اور صدر المدرسین رہے علوم عقلیہ و نقلیہ میں یکساں مہارت تھی فقہی رنگ غالب رہا حبیب الفتاوی کے نام سے آپ کا مجموعہ فتاوی مشہور ہے، ۱۹۷۵ء مطابق ۱۳۹۵ کو وصال ہوا جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں مزار ہے۔

علامہ نے عمدۃ المحققین، فقیہ عصر حضرت مفتی حبیب اللہ نعیمی اشرفی بھاگلپوری رحمہ اللہ سے کافیہ، شرحِ جامی پڑھیں۔

(۳)　حضرت مفتی محمد طریق اللہ:

رئیس الاتقیا، استاذ العلما حضرت مفتی محمد طریق اللہ نعیمی شاہدی رشیدی بھاگلپوری، صدر الافاضل کے آخری شاگردوں میں سے ہیں، مفتی حبیب اللہ صاحب اور مفتی محمد یونس اشرفی سے بھی پڑھا، بڑے جید عالم دین اور جامعہ میں شیخ التفسیر تھے، تادم وصال جامعہ نعیمیہ سے وابستہ رہے، ۱۹۹۹ء ۱۴۲۰ھ میں وصال ہوا۔

حضرت علامہ مولانا محمد طریق اللہ نعیمی اشرفی بھاگلپوری رحمہ اللہ سے علامہ نے نحو میر، میزان الصرف، علم الصیغہ، ہدایۃ النحو کا درس حاصل کیا۔

حضرت علامہ ہاشم صاحب مسلسل پانچ سال تک، جامعہ میں مذکورہ ارباب علم و فضل، صاحبان تحقیق و تدقیق کے آگے زانوئے ادب طے کرتے رہے۔ اور محنت و لگن، ذہانت و فطانت، احترام و ادب کی وجہ سے اپنے اساتذہ کے محبوبِ نظر رہے۔

جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی شریف میں داخلہ:

شرحِ جامی کے بعد علامہ نے معقولات کی مزید اعلیٰ تعلیم کے لیے عمدۃ المحققین حضرت علامہ مولانا مفتی حبیب اللہ نعیمی صاحب سے مظہر اسلام جانے کی اجازت طلب کی آپ نے بخوشی قبول کی، مگر آپ سے عہد لیا کہ دورہ حدیث کی تکمیل جامعہ سے کروگے آپ نے وعدہ کیا، باوفا شاگر کی سعادت مندی اور مخلص اساتذہ کی کشادہ ظرفی، عصر حاضر کے طلبہ اور اساتذہ دونوں ہی کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ آپ نے جون ۱۹۵۵ء مطابق شوال ۱۳۷۴ھ کو جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی شریف میں داخلہ لیا۔

مظہر اسلام بریلی شریف:

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا قائم کردہ ادارہ جامعہ رضویہ مظہر اسلام، اس وقت بڑے بڑے اساطین علم وادب، اپنے اپنے میدان کی نابغۂ روزگار شخصیات کے وجود مسعود سے رشک چمن بنا ہوا تھا، سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا طریقہ یہ تھا کہ جو جس فن میں ماہر ہوتا اسے اسی فن کی کتابیں پڑھانے کو دیتے، اس وجہ سے جامعہ کا تعلیمی معیار

بہت بلند تھا، علامہ صاحب نے تین سال تک آسمان علم وادب کے ان ماہ و نجوم سے کسب فیض کیا۔ حضرت مفتی محدث ثناء اللہ امجدی اعظمی رحمہ اللہ سے مشکوۃ شریف کا درس لیا۔

(۱) مفتی محمد ثناءاللہ امجدی اعظمی:
آپ ۲؍جولائی ۱۹۱۰ء کو مئوناتھ بھنجن میں پیدائش ہوئی، تعلیمی سفر مدرسہ عربیہ دارالعلوم مئو سے شروع کیا اور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی، حضرت مفتی اعظم ہند، محدث اعظم پاکستان علامہ محمد سرداراحمد قادری سے درس حدیث حاصل کیا۔ ❋ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ❋ دارالعلوم مظہر اسلام بریلی ❋ بحر العلوم لطیفیہ کٹیہار، جیسے عظیم مراکز میں شیخ الحدیث رہے، ۲۴؍ محرم ۱۴۱۱ھ/۱۵؍ اگست ۱۹۹۰ء میں وفات پائی۔

(۲) حضرت شارح بخاری:
نائب مفتی اعظم ہند، شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی اعظمی علیہ الرحمہ محلہ کریم الدین پور قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ (اب ضلع مئو) میں ۱۱؍شعبان ۱۳۴۰ھ/۲۰؍ اپریل ۱۹۲۱ء کو پیدا ہوئے۔ آپ محدث، مفسر، شارح، مناظر، فقیہ، مدرس، مصنف، محقق، مقرر، ناقد اور مفتی جیسے کثیر اوصافِ حمیدہ سے متصف تھے۔ آپ کے اساتذہ میں صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی، حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی، سرکار مفتی اعظم ہند، محدث اعظم پاکستان علامہ سرداراحمد قادری جیسی ہستیاں شامل ہیں، ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی پھر دارالعلوم شرفیہ مبارک پور میں پڑھے، دارالعلوم مظہر اسلام، انوار القرآن بلرام پور، فضل رحمانیہ بچپڑوا، وغیرہ متعدد مدارس وجامعات میں پڑھایا آخر میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں صدر شعبہ افتا و ناظم تعلیمات کی حیثیت سے تقرر ہوا، گیارہ سال حضور مفتی اعظم ہند کی خدمت میں رہے، تقریباً ستر ہزار فتاوی جات یہاں لکھے، تحقیقات، منصفانہ جائزہ، جلدوں میں بخاری شریف کی شرح نزھۃ القاری شرح صحیح بخاری کے نام سے لکھی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے بہت محبت تھی، ۶؍صفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۰؍مئی ۲۰۰۰ء کو عزیز المساجد، جامعہ اشرفیہ میں نماز فجر ادا کرنے کے بعد آپ کا وصال ہوا مزار شریف گھوسی شریف میں ہے۔

حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے نورالانوار، توضیح تلویح، ہدایہ پڑھیں۔

(۳) سیدی علامہ تحسین رضاخان قادری:
آپ برادر اعلیٰ حضرت استاذ زمن، مولانا حسن کے پوتے، حضرت حکیم مولانا حسنین رضا خان رحمہ اللہ کے صاحبزادے، ۱۴؍شعبان ۱۳۴۸ھ میں ولادت ہوئی، حضور مفتی اعظم ہند کے محبوب اور لاڈلے خلیفہ، تقوی اور طہارت، زہدوورع کے پیکر جمیل، محدث اعظم پاکستان علامہ سرداراحمد (متوفی: ۱۳۸۲ھ ۱۹۶۲ء) کے تلمیذ خاص، دارالعلوم مظہر اسلام بریلی کے علاوہ جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی، جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی، جامعۃ الرضا بریلی میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے، چالیس سال تک محلہ کی مسجد میں فی سبیل اللہ، امامت کی درس حدیث دیا، مفتی اعظم ہند نے آپ کو ''**قرۃ عینی ودرۃ زینی**'' فرمایا اور فرمایا: ''صاحب کے بچے تو سبھی لائق و فائق ہیں مگر تحسین رضا کا جواب نہیں'' قادر الکلام شاعر بھی تھے، کثیر علما کے شیخ طریقت، حضرت تاج الشریعہ رحمہ اللہ نے حضرت کے بارے میں فرمایا ''تحسین رضا واقعی تحسین رضا ہیں''

کچھ یادیں کچھ باتیں: ۱۲؍شعبان ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۹۹ء کو حفظ قرآن کے دوران مدرسہ رئیس العلوم پسکھا سنبھل کے جلسہ دستار بندی کے موقع پر مدرسہ کے پرنسپل حضرت مولانا قاری ناظر حسین نعیمی دولپوری صاحب کی دعوت پر حضرت کا ورود مسعود ہوا تھا، اسی وقت فقیر آپ کی غلامی میں شامل ہوا تھا، حضرت کا قیام مدرسہ کے ایک کمرے میں تھا، استاد گرامی حضرت قاری محمد خیر الدین رضوی صاحب مدظلہ، ساکن بنکاوالا، مدرس جامعہ قادریہ مجیدیہ بشیر العلوم بھوجپور، خدمت پر مامور تھے، اژدحام کی وجہ سے قاری صاحب نے اندر سے دروازہ بند کرلیا اور ادب سے بیٹھ گئے، قاری صاحب کچھ سوالات کرنا چاہتے تھے، مگر کہ نہیں پارہے تھے، تھوڑی دیر میں حضرت خود ہی اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: پوچھیے! کیا پوچھنا چاہ رہے ہیں؟، قاری صاحب

اس فراست ایمانی، کشف باطنی سے سے بہت متاثر ہوئے اور تجوید وقرات سے متعلق چند سوالات کیے، حضرت نے خندہ پیشانی سے جوابات دیے، قاری صاحب نے متعدد بار یہ واقعہ بیان کیا اس جلسے کے اشتہار میں حضرت کے جو القاب تھے، انھیں پڑھنے میں بڑا لطف آتا تھا، بحمدہ تعالی میں نے وہ سب زبانی یاد کر لیے تھے، اور بڑے ہی شوق وذوق سے ان کو پڑھتا، احباب کو سناتا، حالانکہ اس وقت بعض الفاظ کے معانی سے شناسائی کا دور دور تک پتہ نہیں تھا، الحمد للہ اب تک وہ دل کے نہاں خانے میں محفوظ ہیں۔ وہ القاب یہ تھے: ''البحر القمقام، الحبر الصمصام، عمدۃ الاصفیا، زبدۃ الاتقیا، مرشد برحق، تاج المحدثین، حضرت العلام الحاج الشاہ مفتی محمد تحسین رضا خان قادری دامت برکاتہم القدسیہ شیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف''، ممکن ہے انہیں القاب کے ورد کی برکت سے فقیر کو کچھ ٹوٹے پھوٹے الفاظ لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہو۔

۱۸؍رجب المرجب ۱۴۲۸ھ مطابق ۳؍اگست ۲۰۰۷ء میں چندر پور مہاراشٹر میں تبلیغی دورے پر تھے، وہیں آپ کا وصال ہوا، تجہیز وتکفین بریلی شریف میں ہوئی، کانکر ٹولہ بریلی شریف میں مزار پر انوار ہے۔

نبیرۂ استاد زمن، صدر العلما، مرشدی الکریم حضرت علامہ مفتی محمد تحسین رضا خان قادری بریلوی رحمہ اللہ تعالی سے قطبی تصورات، قطبی تصدیقات پڑھیں۔

(۴) علامہ معین الدین اعظمی:

۱۹۱۶ء میں فتح پور نرجا مؤ میں پیدا ہوئے۔ آپ حضور مجاہد ملت رئیس اعظم اڑیسہ علامہ حبیب الرحمن (متوفی: ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء) کے تلمیذ خاص ہیں، جامعہ حبیبیہ الہ آباد میں پڑھے، فیض العارفین حضرت مولانا غلام آسی پیا ابو العلائی جہانگیری رحمہ اللہ آپ کے رفیق درس رہے ہیں، علوم عقلیہ میں زبردست ملکہ رکھنے والے، بڑی ہی ہشاش بشاش طبیعت کے مالک تھے، مظہر اسلام بریلی شریف میں برسوں تک شیخ معقولات رہے، دار العلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات میں صدر المدرسین کے عہدے پر خدمات انجام دیں، سالہا سال جامعہ عربیہ سلطان پور میں صدر مدرس اور شیخ معقولات رہے، حضرت غازی ملت ہاشمی میاں صاحب نے بھی آپ سے کسب فیض کیا ہے۔ عمدہ اور برجستہ گو شاعر بھی تھے۔ ۲؍ذیقعدہ ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۲؍مارچ ۱۹۹۶ء کو وصال ہوا، گھوسی کے قریب فتح پور نرجا ضلع مؤ میں قبر شریف ہے۔

شیخ معقولات حضرت علامہ مولانا معین الدین اعظمی رحمۃ اللہ علیہ سے ملا حسن، شرح ہدایت الحکمت، شرحِ عقائد، پڑھی۔

(۵) علامہ غلام جیلانی اعظمی:

علامہ اعظمی شیخ الادب کی حیثیت سے معروف ہیں۔ آپ گھوسی میں پیدا ہوئے، والد کا نام مولانا احمد صدیق، دادا کا نام مولانا یار محمد، مولانا محمد صدیق صاحب استاذ العلماء حضرت علامہ محمد ہدایت اللہ رام پوری رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید تھے۔ مولانا غلام جیلانی صاحب نے ابتدائی تعلیم وطن میں پائی، چند دنوں مبارک پور رہے، جہاں آپ کے والد ماجد مدرس تھے، پھر آپ اپنے والد کے ابتدائی شاگرد حضرت صدر الشریعہ مولانا حکیم محمد امجد علی قدس سرہٗ کے ہمراہ بریلی جاکر منظر اسلام میں داخل ہوئے، منیۃ المصلی سے تفسیر جلالین، نور الانوار، آفرین، بیضاوی شریف، رسالہ میر زاہد تک تعلیم حاصل کر کے حضرت صدر الشریعہ کی معیت میں ۱۳۴۳ھ /۱۹۲۴ء اجمیر شریف کے جامعہ معینیہ پہونچے۔ یہاں سے ایک سال بعد فرنگی محل مدرسہ نظامیہ گئے، کچھ وقت وہاں رہنے کے بعد دوبارہ منظر اسلام میں داخلہ لے کر حضرت مولانا شاہ محمد رحم الٰہی منگلوری صدر المدرسین، حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا قدس سرہٗ سے صحاح ستہ کا دورہ کیا، حجۃ الاسلام نے جلسۂ عام میں دستار باندھی اور سند دی، فراغت کے بعد مدرسہ محمدیہ امروہہ، دار العلوم اشرفیہ مبارک پور، جامعہ مظہر اسلام بریلی، مدرسہ احسن المدارس قدیم کانپور مدرسہ خانقاہ مارہرہ شریف میں تدریسی فرائض انجام دیے، ۱۳۸۹ھ سے دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی میں صدر اساتذہ رہے، آپ کو درس نظامی کے نصاب کی کتابوں کی تدریس پر پوری دسترس تھی، عربی ادب سے خصوصی شغف تھا، متورع ومتقی اور عابد وزاہد تھے۔

۶؍ربیع الاول ۱۳۹۷ھ فروری ۱۹۷۷ء کو آپ کا وصال ہوا، گھوسی میں مدفون ہیں۔
شیخ الادب حضرت علامہ مولانا غلام جیلانی اعظمی رحمہ اللہ سے دیوان متنبی، مقامات حریری، سبع معلقات پڑھیں۔

علامہ ہاشم، حضور مفتی اعظم ہند کی نظر میں:
علامہ کی تعلیم و تعلم سے محبت، محنت و لگن اور سعی پیہم دیکھ کر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ بھی ان کی قدر کرتے، اور گاہے بگاہے تشجیعی کلمات سے نوازتے، حضرت نے مسجد بی بی جی میں علامہ کو رہائش کا حکم دیا تھا، حضور تاج الشریعہ، بدر الطریقہ، حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری قدس سرہ، اس وقت جامعہ رضویہ منظر اسلام میں جماعت ثانیہ کے طالب علم تھے، حضور مفتی اعظم نے علامہ کو حکم دیا کہ وہ،، اختر میاں،، کو ھدایۃ النحو کی تکرار کرادیا کریں!! علامہ نے بصد شوق مخدوم زادے کو تکرار کرانے کا شرف حاصل کیا، تقریباً روزانہ تاج الشریعہ کو تکرار کرانے اور سرکار مفتی اعظم ہند سے اکتساب فیض کے لئے خدمت میں حاضر ہوتے، کبھی ناغہ ہوجاتا اور ایک دو دن بعد حاضر بارگاہ ہوتے، تو سرکار مفتی اعظم ہند یہ سوال نہ فرماتے کہ کل کیوں نہیں آئے تھے؟ کہ اس میں بندہ آزمائش میں مبتلا ہوسکتا ہے، بیان عذر میں طالب علم کہیں جھوٹ نہ بول دے اس لیے آپ بڑا ہی محتاط سوال فرماتے کہ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟ اور معنی خیز انداز میں مسکرادیتے۔ یہ شفقت اور محبت کا سلسلہ بعد تک قائم رہا۔

درسیات کی تکمیل کے بعد جب علامہ کی جامعہ نعیمیہ میں تقرری ہوئی تو ایک بار سرکار مفتی اعظم ہند کا ورود ہوا، علامہ کی تقرری کے بارے میں سنا تو حضرت علامہ مفتی حبیب اللہ نعیمی اشرفی اور مفتی محمد یونس نعیمی اشرفی صاحبان سے فرمایا کہ آپ لوگوں نے انھیں تدریس کے لیے ابھی کیوں مقرر کردیا، آپ کو انہیں مزید علوم وفنون پڑھانے چاہیے تھے، مفتی صاحب نے عرض کیا: حضور ان کی کچھ گھریلو مجبوریاں تھیں، جس کی وجہ سے یہ فیصلہ لیا گیا، آپ نے فرمایا: آپ مجبوریوں کا حل نکالتے یا اس بارے میں ہمیں بتاتے، مفتی صاحب نے ادب کے ساتھ خاموشی اختیار کرلی، اس سے مرشد برحق کی نظر میں نیک بخت مرید کی وقعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

علامہ ہاشم حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں: علامہ ہاشم صاحب فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ مجھے تاج الشریعہ کے اساتذہ میں شمار کرتے ہیں، جبکہ ایسا نہیں ہے، میں نے صرف حضرت کو تکرار کرانے کا شرف حاصل کیا ہے، مگر حضرت تاج الشریعہ رحمہ اللہ نے آخر تک خوب تعظیم و تکریم سے نوازا، چند سال قبل مرادآباد کے کچھ احباب جلسے کی تاریخ کے سلسلے میں مجھے بریلی شریف لے گئے، کاشانہ کے باہر غلاموں کی بھیڑ لگی تھی، اندر جانا بہت مشکل تھا، ہم لوگ باہر کھڑے تھے، کسی نے حضرت کو بتادیا کہ علامہ ہاشم مرادآبادی اپنے رفقاء کے ساتھ باہر کھڑے ہیں، حضرت کی طبیعت علیل تھی، بولنے میں دقت ہورہی تھی، مگر آپ نے خادم سے فرمایا کہ مولانا ہاشم صاحب کو اندر لاؤ لہذا خادم ہمیں اندر لے گیا، حضور تاج الشریعہ نے سرہانے کی طرف کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ خیریت دریافت کی، اور پر تکلف ناشتہ کرایا، جب واپسی کی اجازت چاہی تو حضرت نے خادم خاص مولانا عاشق حسین مصباحی کشمیری سے تکیے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کچھ کہا، مولانا نے تکیہ اٹھایا تو پانچ سو کا نوٹ تھا، پھر حضرت کے ایما پر، کشمیری صاحب نے علامہ کی طرف مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا کہ "یہ حضور کی طرف سے حضرت کے لئے نذر ہے" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور تاج الشریعہ قدس سرہ بھی علامہ کا خوب احترام فرماتے تھے۔

علامہ ہاشم کے رفقاء درس: جامعہ مظہر اسلام بریلی شریف کے زمانہ قیام میں جن لوگوں کے ساتھ آپ کی تعلیمی رفاقت رہی وہ ایک سے بڑھ کر ایک صاحبان فضل و کمال ہوئے امام علم و فن، وارث علوم اعلی حضرت، خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی، زین الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد اعظم صاحب، حضرت علامہ مولانا مفتی رحمت حسین کلیمی، جامعہ نعیمیہ کے رفقاء میں عمدۃ الفقہا حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ایوب خان نعیمی، حضرت مولانا محمد یامین صاحب اشرفی سنبھلی مہتمم جامعہ نعیمیہ، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یوں تو سارے احباب سے علامہ کے پر خلوص تعلقات تھے مگر معقولات میں دلچسپی کی وجہ سے خواجہ علم وفن علامہ مظفر

حسین رضوی صاحب سے علامہ کا کافی گہرا اور مضبوط رابطہ رہا۔

جامعہ نعیمیہ میں واپسی:
تین سال مظہر اسلام میں تحصیل معقولات کے بعد آپ نے حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ اور دیگر اساتذہ کرام سے جامعہ نعیمیہ واپس جانے اجازت چاہی جو مشفق و مہربان، خلوص مند اساتذہ نے قبول فرمائی۔

حضور شارح بخاری رحمہ اللہ کی نصیحت: علامہ جب حضرت فقیہ اعظم ہند، نائب مفتی اعظم علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ سے اجازت لینے پہونچے تو آپ نے از راہ شفقت، نصیحت فرماتے ہوئے کہا بیٹا: یہ تو صاف ہے کہ تم جامعہ نعیمیہ میں تدریسی خدمات انجام دو گے (کیوں کہ یہ بات بھی طے شدہ تھی کہ جہاں سے فراغت ہوگی وہیں پڑھانا ہے) لہذا ''فراغت کے بعد جب منصب تدریس پر بیٹھو تو شرح جامی کے اوپر کی کتابیں پڑھانا، اللہ تعالی نے تمہیں زبردست صلاحیت، اور شاندار مادہ افہام و تفہیم سے نوازا ہے اس لیے نیچے کی کتابیں لے کر وقت ضائع مت کرنا'' اس سے معلوم ہوا کہ اساتذہ کرام بھی علامہ پر فخر کرتے تھے ۔علامہ، استاد گرامی سے کئے ہوئے وعدے کی تکمیل کے واسطے جامعہ نعیمیہ مرادآباد واپس آئے۔اور شوال المکرم ۱۳۷۷ھ مطابق مئی ۱۹۵۸ء کو دورہ حدیث میں داخلہ لیا۔

ایک سال صحاح ستہ کا دورہ کیا، بخاری شریف کا درس عمدۃ المحققین حضرت علامہ مفتی حبیب اللہ نعیمی اشرفی بھاگلپوری رحمہ اللہ سے حاصل کیا۔

تاج نعیمی سے سرفرازی: شعبان المعظم ۱۳۷۸ھ مطابق فروری ۱۹۵۹ء میں جب دورحدیث کی تکمیل ہوئی تو سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع پر مجاہد دوراں علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ، تاج العلما حضرت علامہ مفتی محمد عمر نعیمی (متوفی: ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء) مرادآبادی علیہ الرحمہ، ودیگر علما و مشائخ اہل سنت کے دست بابرکت سے آپ کو ''تاج نعیمی'' بشکل دستار فضیلت سے نوازا گیا۔

جامعہ نعیمیہ میں تدریس کے لئے تقرری: دستار فضیلت کے بعد جامعہ نعیمیہ کے مہتمم حضرت علامہ مفتی محمد یونس نعیمی اشرفی سنبھلی، اور صدر المدرسین حضرت علامہ مفتی حبیب اللہ نعیمی اشرفی بھاگلپوری کی مشاورت سے شوال المکرم ۱۳۷۸ھ مطابق اپریل ۱۹۵۹ء کو علامہ کا شعبہ تدریس کے لیے تقرر ہو گیا، تب سے آپ جامعہ میں ہی درس و تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

بیعت و خلافت: بریلی شریف میں قیام کے دوران میں حضور مفتی اعظم ہند شہزادۂ اعلیٰ حضرت، علامہ مصطفی رضا خان قادری قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ قادریہ میں داخل ہوئے۔

اشرفی نسبت کا فیضان: میں نے استفسار کیا کہ آپ کو بعض لوگ اشرفی لکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: '' کہ جامعہ نعیمیہ میں تقرری کے بعد ایک بار، حضور مخدوم المشائخ، سرکار کلاں، حضرت علامہ مفتی سید شاہ مختار اشرف رحمۃ اللہ تعالی علیہ (متوفی :۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء) تشریف لائے، میں حاضر خدمت ہوا، تو آپ نے ارشاد فرمایا: کہ مرید ہوگئے ہو ؟میں نے عرض کی: جی حضور! سرکار مفتی اعظم ہند سے بیعت حاصل ہے۔آپ نے مسکراتے ہوئے از راہ کرم ارشاد فرمایا کہ ''ہم سے طالب ہو جاؤ! اس حکم پر میں نے حضرت سے بیعت طلب کا شرف حاصل کیا'' اس طرح علامہ کی ذات اشرفیت و رضویت کا حسین سنگم بن گئی۔دونوں بزرگوں نے زبانی طور پر علامہ کو اجازت و خلافت سے بھی نوازا۔

سلسلہ عالیہ نعیمیہ کی اجازت:
اس کے علاوہ فدائے ملت حضرت مولانا سید محمد مظفر الدین نعیمی رحمہ اللہ کے صاحب زادے اور جانشین حضرت مولانا سید محمد عظیم الدین نعیمی، سجادہ نشین خانقاہ نعیمیہ دبراج، اتر دیناج پور بنگال اور حضرت نجم العلما مولانا سید محمد نجم الدین نجم میاں دام ظلھما نے عرس فدائے ملت کے با برکت موقع پر علامہ صاحب کو سلسلہ عالیہ نعیمیہ کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا اور گراں قدر تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''چمن صدر الافاضل میں رہ کر جس طرح آپ نے

ہزاروں نوخیز پودوں کو سنوار کر گلشن نعیمی کی خوبصورتی میں اضافہ کیا ہے اور آج تک اپنی درسگاہ سے مالی کا کام انجام دے رہے ہیں، اس کے لئے بجا طور پر علامہ کی بلند قامت شخصیت اس بات کی حقدار ہے کہ انہیں صدر الافاضل کی اجازت و خلافت سے نوازا جائے "(سہ ماہی سواد اعظم دہلی اکتوبر ۲۰۱۵ء)

سلسلوں کے اختلاف سے سے پرہیز:

اہل سنت وجماعت کے مابین مشربی اختلافات، نے کس قدر فتنوں کو جنم دیا اور اس سے دین و سنیت کا کتنا نقصان ہوا، یہ حقیقت کسی بھی ذی ہوش پر مخفی نہیں ہے، مگر علامہ ہاشم صاحب نے ہمیشہ خود کو اس دلدل سے محفوظ رکھا، جملہ مشائخ اہل سنت کی تعظیم و تکریم کرنا آپ اپنے لیے باعث فخر وسعادت سمجھتے ہیں، اس سے کوئی انحراف کرتا ہے تو اس کو زجر و توبیخ بھی کرتے ہیں۔ ایک بار آپ راجستھان میں کسی جگہ خطاب کے لئے تشریف لے گئے، اس وقت وہاں اس حد تک اشرفی رضوی اختلاف تھا کہ مہمان سے پوچھا جاتا کہ آپ اشرفی ہیں یا رضوی ہیں پھر حسب جواب خاطر مدارات ہوتی، جب علامہ پہونچے تو میزبانوں نے وہی سوال کیا کہ آپ رضوی ہیں یا اشرفی؟ آپ نے فرمایا کہ میں یہ تو نہیں جانتا کہ آپ لوگ کیا ہیں! رضوی ہیں یا اشرفی! مگر آپ لوگوں نے سوال کیا ہے تو سنو!"میں کٹر رضوی اور پکا اشرفی ہوں اب بگاڑو میرا کیا بگاڑو گے" اس کے بعد علامہ نے انھیں خوب ملامت و تنبیہ فرمائی اور اتحاد اہل سنت اور ملی شیرازہ بندی کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

علامہ ہاشم صاحب کی تدریسی خدمات:

بلا شبہ علامہ ہاشم صاحب میدان درسیات کے عظیم شہ سوار ہیں، علوم عقلیہ ہوں یا نقلیہ، ہر فلڈ میں ان کی تدریسی مہارت، تعمق نظری، وسعت مطالعہ، ژرف نگاہی، علمی استحضار، ارباب علم وادب کے نزدیک مسلم الثبوت ہے، خاص طور پر معقولات میں تو علامہ کو درجہ امامت حاصل ہے، مرادآباد اور اطراف میں عوام وخواص سب آپ کو "پروفیسر معقولات ومنقولات" کے لقب سے پکارتے ہیں، علامہ کا اندازِ تدریس، مادہ افہام و تفہیم، دل نشیں طرز تقریر، زبردست قوت استدلال، طلبہ کی نفسیات پر گہری نظر۔

یہ وہ اوصافِ حمیدہ ہیں جن کی وجہ سے علامہ اپنے معاصرین میں نمایاں اور ممتاز نظر آتے ہیں۔ آپ فقہ، حدیث، اصول فقہ، تفسیر، عربی زبان وادب، منطق، فلسفہ وغیرہ تمام علوم کا درس دیتے ہیں، جامعہ میں معقولات کے کئی ماہرین آئے مگر علامہ کا رنگ تدریس کبھی پھیکا نہ پڑا۔

تلامذہ:

نصف صدی سے زیادہ محیط، دور تدریس میں ہزاروں کی تعداد میں طالبان علوم نبویہ نے آپ سے شرف تعلم حاصل کیا، اور وقت کے آفتاب وماہتاب بن کر مطلع سنیت پر ضوفشاں ہوئے، چند مشاہیر تلامذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

(۱) غازی ملت شہزادہ محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید ہاشمی میاں صاحب کچھوچھوی

(۲) فقیہ النفس حضرت مفتی مطیع الرحمن مضطر نوری پورنوی۔

(۳) استاذ العلما حضرت مفتی ممتاز نعیمی صاحب رحمہ اللہ سابق مدرس جامعہ نعیمیہ مرادآباد۔

(۴) صاحب تصانیف کثیرہ حضرت مولانا مفتی محمد شبیر احمد صاحب پورنوی۔

(۵) فقیہ عصر حضرت مفتی سلیمان نعیمی برکاتی صاحب نائب صدر مفتی جامعہ نعیمیہ مرادآباد

(۶) شارح ملا حسن، حضرت مولانا مفتی محمد علی نعیمی صاحب ڈھکیاوی مقیم حال بینگلور کرناٹک۔

(۷) ماہر علم وفن حضرت مولانا مفتی محمد زاہد علی سلامی صاحب سنبھلی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۸) داماد حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا مفتی شعیب رضا نعیمی صاحب رحمہ اللہ

(۹) عالم باعمل حضرت مولانا محمد اکبر علی نعیمی صاحب مدرس جامعہ نعیمیہ مرادآباد

(۱۰) مجاہد بجنور، استاذ گرامی حضرت مولانا مفتی محفوظ رضا نعیمی صاحب ناظم اعلیٰ نجیب الاسلام نجیب آباد۔

(۱۱)　پیکر اخلاص حضرت مولانا محمد غلام یسین نعیمی مصباحی رحمہ اللہ سابق مدرس جامعہ نعیمیہ مراد آباد۔
(۱۲)　ادیب عصر حضرت مولانا غلام مصطفی نعیمی صاحب مدیر اعلیٰ سواد اعظم دہلی۔
ان کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے تلامذہ اسلام و سنیت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

علامہ کے ملک اور بیرون ملک میں تبلیغی دورے:

علامہ ہاشم صاحب درسیاتی شخصیت ہونے کے باوصف تقریر و خطابت میں بھی ید طولی رکھتے ہیں، دعوت و تبلیغ موعظت و نصیحت کے مقصد سے ملک کے طول و عرض میں آپ کے دورے ہوتے ہیں، اس سلسلے میں آپ نے اتر پردیش کے علاوہ دہلی، راجستھان، مدھیہ پردیش، مہاراشٹر، کرناٹک، جموں، کشمیر، آندھرا پردیش، بہار، بنگال، آسام، وغیرہ صوبہ جات میں اصلاح احوال مسلمین، اثبات عقائد و معمولات اہل سنت، رد بد مذہباں، تذکرہ بزرگان دین، جیسے موضوعات پر خطابات فرمائے، دلائل و براہین سے مزین آپ کے خطابات، نجدیت سوز، وہابیت شکن، اور نہایت معلومات افزا ہوتے ہیں۔ متعدد بار حضرت مفتی اعظم راجستھان، بابائے قوم حضرت علامہ مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی صاحب رحمہ اللہ تعالی (متوفی: ۲۰۱۳ء/۱۴۳۶ھ) نے بھی خطاب کے لئے بلایا۔

دورہ پاکستان:

علامہ نے جامعہ نعیمیہ کراچی، جامعہ نعیمیہ لاہور کے ارباب حل و عقد کی دعوت پر متعدد مرتبہ پاکستان کا تبلیغی، تعلیمی دورہ کیا اور وہاں کے اساتذہ طلبہ سے خطابات فرمائے۔

علامہ کی قلمی اور ادبی خدمات:

علامہ کی کوئی باضابطہ تصنیف یا تالیف تو نہیں ہے، مگر مختلف کتب و رسائل پر آپ کے تحریر کردہ مقدمات، تقریظات، پیش لفظ، بعض جرائد و رسائل میں چھپے آپ کے مقالات، مدارس اہل سنت کے معائنوں کے بعد دیے گئے تاثرات کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ علامہ صاحب ایک عظیم لکھاری بھی ہیں، ان کی قلم کاری، وصف خطابت یا رنگ تدریس سے کسی طرح بھی پیچھے نہیں ہے، آپ کی تحریریں یوں تو سادگی کا دل کش نمونہ ہیں مگر کہیں کہیں حسن معنوی، حسن صوری کے ساتھ، لطیف استعاروں، دل کش تشبیہوں، خوب صورت تراکیب، سے بھی آپ کی تحریریں معمور ہیں۔

حضور صدر الافاضل فخر الاماثل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ کے بارے میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں: ''کشور علم کا وہ تاجدار جس کے دبدبے اور تمکنت کے سامنے، بڑی سے بڑی علم و فن کی انجمنیں دست بستہ کھڑی دکھائی دیتی ہیں، نجدیت و وہابیت کی مطلق العنان سرگرمیاں جس کی حقانیت و صداقت کے سامنے سرنگوں ہو کر رہ گئی ہیں، یعنی حضرت صدر الافاضل فخر الاماثل علامہ الحاج حافظ و قاری حکیم محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مراد آبادی'' (مقالات نعیمی)۔ اس پیرا گراف سے عقیدت صدر الافاضل کے ساتھ اردو ادب کی چاشنی بھی محسوس کی جا سکتی ہے۔ اپنے ایک عزیز شاگرد مولانا محمد ریاست علی رضوی نعیمی رام پوری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''گردش لیل و نہار کے زیر اثر پیدا ہو کر ختم ہو جانے والے حوادث، اس بات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ اس عالم رنگ و بو میں ہر شئی فانی ہے، اگر کسی کو بقا ہے تو وہ ایک ذات واجب الوجود ہے، جس کے دست قدرت سے کائنات کی بوقلمیاں وابستہ ہیں''۔ (مقالات نعیمی)

علامہ ہاشم علما و مشائخ کی نظر میں:

حضور حافظ ملت:

جلالۃ العلم علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی قدس سرہ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ آپ پر بہت شفقت فرماتے، علامہ بھی حضرت کے بڑے نیاز کیش تھے، بھوجپور کے عہد طالب علمی میں رمضان شریف کی تعطیل کے موقع پر جب حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ تشریف لاتے تو علامہ اکثر حضرت سے ملاقات کے لیے حاضر ہوتے، نہایت ادب و احترام کے ساتھ آپ کے پاس بیٹھتے، آپ کے ملفوظات کریمہ سنتے، تھے۔ بعد میں آغاز تدریس کے بعد حضور حافظ ملت قدس سرہ جب بھی جامعہ نعیمیہ تشریف لاتے، علامہ کی درس گاہ میں تشریف فرما ہوتے۔

مفتی اعظم راجستھان:

حضرت بابائے قوم، مفتی اعظم راجستھان علامہ مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی (متوفی: ۱۴۳۶ھ/۲۰۱۳ء) رحمہ اللہ آپ کے بڑے قدر دان تھے، تقریباً ہر سال دار العلوم اسحاقیہ جودھپور راجستھان میں طلبا کے امتحان کی غرض سے بلاتے تھے۔

مفتی یونس سنبھلی:

جب اجمل العلوم سنبھل میں حضرت مفتی محمد حسین سنبھلی علیہ الرحمہ کے مستعفی ہونے کی وجہ سے بحران کی صورت پیدا ہوئی، تو حضرت مفتی یونس نعیمی اشرفی نے علامہ ہاشم صاحب کو اجمل العلوم تدریس کے لیے بھیجا، علامہ نے چند ماہ وہاں بھی پڑھایا، شہزادہ اجمل العلما حضرت مفتی اختصاص الدین اجملی رحمہ اللہ، مفتی سنبھل حضرت مولانا قاری علاء الدین اجملی صاحب وہیں آپ کے پاس پڑھے ہیں۔

حضرت قبلہ صوفی ابراہیم سلامی بہادر گنج:

شہزادۂ حضرت خواجہ عبد السلام، ولی کامل، حضرت مولانا صوفی محمد ابراھیم سلامی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (متوفی: ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء) بھی آپ سے محبت فرماتے، جلسوں میں بلاتے، پوری توجہ سے آپ کا خطاب سنتے، داد و تحسین سے نوازتے۔

اصاغر نوازی:

علامہ صاحب بڑے ہی متواضع، منکسر المزاج، اخلاق نبوی کے پیکر ہیں، تلامذہ کے ساتھ بہت مشفقانہ رویہ رکھتے ہیں، ان کی علمی، تحقیقی تصنیفی مساعی پر کھلے دل سے حوصلہ افزائی فرماتے اور خدمات کو سراہتے ہیں، آپ کے شاگرد رشید حضرت مولانا مفتی محمد علی نعیمی صاحب ڈھکیاوی نے ملا حسن کی شرح لکھی، تو علامہ نے اس پر ایک شاندار، وقیع مقدمے کے ساتھ مفتی صاحب کے حالات زندگی بھی قلم بند کیے۔ ادیب عصر، حضرت مولانا غلام مصطفی نعیمی صاحب نے جب رسالہ سواد اعظم کا اجرا کیا اور یہ خبر علامہ تک پہنچی تو علامہ نے شاگرد رشید کی کوشش کو خوب سراہا، علامہ لکھتے ہیں: ''مجھے انتہائی قلبی مسرت حاصل ہوئی جب یہ مژدہ جانفزا سنا کہ عزیز گرامی قدر و منزلت مولانا غلام مصطفی صاحب سلمہٗ نعیمی، جو پوری اولوالعزمی اور جوش و ولولے کیساتھ تصنیف و صحافت کے میدان میں اترے ہوئے ہیں، مذکورہ بالا اس عظیم الشان رسالہ (سواد اعظم) کا، نشاۃ ثانیہ کے طور پر پھر اجرا فرمانے جارہیں ہیں میری دعا ہے کہ رب کریم ان کے حوصلوں کو بلندیاں عطا فرمائے اور آپ کی اس سعی جمیل کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر زیادہ سے زیادہ کامیابی و کامرانی سے نوازے''۔ (سہ ماہی سواد اعظم دہلی مئی، جون جولائی ۲۰۲۱)

علامہ ہاشم بحیثیت ممتحن:

علامہ صاحب ملک کے طول و عرض میں پھیلے کثیر مدارس اسلامیہ میں بحیثیت ممتحن شریک ہوتے ہیں اور حسب حال اساتذہ کرام اور طلبا کی حوصلہ افزائی فرماتے ہیں، طلبہ سے مشفقانہ انداز میں سوال کرتے ہیں، کبھی کبھی تو خوش ہو کر خوب نمبروں سے نوازتے ہیں۔

حج و زیارت:

مئی، ۱۹۹۱ء مطابق ذی قعدہ ۱۴۱۱ھ کو بیت اللہ شریف اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر حج و زیارت کی سعادتوں مشرف ہوئے۔

رب قدیر جمیع اہل سنت پر حضرت علامہ صاحب کا ظل ہمایوں سلامت رکھے۔

محمد ناظر القادری مصباحی
ساکن بزکاوالا/مدرس: مدرسہ بشیر العلوم، بھوجپور، مرادآباد

عاشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مولانا محمد مقیم رضا غزالی

نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے عاشقوں کی جماعت میں ایک عظیم وجلیل نام حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا بھی ہے، آپ کی پوری زندگی خوف خدا، عشق مصطفی، زہد وورع اور تقویٰ وطہارت سے مزین تھی۔

آپ کی عظمت ورفعت اور جلالت وبزرگی کے لیے سب سے بڑی سند یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کے سامنے مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہو کر یمن میں مقیم تابعی بزرگ حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق غیب کی خبر دی، نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ یمنی مددگار مجاہدین کے ساتھ آئیں گے،اللہ عز وجل کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو غیبی خبر دی تھی وہ صد فیصد پوری ہوئی اور سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالی عنہ واقعی یمنی وفد کے ساتھ تشریف لائے اور سیدنا فاروق اعظم سے ملاقات کی۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا بھی یہ پختہ عقیدہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو غیبی خبر دی ہے وہ پوری ہو کر رہے گی، اسی وجہ سے حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہد رسالت وعہد صدیقی دونوں میں سیدنا اُویس قرنی کو تلاش کرتے رہے اور بالآخر انہیں اپنے ہی عہد خلافت میں ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ چنانچہ بعض روایات میں یہ بھی ہے سیدنا فاروق اعظم فرماتے ہیں کہ "جب سے میں نے حضرت اُویس قرنی کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا اس وقت سے میں عہد رسالت میں انہیں ڈھونڈتا رہا لیکن وہ نہ ملے، پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بھی ڈھونڈتا رہا لیکن وہ نہ ملے، پھر اپنے عہد خلافت میں بھی تلاش کرتا رہا اور بالآخر وہ مجھے مل گئے۔ (تاریخ ابن عساکر، ۹ /۴۳۱، رقم: ۸۴۰، اویس القرنی)

علامہ محمد بن علان شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سیدنا اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام، صفات، علامات اور سیدنا فاروق اعظم سے ملاقات کے بارے میں بتانا غیب کی خبر دینا ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی کام کے واقع ہونے سے پہلے ہی پیشین گوئی فرمادی اور پھر سب کچھ ویسا ہی وقوع پذیر ہوا جیسا آپ کی زبان مبارک سے جاری ہوا تھا"

(دلیل الفالحین، باب فی زیارۃ اھل الخیر ومجالستھم...الخ، ۲/۲۳۷، تحت الحدیث: ۳۷۲ ملخصًا)

نیک بندوں کی تلاش وجستجو

مذکورہ بالا روایات سے یہ امر بھی واضح ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب سے حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم کو حضرت سیدنا اویس قرنی کے بارے میں غیب کی خبر دی تب سے سیدنا فاروقِ اعظم انہیں تلاش کرتے رہے۔ کہ اللہ عزوجل کے نیک بندوں کی تلاش وجستجو کرنا بلکہ لمبے عرصے تک ان کی تلاش جاری رکھنا بالکل جائز اور باعث اجر وثواب ہے۔ بعض خوش نصیب لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ جہاں کہیں کسی اللہ عزوجل کے ولی یا کسی بھی نیک بندے کا معلوم ہو فوراً اُن کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کرتے ہیں، ان سے دعائیں کرواتے ہیں، بلکہ وہ تو اس جستجو میں رہتے ہیں کہ کسی اللہ والے کی ملاقات نصیب ہو جائے، جہاں کہیں کسی بزرگ کے مزار کا علم ہو تو وہاں حاضری دیتے ہیں، ان کے مزار پر انوار کو اللہ عزوجل کی رحمت کے نزول والی جگہ تصور کرتے ہوئے، وہاں دعائیں مانگتے ہیں یقیناً ان کا یہ فعل بالکل جائز، مستحسن اور اجر وثواب کا باعث ہے

سیدنا اُویس قرنی کی گمنامی وفقیری

امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمنا پوری کرتے ہوئے حضرت سیدنا اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے لیے دعا کی۔ اس کے بعد سیدنا فاروق اعظم نے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ تو سیدنا اویس قرنی نے جواب دیا "کوفہ کا" سیدنا فاروق اعظم نے فرمایا:

"میں کوفہ کے حاکم کو خط نہ لکھ دوں کہ وہ مسلمانوں کے بیت المال سے بقدر کفایت آپ کی کفالت کرے ؟ "سیدنا اُویس قرنی نے جواب دیا "مجھے غریب، تنگدست اور ایسے لوگوں میں رہنا پسند ہے جن کی کوئی پرواہ نہیں کرتا" اور یہی آپ کی گمنامی اس بات کی علامت تھی کہ آپ اپنے حالات لوگوں سے مخفی رکھتے ہیں۔ پھر اگلے سال کوفہ کے اغنیاء میں سے ایک آدمی حج کے لیے آیا تو اس کی ملاقات سیدنا فاروق اعظم سے ہوئی۔ آپ نے اس سے سیدنا اُویس قرنی کے بارے میں دریافت کیا تو وہ بولا "میں انہیں ٹوٹے پھوٹے مکان، کم سامان اور تنگی کی حالت میں چھوڑ آیا ہوں" (شرح مسلم للنووی، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل اویس القرنی رضی اللہ عنہ، ۹۶/۸، الجزء السادس عشر)

مذکورہ بالا ایک حدیث پاک میں یہ بھی ہے کہ ایک بار کوفہ کا ایک وفد بارگاہ فاروقی میں حاضر ہوا، ان میں ایک ایسا شخص بھی تھا جو سیدنا اویس قرنی کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ علامہ ابوزکریا یحیی بن شرف نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "اس شخص کے تمسخر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا اویس قرنی نے اپنا حال لوگوں پر مخفی رکھا اور اپنے راز کو اللہ عزوجل اور اپنے درمیان پوشیدہ کیا تاکہ لوگوں پر یہ بات ظاہر نہ ہو اور یہی عارفین اور بلند رتبے کے حامل اولیائے کاملین کا طریقہ ہے کہ اپنا راز لوگوں سے چھپا رکھتے ہیں۔" (ایضاً: ۹۴)

علامہ محمد بن علان شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"شاید وہ شخص اپنی مالداری اور جاہ و حشمت کی وجہ سے غرور میں مبتلا تھا جبکہ حضرت سیدنا اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا کے مال و متاع سے منہ پھیرنے کی وجہ سے خستہ حال اور بظاہر تنگی میں تھے۔ اسی وجہ سے وہ شخص آپ کو حقیر جانتے ہوئے آپ کا مذاق اُڑاتا تھا۔" (دلیل الفالحین، باب فی زیارۃ اھل الخیر ومجالستھم۔۔۔الخ، ۲۳۸/۲، تحت الحدیث: ۳۷۲)

دعائے مغفرت کی درخواست

حضرت سیّدُنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہدِ رسالت میں بھی نبی کریم ﷺ کی اتباع میں اپنی زندگی گزارتے تھے اور بعد میں بھی آپ کی یہی عادت مبارکہ رہی، یہی وجہ ہے کہ جب حضرت سیّدُنا اویس قرنی سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اللہ عزوجل کے پیارے حبیب ﷺ کے حکم کی اتباع کرتے ہوئے اُن سے دعائے مغفرت کی درخواست کی۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ بزرگوں سے دعائے مغفرت کروانے کا حکم خود نبی کریم ﷺ نے دیا۔ نیز بزرگوں سے دعا کروانا صحابہ کرام سے ثابت ہے۔

خدمت والدہ کی وجہ سے دیدار مصطفیٰ ﷺ نہ کرسکے

علماء کرام نے اِس بات کی تصریح فرمائی ہے، نیز اَحادیث مبارکہ سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ سیّدُنا اُویس قرنی اپنی والدۂ ماجدہ کی بہت خدمت کیا کرتے تھے، اِسی وجہ سے آپ کو بارگاہِ خداوندی عزوجل اور بارگاہِ رسالت سے یہ مقام و مرتبہ ملا کہ اگرچہ آپ صحابی نہیں لیکن بارگاہِ رسالت میں آپ کا ذکر خیر ہوتا تھا۔

اپنی والدہ کی خدمت کی وجہ سے سیّدُنا اُویس قرنی نبی کریم ﷺ کی زیارت نہ کر سکے۔ چنانچہ منقول ہے کہ آپ نے ایک بار اپنی والدہ سے بارگاہِ رسالت میں حاضری کی اجازت طلب کی، والدہ نے اجازت تو دے دی لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ "بیٹا نبی کریم ﷺ درِ دولت پر موجود نہ ہوں تو واپس آجانا" آپ یمن سے سفر کر کے جب مدینہ منورہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ تو اپنے کاشانۂ اَقدس پر تشریف فرما نہیں ہیں۔ فوراً والدہ کی بات یاد آئی اور واپسی کا سفر شروع کر دیا۔ یوں والدہ ماجدہ کی اطاعت میں نبی کریم ﷺ کی زیارت نہ ہو سکی۔ جب نبی کریم ﷺ درِ دولت پر تشریف لائے تو سیدنا اُویس قرنی کے نور کو ملاحظہ فرمالیا اور استفسار فرمایا کہ "یہاں کوئی آیا تھا؟" عرض کی گئی: "جی! یمن سے اُویس

نامی شخص آئے تھے اور آپ کو سلام عرض کر گئے ہیں۔
"فرمایا: "یہ نور اُویس ہی کا ہے جسے وہ بطور ہدیہ چھوڑ گئے ہیں"
(خواجہ اویس قرنی صحابی یا تابعی ؟، ص: ۲۳، ذکر اویس، ص: ۶۸)
حضرت سیّدنا اُویس قرنی کی یہ شان بھی ظاہر ہوئی کہ آپ مستجاب الدعوات تھے نیز آپ کی یہ شان تھی کہ اگر کسی بات پر قسم اٹھالیتے تو اللہ عزوجل اسے ضرور پورا فرمادیتا تھا۔ معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کے ولیوں کو بلند درجات رب عزوجل ہی کی بارگاہ سے ملتے ہیں، ربّ عزوجل ہی کی عطا ہوتے ہیں، انہیں بیان کرنا نبی کریم ﷺ سے ثابت اور ان کو تسلیم کرنا صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی سنت مبارکہ ہے۔
غرض کہ حضرت سیدنا اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاکیزہ زندگی ہمارے لئے نمونہ عمل ہے۔ دعا ہے کہ مولی تعالی ہمیں ان کے نقش قدم پر گامزن فرمائے اور آپ کے فیوض وبرکات سے سرفراز فرمائے، آمین یارب العالمین.

محمد مقیم رضا غزالی
خطیب وامام
صابری جامع مسجد / بکن پور / ضلع ہریدوار / اترا کھنڈ

نعت رسول

عادت درود پاک شہ بحر و بر کی ہے
کیا فکر مجھ کو گردش شام و سحر کی ہے

خلد بریں ہے حسن تبسم کی جاں نثار
تابش تمہارے جلووں میں غیرت قمر کی ہے

غافل ہے تو حضور کے فضل و کمال سے
قرآن دیکھ سر پھرے یہ مت کدھر کی ہے

اھل سنن نے پائی ہے دولت یقین کی
کم بخت تیری خو ہی اگر کی مگر کی ہے

دنیا کے ان طبیبوں سے ممکن نہیں علاج
حاجت مجھے حضور کی خاک گزر کی ہے

ہیں ہیچ جس کے آگے زمانے کی نعمتیں
"کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے"

ٹیسوں میں دید جان ملاحت کا ہے نمک
ہر لمحہ بازگشت یہ زخم جگر کی ہے

دعوی بجا ہے حسن جناں بھول جائے گا
آ دیکھ ایسی دل کشی طیبہ نگر کی ہے

مختار دو جہان ہیں محبوب کبریا
کنجی انھی کے ہاتھ میں ہر خشک و تر کی ہے

ناظر کے پاس حسن عمل گرچہ کچھ نہیں
پونجی ہے جو بھی مدحت خیر البشر کی ہے

محمد ناظر القادری مصباحی

عرفان سیاست

مسلمانوں کا سیاسی بحران نئی صبح کی نوید

مولانا محمد ناصر رضا امجدی، استاد مسلم یتیم خانہ، وڈالا گاؤں، ناسک

کثرت آراء

مسلمانوں کا سیاسی مستقبل ایسا موضوع ہے جس پر تقریباً ایک صدی سے جتنا اظہار خیال کیا گیا یا کیا جا رہا ہے بہت کم ہی موضوعات میں اتنی کثرت رائے کا اظہار کیا گیا ہے۔ مسلمان کیا کریں اس سوال کے جواب کی بہتات نے اختلافات کا دروازہ بھی کھولا لیکن نتیجہ صفر مسلم قوم کے اندر سیاسی بے اعتمادی و بے اعتنائی اس حد تک گھر کر گئی ہے کہ انہیں اپنے قومی زوال کے لئے کسی دوسرے دشمن کی ضرورت نہیں ہے۔ سیاسی پارٹیاں اپنا مفاد پورا کرتی ہیں اور قوم کے لوگ بے بس ہو کر منظر کو دیکھتے ہیں تقسیم ہند کے بعد بھی قوم مسلم کے پاس اپنی قیادت موجود تھی لیکن اس قیادت کو بجائے یکجا کر کے اپنی طاقت بنانے کے دوسروں پر انحصاری نے آج قوم مسلم کو حاشیہ پر لا کھڑا کیا ہے۔ حالانکہ حالات اس جانب اشارہ کرتے رہے لیکن قوم مسلم دوسرے سیاسی تنظیموں سے استحصال ہونے کو ہی عافیت قرار دیتے رہے۔ اس ضمن میں محفوظ عالم نے عمدہ تجزیہ پیش کیا ہے، لکھتے ہیں:

''آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کو فرقہ ورانہ فساد کی چکی میں پسنا پڑا۔ ۱۹۶۲ء میں جبل پور سے شروع ہوا فرقہ ورانہ فساد مسلمانوں کو اندر سے توڑ کر رکھ دیا۔ تقسیم کا زخم ابھی ہرا ہی تھا کہ فساد کی آگ وجود کو جھلسانے لگی۔ پھر کیا تھا ۱۹۶۹ء میں احمد آباد، ۱۹۸۰ء میں مرادآباد، ۱۹۸۱ء میں بہار شریف، ۱۹۸۲ء میں میرٹھ اور بروڈا، ۱۹۸۴ء میں سکھ دنگا، ۱۹۸۴ء میں بھیونڈی بمبئی دنگا، ۱۹۸۴ء۔۸۶ میں احمد آباد، ۱۹۷۸ء میں میرٹھ، ۱۹۸۹ء میں بھاگل پور اور ۱۹۹۰ء میں حیدرآباد، کرناٹک، گجرات، اترپردیش اور بابری مسجد کو گرانے سے ۱۹۹۲ء/۹۳ میں ممبئی، سورت، احمد آباد، کانپور، دہلی اور مزید کئی جگہوں پر فسادات ہوئے۔ ہزاروں لوگ مارے گئے، جس میں مسلمانوں کی بڑی تعداد تھی، کروڑوں کا املاک نقصان ہوا اور ان کا کاروبار تباہ ہوا۔ فساد یا فساد کی سیاست نے مسلمانوں کو غیر معمولی نقصان پہنچایا۔ بنیادی سوال پیچھے چھوٹ گیا اور محض حفاظت کی ضمانت پر مسلم طبقہ سیاسی پارٹیوں کو ووٹ کرنے لگا، آج بھی کم یا زیادہ یہی صورت حال برقرار ہے۔

آزادی سے پہلے مسلمانوں کے پاس دو طرح کی قیادت موجود تھی۔ ایک سیاسی قیادت اور دوسری مذہبی قیادت۔ ۱۹۴۷ء کے بعد سیاسی قیادت پوری طرح سے ختم ہو گئی۔ ہندوستان کا مسلمان مذہبی قیادت کے زیر اہتمام زندگی گزارنے لگا۔ مسلم تنظیموں نے مسلمانوں کا مسیحا بننے کا دعویٰ کیا اور اس کا اثر مسلم سماج پر آج بھی صاف طور سے دیکھا جا رہا ہے، لیکن مسلمانوں کو کیا ملا۔ جمیعت علما، جماعت اسلامی، امارت شرعیہ، ادارہ شرعیہ، ملی کونسل وغیرہ اس کے علاوہ مذہبی گروپ جیسے سنی، شیعہ، وہابی، دیوبندی، تبلیغی جماعت۔ مسلمانوں کی تنظیم یا مسلمانوں کا مذہبی گروپ الگ الگ طریقہ سے مسلمانوں کے مسئلہ پر اپنی آواز اٹھاتا رہا۔ کسی کو تھوڑی کامیابی ملی اور کسی کو نہیں ملی۔ کسی نے مسلمانوں کو دکھا کر سیاسی فائدہ حاصل کیا تو کسی نے مذہب کا نعرہ دیکر سماج میں اپنی لیڈرشپ قائم کی۔ سب کچھ ہوا، لیکن مسلمانوں کا بنیادی مسئلہ حل نہیں ہوا۔ ان تنظیموں نے مسلمانوں کو حکومت پر منحصر کرنے کا راستہ ہموار کیا۔ کوئی بھی کام ہو، حکومت ذمہ دار ہے۔ مسلمان خود کھڑا ہو کر اپنے مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش میں کافی پیچھے چھوٹتا چلا گیا۔''

(محفوظ عالم نیوز ۱۸ اردو ۱۸، جنوری ۲۰۲۰ء)

اس اندھیرے میں روشنی کی نہ تو کوئی کرن نظر آتی ہے اور نہ کوئی ایسی حکمت عملی کا پتا ملتا ہے جس سے آئندہ کا لائحہ عمل طے کیا جا سکے۔ مسلمانوں کی مشکلات، مظلومیت اور بے چارگی کے جذباتی بیان سے اردو اخبارات و جرائد کے صفحات بھرے نظر آتے ہیں مگر ان مسائل کے حل کے لئے معروضی تجزیے اور ممکنہ حل کی نشاندھی خال خال ہی نظر آتی

ہیں۔ لیکن وہ بھی محض صفحات کی زینت ہی بنتے ہیں عملی تصویر تاحال منزل عدم کے مسافر ہیں۔

احوال واقعی: موجودہ ہندوستانی سیاسی حالات مسلمانوں کے لیے باعث تشویش ہیں لیکن تدبر سے کام لیں تو مستقبل کے لئے بڑا خوش آئند ہے۔ یقینا موجودہ احوال مسلمانوں کے لیے بڑے سخت ہیں۔ کیہ کل تک جن خیالات کے اظہار کی سیاسی گلیاروں میں تاب نہ تھی اب وہ سیاسی منشور بنتا جارہاہے، اسلامی تہذیب کی مسماری، شریعت میں مداخلت ، اسلام مخالف قوانین کا نفاذ، اشخاص اسلام پر نازیبا الفاظ کا استعمال ، جھوٹے الزامات میں مسلم نوجوانوں کو جیل پہنچانا موب لانچنگ کے بہانے انھیں قتل کرنا، مسلم بچیوں کو معاشقہ کے ذریعہ ارتداد کے منزل سے گزار کر انھیں برباد کرنا اور نامعلوم کتنے ہی طریقوں سے سیاسی شہ پر علی الاعلان اس سرزمین ہند میں مسلمانوں کے ساتھ یہ رویہ عام ہوتا جارہا ہے۔ اس کے ذریعہ سیاسی چہروں سے نام جمہوریت کا نقاب الٹا اور ان کا حقیقی چہرہ سامنے آیاہے۔ یہ کسی ایک سیاسی جماعت کا کارنامہ نہیں ہے بلکہ ایسی جماعتیں جو کل تک مسلم حامی ہونے کا دم بھرتے تھے یا ان کی سیاسی دکان ہی مسلمانوں کی مرہون منت تھی ان کا بھی سیاسی تیور اب مسلم لفظ کو عفریت سمجھنے لگا ہے۔

لیکن ان حالات میں مسلمانوں کے لئے یہ خوش آئند مستقبل کی امید اس لئے ہے تاکہ مسلمان اب سیاسی فکر کا انداز بدلے گا جو ماضی کا تقاضا تھا۔ وہ سیاسی جماعتیں جنھیں یہ اپنا مرکز امید بنائے تھے جو در حقیقت مسلمانوں کے استحصال کے حقیقی مجرم ہیں، اب ان سے اپنا پلا جھاڑ رہے ہیں اس لئے یہ کسی نئی سیاسی مرکز کی تلاش میں ہیں۔

اب نئی سیاسی فکر کی تلاش مسلمانوں کی خواہش نہیں بلکہ واحد راستہ ہے۔ کوئی سیاسی جماعت اب مسلموں کو منہ لگانے کو راضی نہیں۔ کیونکہ یہ سیاسی جماعتوں کی مجبوری ہے۔ "سینئر کانگریس لیڈر واتراکھنڈ واترپردیش کے سابق گورنر ڈاکٹر عزیز قریشی کہتے ہیں کہ ملک میں ایک سازش کے تحت مسلم قیادت کو ختم کرنے کا کام منظم انداز میں کیا جارہاہے۔ مسلم قیادت کو ختم کرنے کے کام میں دوسری سیاسی پارٹیوں کے ساتھ کانگریس بھی شامل ہے۔ کانگریس میں اب کام کرنے والے مسلم لیڈر کو فروغ نہیں دیا جاتا بلکہ مفاد پرست اور داغدار مسلمانوں کو پروموٹ کر کے مسلمانوں کا رہبر بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ صحت مند جمہوری نظام کے لئے سیاسی پارٹیوں کا یہ عمل ٹھیک نہیں ہے ۔سیاسی پارٹیوں کو ملک کے مسلمانوں کو مناسب نمائندگی دینا چاہیئے۔ سیاسی پارٹیاں اگر مسلمانوں کو غلام بنا کر رکھنا چاہتی ہیں تو ملک کا مسلمان اسے کبھی بھی قبول نہیں کرے گا۔ اگر سیاسی پارٹیوں نے اپنا نظریہ نہیں بدلا تو مسلمانوں کی مایوسی ایک دن بڑے انقلاب کا ذریعہ بنے گی اور مسلمانوں جمہوری نظام میں آئینی طریقے سے انقلاب کو لانے میں اہم کردار ادا کرے گا۔" (نیوز ۱۸، اردو) ان کی مجبوریوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قدآور لیڈر دیش مکھ کا کہنا ہے کہ اگر مسلمان کسی ایک امیدوار کے حق میں رائے عامہ بناتے ہیں، تو بقیہ ۸۰ فیصد ہندو آبادی پھر یکجا ہو کر بی جے پی کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ بی جے پی کے مسلم امیدواروں کو بھی ہندو ووٹ نہیں دیتے ہیں۔ اس کا اعتراف چند برس قبل بی جے پی کے سابق صدر اور موجودہ وزیر نتن گڈکری نے مسلم صحافیوں کے ساتھ ایک غیر رسمی نشست کے دوران کیا ''جب ان سے استفسار کیا گیا کہ ان کی پارٹی مسلمانوں کو انتخابات میں ٹکٹ کیوں نہیں دیتی ہے؟ تو ان کا کہنا تھا کہ ایک تو ان کی پارٹی کے مسلم امیدوار کو مسلمان بھی ایک طرح سے اچھوت سمجھتے ہیں، دوسری طرف ہندو بھی ان کو منہ نہیں لگاتا ہے۔ پارلیامانی انتخابات میں تو ایک ایک سیٹ کا حساب رکھنا پڑتا ہے اور کوئی بھی پارٹی کسی امیدوار کو ہارنے کے لیے ٹکٹ تو نہیں دے سکتی ہے۔'' (افتخار گیلانی، دی وائر، ۱۱ مئی ۲۰۱۹ء) خوفناک حقائق مجموعی اعداد و شمار پر نظر کیا جائے تو نتائج نہایت ہولناک ہیں۔ مسلمانوں کی سیاسی نمائندگی میں مسلسل گراوٹ آئی ہے۔ ۵۴۳ رکنی پارلیمان کے ایوان زیریں (لوک سبھا) میں اس وقت مسلم قانون سازوں کی تعداد محض ۲۲ یعنی ساڑھے تین فیصد ہے۔ حالانکہ ۱۹۸۰ء میں مسلم ارکان پارلیمان کی تعداد ۱۰ فیصد تھی تاہم بعد میں اس میں گراوٹ آتی گئی اور ۱۹۸۴ء سے ۲۰۰۹ء کے درمیان ان کی تعداد آٹھ سے چھ فیصد کے درمیان ہوگئی۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے صدر شعبہ

سیاسیات ڈاکٹر پروفیسر افروز عالم نے تو یہاں تک کہا ہے کہ مسلمانوں کی سیاسی نمائندگی میں گراوٹ صرف قومی سطح یعنی پارلیمان تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ صوبائی اسمبلیوں میں بھی گراوٹ کا یہ رجحان دیکھا جاسکتا ہے۔ان کا کہنا تھا، ''مہاراشٹر، ہریانہ، راجستھان، مدھیہ پردیش، چھتیس گڑھ اور دہلی کی مجموعی طور پر۹۶۸۱اسمبلی نشستوں کے لیے۲۰۱۳ء سے ۲۰۱۵ء کے درمیان ہوئے انتخابات کے جائزہ سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کی نمائندگی ۳٫۵ فیصد سے گھٹ کر محض ۲٫۰ فیصد رہ گئی ہے۔۲۰۱۸ء میں صوبائی اسمبلیوں کے لیے ہوئے انتخابات میں چھتیس گڑھ میں صرف ایک مسلمان، مدھیہ پردیش میں دو، راجستھان اور تلنگانہ میں آٹھ آٹھ مسلمان منتخب ہوئے۔ اتر پردیش اسمبلی میں ۲۰۱۲ء میں مسلمانوں کی نمائندگی ۱۷ فیصد تھی جو ۲۰۱۷ء میں گھٹ کر صرف چھ فیصد رہ گئی۔ ۲۰ فیصد مسلم آبادی والے اترپردیش میں ۲۰۱۴ء کے عام انتخابات میں ایک بھی مسلمان امیدوار منتخب نہیں ہو سکا۔''

واحد حل

قوم مسلم اس حقیقت کو تسلیم کرے کہ اس کے سامنے محض ایک ہی سیاسی پناہ ہے اور وہ ہے اپنی قومی تنظیم۔نہ وہ بی جے پی جیسی ہندوتو تنظیموں کے پاس جاسکتے ہیں کہ وہ چاہ کر بھی انھیں قبول نہیں کر سکتے۔اور نہ ہی سیکولرازم کا نعرہ لگانے والی تنظیموں سے سہارا تلاش کر سکتے ہیں کہ وہ انھیں اچھوت سمجھنے پر مجبور ہیں۔لھذا مسلمانوں کے پاس واحد راستہ سیاسی قیادت ہی ہے،اب قابل غور امر یہ ہے کہ کس طرح اس کی داغ بیل ڈالی جائے یہ تو قومی اکابرین ہی طے کریں گے، لیکن سیاسی تشہیر کے الزام سے امان ملے تو رائے پیش کروں۔ایک جدید سیاسی جماعت کی بنیاد ڈالنے کے لئے بہت دقتیں ہیں جو جوئےشیر لانے کے مترادف ہے۔سارے مذہبی مسالک کا یکجا ہونا،عہدوں پر متفق ہونا، منشور کا طے کرنا وغیرہ جیسے بنیادی پیرامیٹرز میں ہی عرصہ گزر جائے گا لیکن کامیابی کی ضمانت چھوڑیں امید بھی مشکل ہے،لھذا اگر پہلے سے موجود کسی مناسب قومی سیاسی تنظیم پر قوم متفق ہو کر اسے ہی قوت دے تو یہ دیگر محرکات سے سہل اور زوداثر ثابت ہوگا۔اب شمار کریں کہ اس وقت کتنی قومی سیاسی پارٹیاں ملکی طور پر عمل پیرا اور مقبول ہیں۔صاف لفظوں کا انتخاب کروں تو سوائے میم پارٹی کے اور کوئی پارٹی ملک کے طول وعرض میں قومی سیاسی پارٹی کہلانے کی حقدار نظر نہیں آتی،اور نہ ہی اعلان کرتی ہے۔یہ تسلیم کہ اس میں خامیاں ہونگی، لیکن جتنی محنت ایک نئی سیاسی جماعت کے تشکیل میں پیش آئے گی کیا اس کے مقابل اس کی اصلاح آسان نہیں؟بہر حال یہ تو میرا ذاتی نظریہ ہے اس کے علاوہ بھی اگر کوئی صورت ہو تو قومی سیاسی تنظیم کو عروج بخشا جائے۔

چند ذہنی بندشیں

لیکن سیاسی ادراک رکھنے والے بعض مفکرین اس صورت میں چند اشکال پیش کرتے ہیں اسے بھی سمجھ لیتے ہیں،عام طور پر یہ بات گردش کرتی ہے کہ اگر مسلمانوں نے ایک سیاسی قیادت اختیار کرلی تو اس میں ان کا ہی نقصان ہے اس لئے کہ اکثریت غیر مسلموں کی ہے،تو جو سیکولر ذہنیت کے لوگ ہیں وہ بھی اسے ترک کر کے مذہبی شدت پسند جماعتوں کو اختیار کر انھیں ہی کامیاب کرے گا اور حالت اور بدتر ہو جائے گی۔

پہلی چیز تو یہ ہے کہ یہ حقیقت ظہور پذیر ہو چکی ہے انھوں نے اپنی مذہبی جماعت کو اختلافات بالائے طاق رکھتے ہوئے بلا تفریق کاسٹ قبول کرلیا ہے موجودہ حالات اس بات کے بین ثبوت ہیں۔دوسری چیز یہ ہے کہ مسلم سیاسی قیادت سے نقصان مسلمانوں کا نہیں بلکہ ان کا ہوگا اس لئے کہ آج ایک بی جے پی ہی مذہبی جماعت بن کر ان کے سامنے ہے جب کہ دیگر پارٹیاں قطار میں ہیں لیکن ان کی قوم انھیں تسلیم نہیں کر رہی ہے،جب مسلم خود انھیں ترک کر دے گی تو انھیں قبول کرنا ہوگا اس طرح ان کی سیاسی قوت خود تقسیم ہوگی جیسا کہ بہار صوبائی الیکشن میں دیکھنے کو ملا۔اگر یہ نا بھی ہو تو کیا یہ کم ہے کہ آج مسلم جہاں محرومیت کے شکار ہیں وہیں کم از کم اپنی قیادت تو ہوگی۔آخری چیز جو تعداد کو لیکر قوم مسلم مشکوک ہیں اسے بھی سمجھ لیتے ہیں تاکہ احساس کمتری کا بھرم ٹوٹے۔

اعداد و شمار

اس وقت آبادی کے تناسب سے ہندستانی مسلمان یہاں کی ہندو اکثریت کے بعد سب سے بڑی اکثریت ہیں۔۱۹۹۱ء کے Census کے مطابق بہار، آسام اور

اترپردیش ایسی ریاستیں ہیں جن کے اندر مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد پائی جاتی ہے۔ بعض ریاستوں میں مسلمانوں کا Percentage قابل لحاظ ہے مثلاً کیرالہ(23.32%) ،ویسٹ بنگال(23.61%)اور لکش دیپ(94.31%) کی خاص اہمیت ہے۔۱۹۹۱ء کے Census کے مطابق ہندووں کی تعداد ۸۸۶ ملین تھی اور مسلمانوں کی تعداد ۲۰۱ ملین تھی۔(یہاں یہ واضح رہے کہ اِس Censusمیں جموں و کشمیر کے مسلمانوں کی تعداد کو شمار نہیں کیا گیا ہے) 1991 کے Censusکے مطابق اترپردیش کے ۶٫ اضلاع ایسے ہیں جہاں مسلمانوں کی تعداد ۳۰٫فیصد ہے۔۲۰٫ایسے اضلاع ہیں جہاں ۱۵ سے ۳۰٫ فیصد کے درمیان مسلمان موجود ہیں۔۲۳٫ اضلاع ایسے ہیں جہاں ۷ سے ۱۵٫ فیصد مسلمان ہیں۔۷٫ اضلاع ایسے ہیں جہاں ۳ سے ۷٫ فیصد مسلمان ہیں، اسی طرح دو اضلاع میں ایک سے تین فیصد اور پانچ اضلاع ایسے ہیں جہاں ایک فیصد سے کم مسلمانوں کی تعداد ہے۔ جہاں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد پائی جاتی ہے وہاں اس کو تقسیم کرنے اور انھیں چھوٹے حصوں میں بانٹنے کا کام بھی کیا گیا۔جب بہار، مدھیہ پردیش اور اترپردیش کو تقسیم کیا گیا تو اس کے نتیجے میں مسلمانوں کی طاقت تقسیم ہوئی۔۱۹۲۱ء کے Census کے مطابق اُس وقت ہندووں کی تعداد ۶۶٫ فیصد تھی اور مسلمانوں کی تعداد ۲۴٫ فیصد تھی۔دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کی تعداد کل ۱۰٫ فیصد تھی۔ ۲۰۰۱ء کے Census میں مسلمانوں کی تعداد 16.4 فیصد درج کی گئی ہے۔ یہ تعداد 174 ملین افراد پر مشتمل ہے۔اس کے برخلاف غیر سرکاری رپورٹس بھی ہیں۔ مثلاً جسٹس کے ایم یوسف (ریٹائرڈ جج کلکتہ ہائی کورٹ اور چیئرمین ویسٹ بنگال مائنارٹی کمیشن کا کہنا ہے کہ اس وقت ہندستان میں مسلم آبادی کم از کم ۲۰٫ فیصد ہے۔ دوسری طرف ہندتو کے علمبردار مسلمانوں کی تعداد ۳۰٫ فیصد بتاتے ہیں۔۲۰۰۱ء کے Census کے مطابق مسلمانوں کا تناسب یہ ہے: اترپردیش(30.7ملین)18.5%،ویسٹ بنگال(20.2 ملین)25%اور بہار(13.7ملین)16.5فیصد مسلم اکثریت والے اسٹیٹس جموں و کشمیر اور لکش دیپ ہیں۔ مسلم آبادی بالترتیب74 فیصد اور 59 فیصد ہے۔ Eastern Estatesمیں آسام میں ۳۱٫ فیصد، ویسٹ بنگال میں ۵۲٫ فیصد اور Southern Statesمیں کیرلہ میں ۵۲٫ فیصد اور کرناٹک میں 12.2 فیصد مسلم آبادی ہے۔عام خیال یہ ہے کہ آج جوCensus Reportکے ذریعے مسلمانوں کی تعداد دکھائی جاتی ہے اصل تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔اندازہ ہے کہ اس وقت ہندستان میں مسلمانوں کی تعداد ۱۷٫ سے ۲۰٫ فیصد کے درمیان ہے۔چنانچہ وہ اقلیت نہیں ہیں بل کہ ہندوئوں کے بعد ملک کی دوسری بڑی اکثریت ہیں۔حکومتی اعداد و شمار کے مطابق بھارت کے مجموعی طور پر ۶۷۵٫ اضلاع میں سے ۹۰٫ میں مسلمانوں کی آبادی ۲۰٫ فیصد سے زیادہ ہے۔پچاسی پارلیمانی حلقوں میں مسلمان ۲۰٫ فیصد سے زیادہ ہیں۔۱۴۲۱ اسمبلی حلقوں میں سے ۲۰۷ میں مسلمان فیصلہ کن پوزیشن میں ہیں۔

حوصلہ افزاء حقائق اب اندازہ کریں کہ اگر قوم ایک پلیٹ فارم پر آجائیں تو حالات کا دھارا بدلنا کتنا سہل ہے۔ان حالات کے تحت کسی نے بر محل بات کہی ہے۔

ہندوستان کا موجودہ سیاسی ڈھانچا اور اس میں مسلمانوں کی قوت اہم موضوعات ہیں۔ایک طویل عرصے کے بعد مسلمانوں کے اندر یہ احساس پیدا ہوا ہے کہ وہ تعلیمی، تمدنی، معاشی اور سماجی میدان میں آگے بڑھیں، اپنے حقوق کے لیے کوشاں ہوں، اُن کے لیے جدوجہد کریں اور اِن کاموں کو منصوبہ بند انداز میں انجام دیں۔اسی کے ساتھ یہ احساس بھی پیدا ہونا شروع ہوگیا ہے کہ مسلمان سیاسی قوت کے حصول کی جانب بھی متوجہ ہوں۔ابھی احساس کا ابتدائی دور ہے۔ یہ ابتدائی دور اپنوں کے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی ایک بڑا چیلنج ثابت ہوگا۔ کیونکہ جن لوگوں کے مفادات حالات کی موجودہ کیفیت سے وابستہ ہیں وہ راستے کا کانٹا بنیں گے۔ظاہر ہے کہ اگر ہندستانی مسلمان فی الواقع سیاسی قوت کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انھیں اس میدان میں قدم رکھنے سے پہلے اس کی دشواریوں کو سمجھنے اور راہ کو ہموار کرنے کے لیے کوشاں ہونا پڑے گا۔اگر وہ اس چیلنج سے دور بھاگے تو بھی ہلاکت کا شکار ہوں گے اور اگر اس میدان میں بغیر تیاری کے کودے تو بھی نقصان کا اندیشہ ہے۔ حالات کا تقاضا بہر حال یہ ہے کہ وہ سیاسی قوت حاصل کریں۔

عرفان حالات حاضرہ

وقت کی اہم پکار......!

کلکھے مفتی محمد گل ریز رضا مصباحی مڈنا پور، بریلی شریف

گزشتہ کل سے سوشل میڈیا پر ایک ویڈیو بہت تیزی سے وائرل ہورہا ہے جس میں ایک اسلامی خاتون عائشہ اپنے شوہر عارف خان کی زیادتیوں سے تنگ آکر گجرات کے ساورمتی ندی میں کود کر خودکشی کرلیتی ہے۔ موبائل فون پر والدین اسے سمجھانے کی کافی کوشش کررہے ہیں لیکن وہ ان کی بات نہیں مانتی ہے اور جان دیدیتی ہے، اس سے پتہ چلتا یہ کہ وہ شوہر کے ظلم وزیادتی سے تنگ آچکی تھی، خیر وہ اسلامی خاتون دنیا سے چلی گئی اسے خودکشی جیسا گناہ نہیں کرنا چاہیے تھا جو کہ حرام ہے بلکہ جم کر حالات کا مقابلہ کرنا چاہیے تھا، لیکن عورت مرد کے مقابل کمزور ہے اس لیے ہمت ہار گئی، عائشہ کی طرح نہ جانے ایسی کتنی اسلامی خاتون ہوں گی جو پریشان کن دور سے گزر رہی ہوں گی جن کی کہانی ہمارے سامنے نہیں ہے۔

ان تباہ کن حالات کو دیکھ کر ہم کب تک خاموش بیٹھے رہیں گے، کب تک فیس بک پر لکھ کر تبصرے کرتے رہیں گے، ان تبصروں اور فیس بک پر غم کا اظہار کرنے سے یہ معاشرہ برائیوں سے پاک نہیں ہوگا، ایک عورت شادی سے موت تک کتنے درد سہتی ہے، کبھی شوہر کی ظلم وزیادتی کا شکار ہوتی ہے، کبھی ساس کے طعنے اس کی زندگی کو اجیرن بنادیتے ہیں، شادی کے بعد سے ماں باپ، بھائی بہن کا برتاؤ بھی بدل جاتا ہے، گویا کہ ایک بوجھ تھا جو اتر گیا، رخصتی کے وقت سے اسے یہ نصیحت کی جاتی ہے کہ اب سسرال ہی تمہارا گھر ہے، کتنی ہی پریشانی ہو شوہر کا گھر چھوڑ کر مت آنا، جس وقت شوہر کے گھر اسے ظلم وزیادتی کا نشانہ بنایا جاتا ہے تو اس کے پاس بڑا قدم اٹھانے کے لیے علاوہ کوئی راستہ نہیں رہتا ہے، مائکے کے دروازے تو پہلے ہی بند ہوچکے ہوتے ہیں۔

اگر ہم اپنے ارد گرد غور کریں تو ہمارے پڑوس میں کوئی گھر ایسا ضرور مل جائے گا جہاں عورت پر ظلم ہورہا ہوتا ہے لیکن ہم اس ظلم کے خلاف کچھ بولنے کے بجائے سکوت وخاموشی اختیار کرلیتے ہیں جس سے اس ظالم شوہر کا حوصلہ اور بڑھ جاتا ہے، وہ آئے دن بیوی پر ظلم ستم کرتا ہے، عورت بھی ایک انسان ہے کب تک ظلم برداشت کرے، آخر کار زندگی کا فیصلہ کرلیتی ہے، پھر دوچار روز اس کی موت پر افسوس کیا جاتا ہے بلکہ مرنے والے پر ہی لعن وطعن کیا جاتا ہے جس سے ظالموں کے حوصلے بلند اور مظلوموں کے پست ہوجاتے ہیں۔

آخر یہ ظلم کی داستان کب تک جاری رہے گی، کیا اس کا کچھ حل نہیں نکلے گا، اس بھولی بھالی عوام سے معاشرہ کی اصلاح کی توقع کبھی نہیں کی جاسکتی ہے، اس معاشرہ کی اصلاح کا کام علمائے کرام کی مقدس جماعت ہی انجام دے سکتی ہے، انبیاے کرام علیھم السلام کے بعد اس امت کی فلاح وبہبودگی کی لگام علمائے اسلام کے ہاتھوں میں سونپی گئی ہے، حالانکہ ہر شخص کو اپنے عہدے اور منصب کے اعتبار سے معاشرے کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ تم میں سے جو شخص خلاف شریعت کام دیکھے تو اپنے ہاتھوں سے اس کی اصلاح کرے اور اگر طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے اس کا رد کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے اس کو برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔(مسلم شریف، ج:۱/۶۹، رقم:۴۹، بیروت، لبنان)

دوسری حدیث شریف میں ہے:

کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ، تم سے ہر شخص اپنے ماتحت کا ذمہ دار ہے ہر شخص سے اس کے ماتحت کے متعلق سوال ہوگا. لیکن علم سے نابلد عوام کو اس کی فکر کہاں معاشرے میں ایسی بہت ساری بری رسمیں ہیں جن کا قلع قمع کرنے کی ضرورت ہے مثلا......لڑکے یا لڑکے کو دیکھنے کے

لیے ایک پورے خاندان کا آنا ان کی زبردست مہمان نوازی کرنا پھر دوسرے فریق کا جانا منگنی کی رسم اس میں لاکھوں کا خرچ یعنی شادی ہونے تک کافی رقم خرچ ہو جاتی ہے، پھر شادی میں ہونے والے اخراجات وہ تو بے شمار ہیں۔ شادی میں کئی قسم کے پکوان چار پانچ سو لوگوں کی دعوت جہیز کی بڑھتی ہوئی مانگ نہ دینے پر طعنے اور لڑکی کو ستائے جانے والے واقعات اسٹینڈ گ (کھڑے) ہو کر کھانا کھانے کا رواج ڈھول باجے کے ساتھ شادی کا پروگرام دولہا کو مہندی لگائے جانے کے وقت بے پردگی کا نظارہ رخصتی کے وقت سلامی جیسی بیہودہ رسم جس میں جوان لڑکیاں آکر دولہا سے مذاق کرتی ہیں۔

جوتا چھپائی کی رسم

شادی میں کھانا کھاتے وقت مرد و عورت کا اختلاط بچوں کے بر تھ ڈے پر فضول اخراجات اور گناہوں کا عظیم سیلاب، ایسے بے شمار گناہ ہیں جن پر ابھی سے قد غن نہیں لگایا تو پھر کسی کا گھر بھی اس طرح کی برائیوں سے محفوظ نہیں رہے گا

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اے چشم شعلہ بار! ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

ان برائیوں پر کیسے کنڑول کیا جاسکتا ہے اس کے لیے پورے ملک کے تمام اسٹیٹ کو شمار کر لیا جائے ہندوستان میں ۲۹ وفاقی ریاستیں اور ۷ یونینو علاقے ہیں کل ملا کر ۳۶ ہوئے، اب ان تمام ۳۶ ریاستوں کے شہروں سے مشہور اور باثر علمائے کرام کی ایک مجلس بنائی جائے، ہر شہر کے قابل علماء کو یہ ذمہ داری دی جائے کہ آپ شہر سے وابستہ گاؤں، دیہات، تعلق کا معائنہ کریں کہ اس شہر کے تحت کتنے گاؤں آتے ہیں اور فلاں فلاں گاؤں میں کتنے علماء حفاظ موجود ہیں اس طرح سب کا تفصیلی تعارف جمع کیا جائے، ہر گاؤں کے علماء حفاظ کی ایک مجلس بنائی جائے اور ان کو مذکورہ برائیوں کے ختم کرنے کے لیے تیار کیا جائے، جہاں شادی میں غلط رسمیں پائی جائیں ان کا نکاح نہ پڑھایا جائے، ہو سکے تو نکاح نامے میں ایسی شرائط درج کر دی جائیں جس سے شوہر بیوی پر ظلم کرنے سے پہلے کچھ سوچنے پر مجبور ہو جائے، پوری سال ہونے والے تمام کاموں پر تبادلہ خیال کرنے کے لیے ایک میٹنگ بلائی جائے جس میں شہر کے معزز علمائے کرام کی موجودگی میں اچھی طرح سے ہر کام کا جائزہ لیا جائے کہ اس سال ہم نے کتنے گاؤں، قصبہ، شہر میں فلاں فلاں برائی کا خاتمہ کیا، کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ وہ مزید کام کریں، ہو سکے تو ہر شہر کا ایک بیت المال بنایا جائے جس میں مجلس کے تمام علماء وحفاظ سالانہ ایک ہزار روپے اپنی جانب سے پیش کریں ایک ہزار سالانہ ہر شخص دے سکتا ہے تاکہ اس رقم سے مختلف مواقع پر غریبوں کی امداد کی جاسکے، شادی میں لڑکی کے والدین کا تعاون کیا جائے، شہر کے علمائے کرام ایک دوسرے سے رابطے میں رہیں تاکہ اگر کسی قریبی شہر میں غلط رسم ہو رہی ہے تو اس کا خاتمہ کیا جاسکے، ہر جگہ کے ائمہ کرام کو مجلس کا اہم رکن بنایا جائے کیوں کہ نکاح کے معاملات ان کے سپرد ہوتے ہیں مزید مقتدیوں پر ان کی باتوں کا کافی اثر ہوتا ہے۔ ماہانہ کارکردگی لینے کے لیے ٹیلی گرام پر ایک گروپ بنالیا جائے کہ اس ماہ آپ کے شہر، قصبہ، گاؤں میں کتنی شادیاں ہوئیں اور کس طرح ہوئیں اور کیسے معاملات رہے۔ جو افراد کام کریں ان کی حوصلہ افزائی ہو، ہمت کریں ان شاءاللہ انقلاب آئے گا بس محنت کی ضرورت ہے، آج ہم نے محنت کر کے اس معاشرہ کو پاکیزہ بنادیا تو بڑھاپے میں ان شاءاللہ اس کا نتیجہ ہمیں ضرور نظر آئے گا۔

امید کرتا ہوں کہ تمام پڑھے لکھے حضرات ضرور تعاون کریں گے اور اپنے شہر سے بری رسموں کو ختم کرنے کے لیے کوشش کریں گے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری برائیاں ہیں جنہیں ہم محسوس کرتے ہیں لیکن کچھ کہ نہیں سکتے، لیکن جب مجلس بن جائے گی تو کام آسان ہو جائے گا سب سے پہلے شہر میں موجود علمائے کرام کی لسٹ بنائی جائے پھر شہر سے متعلق گاؤں کے علماء، حفاظ کی ایک مجلس بنائی جائے جو اپنی کارکردگی اپنے ذمہ دار کو پیش کریں۔

*اہم بات...اس کام کا مقصد معاشرہ میں بے شمار برائیوں کا قلع قمع کرنا ہے، کسی طرح کی شہرت، حب جاہ، مال ودولت کا حصول کوئی غرض فاسد نہ ہو، اگر آپ میں خلوص ہے تو ان شاءاللہ آپ کی محنت ضرور رنگ لائے گی۔

عرفان خبر

علماء کی مانگ وسیم رضوی کو سخت سزا دی جائے

آج مورخہ ۱۵؍مارچ بروز پیر بوقت ۲؍ بجے دن، جامعہ نعیمیہ دیوان بازار مراداباد میں پریس کانفرنس کاانعقاد ہوا لکھنؤ کے بدنام زمانہ شخص وسیم رضوی نے اللہ تعالی کی لاریب کتاب قرآن مقدس کی توہین کی ہے اسکی ۲۶؍آیتوں کو فتنہ وفساد کی بنیاداورامن و شانتی کے لیے خطرناک بتاتے ہوئے۔ان آیتوں کو قرآن پاک سے نکلوانے کے لئے سپریم کورٹ آف انڈیامیں عرضی داخل کی ہے اس بدبخت انسان نے قرآن مقدس کی توہین کے ساتھ ساتھ خلفاءراشدین میں تین شخصیات کوبلاواسطہ اور دوخلفاءراشدین سیدنا امام علی ابن ابی طالب اور امام حسن ابن علی" پر بالواسطہ تحریف قرآن جیساسخت الزام لگاکران کی شان میں بھی توہین کی ہے۔

ایسے وقت میں ہمیں چاہئے کہ اپنے جزبات پر قابو رکھتے ہوئے ایک منظم اور متحد پلاننگ کے ساتھ زمینی سطح پر اس کادفاع کریں۔اسی تعلق سے آج جامعہ نعیمیہ دیوان بازار میں ایک پریس کانفرنس کاانعقاد کیا گیا جس میں ضلع سطح پر کثیر تعداد میں مفتیان کرام، علماء کرام اور مدارس کے ذمہ داران حضرات نے شرکت فرماکر اپنے اپنے غم وغصہ کااظہار کیا۔اس موقع پر سبھی علماء نے کہاکہ اس شیطان صفت انسان نے تمام مسلمانوں کے دلوں کو ٹھیس پہنچائی اس لئے ہماری حکومت ہند سے اپیل ہے کہ اس پر قانونی کارروائی کرے اس سے سخت سے سخت سزا دی جائے۔اس جلسہ کی صدارت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ایوب خان نعیمی نے فرمائی اور قیادت مفتی شہر مفتی عبدالمنان کلیمی صاحب نے فرمائی اس موقع پر شرکت فرمانے والے مفتیان کرام اور علماء کرام نے دستخط بھی کئے۔

٭جامعہ قادریہ مدینۃ العلوم مرادآباد٭

بتاریخ ۱؍شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۵؍مارچ ۲۰۲۱ء بروز پیر کو جامعہ قادریہ مدینۃ العلوم (گلڑیامعافی مرادآباد یوپی) میں، ناظم اعلی جامعہ ہذا کی صدارت میں ایک اہم میٹنگ ہوئی، جس میں کثیر تعداد میں علاقے کے علماء نے شرکت کی، مردود شیطان، بدنام زمانہ وسیم رضوی نے اللہ رب العزت جل جلالہ کی مقدس کتاب قرآن پاک سے ۲۶؍آیات کریمہ کے ریمو، یعنی قرآن پاک سے ختم کرنے کی جو شیطانی بات کہی ہے،اس پر جمیع شرکاء علماء اہل سنت نے بیک زبان ملعون وسیم رضوی کی تکفیر ومذمت کااعلان کیا اور مرکزی حکومت، ریاستی حکومت سے مطالبہ کیا کہ ایسے بدبخت کو سلاخوں میں ڈال دیاجائے یا پاگل خانے میں ڈال دیا جائے۔
اس شیطان صفت وسیم رضوی کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان سخت غم وغصہ ہے جس سے قوم مسلم کے جزبہ کو شدید تکلیف پہنچی ہے۔

لہذا اس شیطان صفت، وسیم رضوی کو سخت ترین سزا دی جائے تاکہ دوسرے لوگوں کے لئے عبرت بن جائے۔

اختتام مولانا محمد عظمت رضا نعیمی دعا پر ہوا۔

شرکاء میٹنگ: مولانا محمد نفیس القادری امجدی　حافظ وقاری ناظر رضوی　حافظ وقاری عبدالرؤف
مولانا حامد رضا　حافظ وقاری نسیم صاحب　مولانا عاصم صاحب
حافظ محمد قاسم رضا ودیگر علمائے اہلسنت نے شرکت کی۔